

شرح و صفحہ

یعنی

شیخ العرجم قطب الم حضرت مولانا محمد زکریا شیخ ایضاً مظاہر علوم سہارنپور
مہاجر مینی نوالہ مرقہ

کے اوصاف عالیہ

نتیجہ فکر

حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گیلگونی قدس سرہ
مفتی اعظم ہند کلالہ علی بھٹائی نویسنہ

ترجمہ و تشریح

محمد فاروق غفرلہ

مکتبہ رحمانیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاؤس روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۰۵۲۰۶

وصف شیخ

(یعنی)

شیخ العرب والعجم قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور
مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے اوصاف عالیہ

نتیجہ فکر

حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ
مفتی اعظم ہند دارالعلوم دیوبند

ترجمہ و تشریح

محمد فاروق غفرلہ

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یو پی) ۲۲۵۲۰۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفصیلات

وصف شیخ

نام کتاب:
 تالیف:
 ترجمہ و تشریح:
 کمپوزنگ:
 تعداد:
 سن اشاعت بار اول:
 سن اشاعت بار دوم:
 صفحات:
 قیمت:

-: ملنے کا پتہ :-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یو پی) ۲۰۶۲۵۲۰۶

وصف شیخ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین وصف شیخ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱	عرض مرتب ﴿طبع جدید﴾	۳۰
۲	انعام عظیم	۳۳
۳	کچھ یادیں اور نقوش	//
۴	پہلی زیارت	//
۵	دوسری زیارت	۳۵
۶	تیسری زیارت اور مسلسلات میں شرکت	//
۷	چوتھی زیارت	۳۶
۸	حضرت فقیہ الامت کا معمول اور کمال ادب	۳۷
۹	خصوصی مجلس میں شرکت	//
۱۰	خصوصی کھانے میں شرکت	۳۸
۱۱	تکبیر اولیٰ کا اہتمام	//
۱۲	مجلس ذکر میں شرکت	۳۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۳	گیارہ بجے مجلس.....	۳۹
۱۴	ریش تراش پر ڈانٹ.....	//
۱۵	خاص کیفیت.....	۴۰
۱۶	رمضان المبارک میں حاضری.....	//
۱۷	دستر خوان.....	۴۲
۱۸	خصوصی دعوت.....	//
۱۹	سہارنپور قبرستان حاضری.....	۴۳
۲۰	رائے پور حاضری.....	//
۲۱	میرٹھ تشریف آوری.....	۴۴
۲۲	دہلی ایئر پورٹ پر حاضری.....	۴۵
۲۳	انوار کی بارش.....	//
۲۴	ایک یادگار ملاقات.....	//
۲۵	طبع جدید.....	۴۶
۲۶	فقہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ.....	۴۸
۲۷	جد بزرگوار.....	//
۲۸	والد بزرگوار.....	//
۲۹	تقاریب میں شرکت.....	۴۹
۳۰	احتیاط.....	//
۳۱	بیعت.....	۵۰

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۲	استقامت.....	۵۰
۳۳	وفات.....	//
۳۴	والدہ صاحبہ.....	//
۳۵	ولادت باسعادت.....	//
۳۶	بشارت.....	۵۱
۳۷	بسم اللہ.....	//
۳۹	ابتدائی تعلیم.....	//
۴۰	حفظ کلام پاک.....	۵۲
۴۱	ابتدائی فارسی.....	//
۴۲	نہپور میں قیام.....	//
۴۳	مظاہر علوم میں حاضری.....	//
۴۴	دارالعلوم میں قیام.....	//
۴۵	مظاہر علوم میں آمد.....	۵۳
۴۶	ایثار و قناعت.....	//
۴۷	اعتماد اور توکل علی اللہ.....	//
۴۸	زمانہ طالب علمی میں ایک معمول.....	//
۵۰	شوق و طلب.....	۵۴
۵۱	پیدل سفر.....	//
۵۲	سفر میں تلاوت کلام پاک.....	//

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۵۳	سبق کی پابندی	۵۴
۵۴	بیعت و تکمیل سلوک	۵۵
۵۵	انتخاب شیخ	//
۵۶	فنائی الشیخ	۵۶
۵۷	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت و شفقت	۵۷
۵۸	دیگر اکابر سے استفادہ	//
۵۹	رائے پور میں قیام	۵۸
۶۰	مرکز نظام الدین میں قیام	//
۶۱	اجازت و خلافت کا مطلب	۵۹
۶۲	حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض	۶۰
۶۳	خرقہ خلافت	//
۶۴	اعتماد شیخ	۶۱
۶۵	اخوان طریقت کے امیر	//
۶۶	عشق الہی	۶۲
۶۷	حمد	۶۳
۶۸	قرآن سے عشق و تعلق	۶۵
۶۹	خلوت و راجحمن	۶۷
۷۰	عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت	//
۷۱	اتباع سنت	۶۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۷۲	عبادات میں آداب و سنن کا اہتمام	۶۹
۷۳	دعائے قنوت کے بعد درود شریف	//
۷۴	وضو میں ایک خاص ادب	//
۷۵	حوض سے وضو کا اہتمام	۷۰
۷۶	ترک سنت پر تنبیہ	۷۱
۷۷	بائیں ہاتھ سے پانی پینے پر تنبیہ	//
۷۸	عزیمت ہی عزیمت	۷۲
۷۹	نماز میں گرنے سے کوہے کی ہڈی میں ضرب	//
۸۰	تنخواہ مدرسہ کی واپسی	//
۸۱	مدرسہ کی چیز استعمال کرنے سے احتراز	۷۳
۸۲	آنکھ کا آپریشن بحکم شیخ	//
۸۳	اصلاح امت کی فکر	۷۴
۸۴	عظیم کارنامہ	//
۸۵	فتاویٰ محمودیہ	۷۵
۸۶	وفات	//
۸۷	تاریخ وفات	//
۸۸	ابتداءً (طبع اول) حضرت مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب مرحوم	۷۶
۸۹	پیش لفظ مختصر تذکرہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ	۸۰
۹۰	ولادت باسعادت	//

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۹۱	والدہ صاحبہؒ	۸۱
۹۲	دادی صاحبہؒ کے معمولات	//
۹۳	حضرت مولانا محمد تکی صاحبؒ کی نانی صاحبہ امی بی کے معمولات	۸۲
۹۴	مولانا اکبر علی صاحبؒ کی صاحبزادی صاحبہؒ	۸۵
۹۵	خاندان کی مستورات کا حال	۸۶
۹۶	حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضری	۸۷
۹۷	حضرت گنگوہیؒ کی شفقتیں	۸۸
۹۸	والد ماجد حضرت مولانا محمد تکی صاحبؒ	۹۰
۹۹	چھ ماہ ہر روز ختم کلام پاک	//
۱۰۰	تحصیل علوم	//
۱۰۱	علمی انہماک کا عجیب واقعہ	۹۱
۱۰۲	حضرت گنگوہیؒ کی بے مثال خدمت	۹۲
۱۰۳	اجازت و خلافت	//
۱۰۴	قوت حفظ اور علمی شوق	۹۳
۱۰۵	تربیت کا ملکہ	//
۱۰۶	تربیت کے عجیب اصول	۹۴
۱۰۷	تکلیف کا عجیب واقعہ	۹۵
۱۰۸	معمولات یومیہ	۹۶
۱۰۹	عمدہ کپڑے پہننے پر تنبیہ	//

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۰۰	تعلق مع اللہ کی سند	۹۹
۱۱۱	چھ مہینہ تک جوتہ خریدنے کی نوبت نہ آئی	۱۰۰
۱۱۲	مجمع سے وحشت اور خلوت نشینی	۱۰۱
۱۱۳	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا علمی شوق	۱۰۲
۱۱۴	شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک	۱۰۵
۱۱۵	پوری رات جاگنا	//
۱۱۶	کھانا، یاد نہ آنا	۱۰۶
۱۱۷	کسی کے آنے سے ناگواری	//
۱۱۸	حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی شفقتیں	//
۱۱۹	حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی تربیت سالکین	۱۰۷
۱۲۰	حضرت مولانا تکی صاحبؒ کا رجوع	۱۰۹
۱۲۱	مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کی نظر میں	//
۱۲۲	نسبت صحابہؓ	//
۱۲۳	التفات سائلانہ	۱۱۰
۱۲۴	نعمت کبریٰ	//
۱۲۵	باعث نجات	۱۱۱
۱۲۶	نسبت احسان	//
۱۲۷	مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو نور ہی نور ہیں	//
۱۲۸	مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی شفقتیں	۱۱۳

نمبر صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۴۰	مرجیہ	۱۴۶
۱۴۲	ذکر بعض تصانیف حضرت شیخ قدس سرہ	۱۴۷
//	حکایات صحابہ	۱۴۸
۱۴۵	فضائل ذکر	۱۴۹
//	فضائل قرآن	۱۵۰
۱۴۶	فضائل صدقات	۱۵۱
//	فضائل روزہ	۱۵۲
۱۴۷	فضائل حج	۱۵۳
۱۴۸	فضائل نماز	۱۵۴
//	فضائل درود	۱۵۵
۱۴۹	تشریح اعتدال	۱۵۶
۱۵۰	موت کی یاد	۱۵۷
۱۵۱	ڈاڑھی کا وجوب	۱۵۸
۱۵۲	اوجز	۱۵۹
۱۵۳	لامع	۱۶۰
۱۵۶	خصائل	۱۶۱
۱۵۷	کوکب	۱۶۲
۱۵۸	حج وداع	۱۶۳
۱۵۹	عمل بر عزیمت	۱۶۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۲۹	باپ بن کر تو میں آیا ہوں	۱۱۳
۱۳۰	بیٹے سے بڑھ کر ہیں	۱۱۴
۱۳۱	ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی مخالفت کی تھی	//
۱۳۲	تجھ پر بڑا رشک آتا ہے	۱۱۵
۱۳۳	قرۃ عینی قلبی	۱۱۶
۱۳۴	نسبت اتحادی اور اجازت و خلافت	۱۱۷
۱۳۵	شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متنوع کمالات	۱۱۹
۱۳۶	خاتمہ	۱۲۱
۱۳۷	وصف شیخ	۱۲۳
۱۳۸	اوصاف عالیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا محدث سہارنپوری	//
//	ومہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ	//
۱۳۹	وصف شیخ	۱۲۸
۱۴۰	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا محدث سہارنپوری ومہاجر مدنی	//
//	نور اللہ مرقدہ کے اوصاف عالیہ	//
۱۴۱	سبب تالیف	//
۱۴۲	غوث و ابدال کی تحقیق	۱۲۹
۱۴۳	ذکر بعض کتب زیر مطالعہ حضرت شیخ	۱۳۳
۱۴۴	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حفظ	۱۳۸
۱۴۵	فرق باطلہ ظاہری، خارجیہ، مرجیہ	//

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۶۵	حضرت گنگوہی قدس سرہ کے عمل بر عزیمت کا واقعہ.....	۱۶۱
۱۶۶	دوسرا واقعہ.....	۱۶۲
۱۶۷	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے عمل بر عزیمت کا واقعہ.....	۱۶۳
۱۶۸	عمل بر رخصت کی وجہ.....	۱۶۵
۱۶۹	نور عینین.....	۱۶۶
۱۷۰	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی.....	۱۶۷
۱۷۱	خاندان.....	//
۱۷۲	ولادت.....	//
۱۷۳	طلب علم اور اساتذہ.....	//
۱۷۴	حضرت گنگوہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی نظر میں.....	۱۷۰
۱۷۵	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب.....	۱۷۵
۱۷۶	ایوبی خاندان.....	//
۱۷۷	خاندان کی بعض مشہور شخصیتیں.....	۱۷۶
۱۷۸	نانیہالی سلسلہ اور اس کی مشہور و ممتاز شخصیتیں.....	۱۷۸
۱۷۹	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب.....	۱۷۹
۱۸۰	ولادت اور بسم اللہ.....	//
۱۸۱	تکمیل علوم اور اساتذہ کرام.....	//
۱۸۲	بیعت و سلوک.....	۱۸۰
۱۸۳	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت گنگوہی کی نظر میں.....	۱۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۱۸۴	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کی جانب سے اجازت و خلافت.....	۱۸۲
۱۸۵	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا کمال ادب.....	۱۸۳
۱۸۶	مولانا خلیل احمد صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی نظر میں.....	//
۱۸۷	مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی نظر میں.....	//
۱۸۸	مولانا خلیل احمد صاحب تو ”نور ہی نور ہیں“.....	۱۸۴
۱۸۹	مراقبہ کے وقت انوار کی بارش کی کثرت حضرت مولانا محبت الدین صاحب کی شہادت.....	۱۸۵
۱۹۰	وفات و تدفین.....	۱۸۶
۱۹۱	حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ.....	۱۸۷
۱۹۲	ولادت.....	//
۱۹۳	خاندان.....	//
۱۹۴	شیخ الاسلام کے والد سید حبیب اللہ صاحب.....	۱۸۸
۱۹۵	حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے تعلق.....	//
۱۹۶	فراق مرشد میں اشعار کا نمونہ.....	۱۹۰
۱۹۷	جذبہ جہاد.....	۱۹۱
۱۹۸	علم دین کی قدر و عظمت.....	۱۹۲
۱۹۹	حضرت گنگوہی کے دربار سے وابستگی.....	//
۲۰۰	اجازت و خلافت.....	۱۹۳
۲۰۱	مدرسہ شرعیہ کی بنیاد.....	//
۲۰۲	شیخ الاسلام صاحب کا دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علوم اور اساتذہ کا تذکرہ.....	//

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۰۳	محنت و جفاکشی	۱۹۴
۲۰۴	مدینہ منورہ کے لئے واپسی	//
۲۰۵	حضرت شیخ الہندؒ کی ہدایت	۱۹۵
۲۰۶	سلسلہ تدریس اور حضرت حاجی صاحبؒ سے اکتساب فیض	//
۲۰۷	گنگوہ کا سفر اور اجازت و خلافت	//
۲۰۸	مدینہ منورہ کا قیام اور حلقہٴ درس کی وسعت و مقبولیت	//
۲۰۹	شیخ الہندؒ سے بخاری شریف ترمذی شریف پڑھنے کے لئے حاضری	۱۹۶
	اور دارالعلوم دیوبند کی مدرسی	//
۲۱۰	حجاز و ہند کا سفر	//
۲۱۱	شیخ الہندؒ کی گرفتاری اور شیخ الاسلام کا حق خدمت	۱۹۷
۲۱۲	خلق خدا کے ساتھ ہمدردی و غم خواری	//
۲۱۳	ہمدردی خلق کا عجیب واقعہ	۱۹۸
۲۱۴	شیخ الاسلامؒ کے شیخ الحدیثؒ کے ساتھ بے پناہ تعلق کے چند واقعات	۲۰۰
۲۱۵	تعلق کی ابتداء	//
۲۱۶	حضرت مدنیؒ کا ایک معمول	۲۰۱
۲۱۷	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	//
۲۱۸	رات بارہ بجے تشریف آوری	۲۰۲
۲۱۹	حضرت مدنیؒ اور اساتذہ دارالعلوم کی آمد	۲۰۳
۲۲۰	حضرت مدنیؒ کی بے تکلفی کا عجیب واقعہ	۲۰۶

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۱	ایک دوسرے کی رعایت	۲۰۷
۲۲۲	گھر سے کھانا منگوانا	//
۲۲۳	بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کر لو	۲۰۸
۲۲۴	گاجر کے حلوے کا واقعہ	۲۰۹
۲۲۵	کھدر پہننے کی وجہ	۲۱۰
۲۲۶	میرا سامان کچے گھر میں جائے گا	//
۲۲۷	مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت نہ فرمانے کی وجہ	۲۱۱
۲۲۸	او جز و کو کب دیکھنے کا اہتمام	۲۱۲
۲۲۹	امام بخاریؒ کے جملہ اعتراضات اٹھ گئے	۲۱۳
۲۳۰	لامع الدراری کی وجہ تالیف	//
۲۳۱	علمی گفتگو	۲۱۴
۲۳۲	دستی پنکھے اور بدن دبانے کا ثبوت	//
۲۳۳	تمہاری اس چیز پر بڑا رشک آتا ہے	۲۱۵
۲۳۴	سونے کے لئے تشریف آوری	۲۱۶
۲۳۵	آبھہ کے سفر کا واقعہ	۲۱۸
۲۳۶	حضرت مدنیؒ کا رات کو رونا	//
۲۳۷	ہر ہفتہ تشریف آوری	۲۱۹
۲۳۸	حضرت مدنیؒ کا نیند پر قابو	۲۲۱
۲۳۹	درخت خریدنے کے لئے تشریف آوری	۲۲۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۲۰	عطر عود لانے کا معمول	۲۲۳
۲۲۱	جنت میں میرے بغیر جانا نہ ہوگا	۲۲۴
۲۲۲	بخار کی خبر سن کر تشریف آوری	۲۲۶
۲۲۳	ماہ مبارک میں اہتمام	//
۲۲۴	شاہ الیاس	۲۲۷
۲۲۵	حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ	۲۲۸
۲۲۶	خاندان کی بعض شخصیتیں	//
۲۲۷	حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ	۲۲۹
۲۲۸	حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	//
۲۲۹	رات کا اہتمام	۲۳۰
۲۵۰	تبلیغ کی ابتداء	//
۲۵۱	وفات	۲۳۱
۲۵۲	اولاد	//
۲۵۳	حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ ولادت اور بچپن	۲۳۲
۲۵۴	اختر تجھ سے صحابہ کی خشبو آتی ہے	//
۲۵۵	حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد	۲۳۳
۲۵۶	بچپن سے جذبہ جہاد	//
۲۵۷	قیام گنگوہی	//
۲۵۸	حضرت گنگوہیؒ سے بیعت	۲۳۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵۹	حضرت گنگوہیؒ سے قلبی تعلق	۲۳۵
۲۶۰	حالت ذکر	//
۲۶۱	حضرت گنگوہیؒ کی وفات کا صدمہ	۲۳۶
۲۶۲	سکوت و مراقبہ	//
۲۶۳	طرز تدریس	//
۲۶۴	حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی طرف رجوع اور بے پناہ تعلق	۲۳۷
۲۶۵	اکابر کی نظر میں خاص امتیاز و اعزاز	۲۳۸
۲۶۶	حضرت مولانا محمد تکی صاحبؒ سے کام نہ کرنے کی شکایت	۲۳۹
۲۶۷	مدرسہ مظاہر العلوم میں تقرر	//
۲۶۸	سفر حج کے لئے بے قراری	۲۴۰
۲۶۹	حضرت مولانا محمد تکی صاحبؒ کی وفات	۲۴۱
۲۷۰	حضرت مولانا محمد صاحبؒ کی وفات	۲۴۲
۲۷۱	نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قیام	//
۲۷۲	درس حدیث کی عظمت	۲۴۳
۲۷۳	میوات میں قیام مکاتیب	//
۲۷۴	عمومی دعوت و تبلیغ	۲۴۴
۲۷۵	دوسرا سفر حج اور بے چینی و اضطراب	//
۲۷۶	ہم تم سے کام لیں گے	//
۲۷۷	منظم جدوجہد	۲۴۵

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۷۸	جدوجہد کا اثر	۲۴۵
۲۷۹	مرکز اسلام میں دعوت دینے کی آرزو	۲۴۶
۲۸۰	اپنے کام پر وثوق و اعتماد	۲۴۷
۲۸۱	ایک تحریر	۲۴۹
۲۸۲	بیماری کی خاص وجہ	//
۲۸۳	مرض الوفات میں بے چینی	۲۵۰
۲۸۴	دعوت و تبلیغ سے قلبی تعلق	۲۵۱
۲۸۵	عوام کے ساتھ ہمدردی کا اعلیٰ نمونہ	۲۵۲
۲۸۶	دعوت و تبلیغ میں فنائیت	۲۵۳
۲۸۷	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتخاب	//
۲۸۸	آخری شب	۲۵۴
۲۸۹	یوسف آملے ہم تو چلے	۲۵۵
۲۹۰	حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ کمال عقیدت	۲۵۶
۲۹۱	حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے بعض مکاتیب حضرت شیخ	//
	الحدیثؒ کے نام	//
۲۹۲	اہم امور میں مشورہ	۲۶۱
۲۹۳	مشکوٰۃ و ترندی شریف کی بسم اللہ	۲۶۲
۲۹۴	ایک مقولہ اور اس کی شرح	۲۶۳
۲۹۵	ایک خواب کی تعبیر	۲۶۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۶	حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ	۲۶۶
۲۹۷	قرآن و سنت سے عشق	۲۶۷
۲۹۸	مثالی مدرسہ قرآن	۲۶۸
۲۹۹	صبغۃ الہی مکتب	۲۷۰
۳۰۰	مسجد نبویؐ کا نقشہ	۲۷۱
۳۰۱	انعام خداوندی کا عجیب واقعہ	//
۳۰۲	صبر و تحمل	۲۷۳
۳۰۳	دل جوئی اور مدارات	۲۷۴
۳۰۴	زہر دینے والے حکیم کی دلجوئی	//
۳۰۵	سفر حج میں رفقاء کی دلداری	۲۷۵
۳۰۶	بیٹا بیمار ہے مگر رفیقوں کا خاص خیال	۲۷۶
۳۰۷	لخت جگر عبدالرشید کا انتقال	۲۷۸
۳۰۸	حق و باطل کی معرفت کا معیار	۲۷۹
۳۰۹	تواضع و خدمت خلق	۲۸۲
۳۱۰	احیاء سنت و نکاح بیوگاں	۲۸۴
۳۱۱	حضرت گنگوہیؒ اور شیخ الہندؒ سے محبت	۲۸۹
۳۱۲	”عند الموت شوق لقاء اب“ والی حدیث پر اشکال مع جواب	۲۹۰
۳۱۳	حج و زیارت کا شوق	۲۹۱
۳۱۴	حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے طلب اجازت	//

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۱۵	وصیت و ہبہ کا اہتمام.....	۲۹۲
۳۱۶	حضرت سہارنپوری کا خواب.....	۲۹۳
۳۱۷	انتقال.....	۲۹۴
۳۱۸	حضرت گنگوہیؒ کے متوسلین سے محبت.....	۲۹۵
۳۱۹	حضرت مولانا محمد تکی صاحبؒ سے تعلق.....	۲۹۶
۳۲۰	مکتوب گرامی حضرت رائے پوریؒ.....	۲۹۷
۳۲۱	سفر حج میں ساتھ لے جانے پر اصرار.....	//
۳۲۲	پنجاب کے سفر کا واقعہ.....	۲۹۸
۳۲۳	حضرت مولانا محمد تکی صاحب کی رائے پور کثرت سے آمد و رفت.....	۲۹۹
۳۲۴	مسجد باغ کے افتتاح کے لئے دعوت.....	۳۰۰
۳۲۵	حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے تعلق.....	۳۰۱
۳۲۶	رائے پور پہلی حاضری.....	//
۳۲۷	رمضان کا اہتمام اور حضرت شیخؒ کے خط کا جواب.....	۳۰۳
۳۲۸	مکتوب گرامی حضرت رائے پوریؒ.....	۳۰۴
۳۲۹	رائے پور آمد پر حضرت رائے پوریؒ کا اہتمام.....	//
۳۳۰	مدرسہ کی تنخواہ کے سلسلہ میں مشورہ.....	۳۰۵
۳۳۱	شفقت کا ایک اور واقعہ.....	۳۰۶
۳۳۲	ایک خواب اور اس کی تعبیر.....	۳۰۷
۳۳۳	مکتوب گرامی حضرت رائے پوریؒ.....	۳۰۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۳۴	تعزیت نامہ.....	۳۱۲
۳۳۵	حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق بلند کلمات.....	۳۱۴
۳۳۶	حضرت رائے پوری ثانیؒ کی ایک خواہش.....	۳۱۵
۳۳۷	اجازت و خلافت کو حضرت رائے پوریؒ ہی نے ظاہر فرمایا.....	//
۳۳۸	حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا ایک خط اور حضرت رائے پوری کی طرف سے اس کا جواب.....	۳۱۶
۳۳۹	تمہاری محبت کھینچ لائی ہے.....	//
۳۴۰	حضرت شیخ کی وجہ سے پاکستان سے واپسی.....	۳۱۷
۳۴۱	دولاکھ مرغیوں کا پر لطف واقعہ.....	//
۳۴۲	حضرت رائے پوری قدس سرہ کی طرف سے اچھے کپڑوں لٹافوں کا تحفہ.....	۳۱۸
۳۴۳	ہوائی جہاز سے سفر کی وجہ.....	۳۱۹
۳۴۴	رائے پور آمد پر مسرت.....	۳۲۰
۳۴۵	تبصرہ.....	//
۳۴۶	مشائخ کے ساتھ ربط قلبی.....	۳۲۲
۳۴۷	اقوال و احوال شیوخ پر نظر.....	//
۳۴۸	حیات خلیل.....	۳۲۴
۳۴۹	اکابر اور اہل تعلق کے لئے ایصال ثواب.....	۳۲۹
۳۵۰	عمرہ و حج بدل کا معمول.....	۳۳۰
۳۵۱	اصل ہدیہ.....	۳۳۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۵۲	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول	۳۳۳
۳۵۳	سلاسل اربعہ	۳۳۵
۳۵۴	صابریہ	//
۳۵۵	حضرت شاہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ	//
۳۵۶	سلسلہ نسب	//
۳۵۷	صابر کا خطاب	۳۳۶
۳۵۸	ان کے قلب میں غیر اللہ کا گزر نہیں	//
۳۵۹	مزار پر شعلہ چمکانا	۳۳۷
۳۶۰	وفات	۳۳۸
۳۶۱	حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ	//
۳۶۲	اسم گرامی اور سلسلہ نسب	//
۳۶۳	ولادت باسعادت	۳۳۹
۳۶۴	بیعت	//
۳۶۵	بچپن میں کرامت کا ظہور	//
۳۶۶	گنج شکر کے ساتھ مشہور ہونے کی وجوہ	۳۴۰
۳۶۷	کثرت مجاہدہ	۳۴۱
۳۶۸	ڈاڑھی کے بال کا تعویذ	//
۳۶۹	حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے تعریفی کلمات	۳۴۲
۳۷۰	حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ کا مقولہ	۳۴۳

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۷۱	دل تو یہاں دے رکھا ہے اور کہاں جاؤں	۳۴۳
۳۷۲	وفات	//
۳۷۳	خلفاء	۳۴۴
۳۷۴	شیخ خواجہ قطب الدین بختیاریؒ کا کی	//
۳۷۵	سلسلہ نسب	//
۳۷۶	ولادت باسعادت	//
۳۷۷	تعلیم و تربیت	//
۳۷۸	بیعت و ارشاد	۳۴۶
۳۷۹	معمولات	۳۴۷
۳۸۰	وفات	۳۴۸
۳۸۱	نماز جنازہ پڑھانے کے لئے شرط	//
۳۸۲	کاکی کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ	۳۴۹
۳۸۳	تاریخ وفات و مدت عمر	۳۵۰
۳۸۴	خلفاء	//
۳۸۵	حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ	۳۵۱
۳۸۶	ولادت	//
۳۸۷	ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا افتتاح	//
۳۸۸	سلوک کی ابتداء	//
۳۸۹	اتباع سنت کا ایک واقعہ	۳۵۲

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۹۰	خوارق و کرامات	۳۵۳
۳۹۱	قیام اجمیر شریف	۳۵۴
۳۹۲	جو دو سخاوت	۳۵۶
۳۹۳	ارشادات	//
۳۹۴	وفات	۳۵۷
۳۹۵	خلفاء	//
۳۹۶	حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے اوپر کا سلسلہ اور ہر ایک کا مختصر تعارف	۳۵۸
۳۹۷	شجرہ چشتیہ صابریہ، امدادیہ، رشیدیہ، خلیلیہ	۳۶۱
۳۹۸	نقشبندی	//
۳۹۹	خاندان نقش بندیہ	۳۶۲
۴۰۰	حضرت شیخ قطب عالم شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ	//
۴۰۱	سُہروردی	۳۶۷
۴۰۲	حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین قدس سرہ	//
۴۰۳	ابتدائی تعلیم	۳۶۸
۴۰۴	علوم باطنی	//
۴۰۵	ایک کرامت	۳۶۹
۴۰۶	قناعت پسندی	۳۷۰
۴۰۷	شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے اوپر سلسلہ سُہروردیہ حضرات کا مختصر تعارف	//
۴۰۸	قادری	۳۷۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۰۹	حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ	۳۷۴
۴۱۰	ولادت اور نسب	//
۴۱۱	مادر زادولی	//
۴۱۲	علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اور قطبیت کبریٰ	۳۷۵
۴۱۳	وعظ کی مقبولیت	۳۷۶
۴۱۴	حضرت غوث اعظمؒ کی بعض انمول وصیتیں	۳۷۷
۴۱۵	وفات کے قبل کی حالت	//
۴۱۶	شدت سکرات موت	۳۷۹
۴۱۷	وفات	۳۸۰
۴۱۸	پسماندگان	//
۴۱۹	قطعہ تاریخ ولادت و وفات	۳۸۱
۴۲۰	شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے اوپر کے حضرات کا سلسلہ قادریہ کا مختصر تذکرہ	//
۴۲۱	ماخذ	۳۸۴
۴۲۲	آتش عشق الہی	۳۸۶
۴۲۳	اکابر کے سوز و گداز کا نمونہ	۳۸۹
۴۲۴	حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کا سوز و گداز	//
۴۲۵	حضرت مولانا محمد تکی صاحب اور حضرت مدنی قدس سرہ کا سوز و گداز	//
۴۲۶	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کا سوز و گداز	۳۹۰
۴۲۷	قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہ کا سوز و گداز	۳۹۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۲۸	گریہ کے غلبہ کا عجیب واقعہ.....	۳۹۲
۴۲۹	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کا سوز و گداز.....	۳۹۵
۴۳۰	مقامات قرب و ولایت بقدر عشق و محبت.....	۳۹۶
۴۳۱	سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت.....	۳۹۸
۴۳۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصل ایمان ہے.....	//
۴۳۳	محبت کے لئے اطاعت لازم ہے.....	۳۹۹
۴۳۴	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے قصیدہ کے اشعار.....	۴۰۲
۴۳۵	ترجمہ اشعار.....	۴۰۵
۴۳۶	فراق دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت شیخؒ کی حالت.....	۴۰۶
۴۳۷	درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں تاثیر عشق.....	۴۰۹
۴۳۸	کمال عشق و محبت کا اندازہ.....	۴۱۰
۴۳۹	مکتوب گرامی بنام سید ابوالحسن علی ندویؒ.....	۴۱۲
۴۴۰	اقدام عالیہ کی جانب عاشقانہ بیٹھنا.....	۴۱۴
۴۴۱	پانچویں حج کا واقعہ.....	//
۴۴۲	خاک طیبہ.....	۴۱۶
۴۴۳	کمال اتباع.....	۴۱۷
۴۴۴	حضرت شیخؒ کی امت پر رحمت و شفقت.....	۴۱۹
۴۴۵	قیام مدینہ منورہ کا ایک مقصد.....	۴۲۰
۴۴۶	حضرت شیخؒ کے مراتب عالیہ.....	۴۲۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۴۷	حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی صحبت کی کیا اثر.....	۴۲۲
۴۴۸	ماہ صیام میں بارش الطاف کی زیادتی.....	۴۲۳
۴۴۹	خلوت در انجمن.....	//
۴۵۰	توجہ باطنی.....	۴۲۴
۴۵۱	پرنور چہرہ.....	//
۴۵۲	مضمون سابق کی دلیل.....	۴۲۵
۴۵۳	مقبولیت عامہ.....	//
۴۵۴	مجلس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نقشہ.....	۴۲۶
۴۵۵	توکل و اعتماد.....	۴۳۰
۴۵۶	درس حدیث پر تنخواہ قبول نہ فرمانا.....	۴۳۱
۴۵۷	پہلا واقعہ.....	//
۴۵۸	دوسرا واقعہ.....	۴۳۳
۴۵۹	تیسرا واقعہ.....	۴۳۵
۴۶۰	چوتھا واقعہ.....	۴۳۸
۴۶۱	پانچواں واقعہ.....	۴۴۰
۴۶۲	توکل و اعتماد سے متعلق حضرت شیخ قدس سرہ کا عجیب و غریب مضمون.....	۴۴۱
۴۶۳	ایک رئیس زادہ کا قصہ.....	۴۴۲
۴۶۴	شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ.....	۴۴۴
۴۶۵	تاج فقر اور سخاوت کی نرالی شان.....	۴۴۸

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۶۶	جود و سخاوت سے متعلق صوفی اقبال صاحب کا بیان	۴۴۸
۴۶۷	حضرت غوث اعظم کا واقعہ	۴۵۲
۴۶۸	نگاہ میں حب رسول اور اس کی تاثیر	۴۵۴
۴۶۹	اخلاق حمیدہ اور اخلاق رذیلہ	۴۵۶
۴۷۰	سالک کا واصل و مجاز ہونا	۴۵۷
۴۷۱	اجازت کا نہ ہونا عدم قبولیت کی دلیل نہیں	۴۵۹
۴۷۲	حاجی عبدالرحمن میواتی رحمۃ اللہ علیہ	//
۴۷۳	مجمع ماہ مبارک	۴۶۱
۴۷۴	دعاء	//
۴۷۵	جود و سخاوت	۴۶۲
۴۷۶	رافت بر خلقت	۴۶۵
۴۷۷	کمال اطاعت اور فنا فی الرسول ہونا	۴۶۷
۴۷۸	حضرت گنگوہیؒ کا مقام	۴۶۹
۴۷۹	شیخ قدس سرہ کا فیض عام	//
۴۸۰	خلق احسن	۴۷۰
۴۸۱	اوراد مبارکہ	۴۷۶
۴۸۲	فضائل ذکر	//
۴۸۳	عافلین کی ذکر کرنے کی فضیلت	۴۷۸
۴۸۴	پاس انفاس اور ذکر قلبی وغیرہ	۴۸۱

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۴۸۵	لطائف ستہ	۴۸۱
۴۸۶	ذاکرو مذکور کے درمیان ربط بے قیاس	۴۸۲
۴۸۷	غیر انسان اور غیر حیوان پر ذکر کا اثر	۴۸۴
۴۸۸	حضرت میانجی نور محمد قدس سرہ کا واقعہ	۴۸۵
۴۸۹	حضرت نانوتویؒ کے ذکر کا سانپ پر اثر	//
۴۹۰	حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا سجدہ	۴۸۶
۴۹۱	اعتذار	۴۸۸
۴۹۲	نذر عقیدت	۴۹۱

تمت وبالفضل عمت



عرض مرتب

طبع جدید

نصہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم: اما بعد

مخدوم و مکرم حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا محدث سہارنپوری و مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید اور اجل خلفاء میں سے ہیں ان کو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے یہاں محبوبیت و مقبولیت کا درجہ حاصل تھا حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے حکم پر برطانیہ تشریف لے گئے۔ اولاً بولٹن قیام فرمایا پھر بری میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔

ابتداء میں جب حضرت مولانا محمد یوسف متالا زید مجدہم برطانیہ تشریف لے گئے وہاں کی یہ حالت تھی کہ کرتا پانجامہ، ٹوپی، پہننا بھی وہاں کے ماحول میں عظیم مجاہدہ تھا۔

اور حضرت مولانا موصوف زید مجدہم اور ان کے رفقاء کی مساعی سے جو انقلاب آیا ہے اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ الحمد للہ آج ایک ایک شہر میں کئی کئی دارالعلوم۔ لڑکوں کے الگ، لڑکیوں کے الگ، خاندانوں کا سلسلہ الگ مراکز تبلیغ الگ ہر شہر میں عالیشان مساجد ہر جگہ علماء و حفاظ کی بڑی تعداد موجود، مدارس میں تعلیم و تربیت قابل رشک، علماء و حفاظ کے علاوہ بہت سے تاجر حضرات بھی جیسے جیسے میں، شرعی داڑھی، شرعی وضع قطع، کے ساتھ اور ادو وظائف کے پابند نظر آتے ہیں۔

یہ خوشگوار اسلامی انقلاب معمولی انقلاب نہیں یقیناً یہ عظیم انقلاب ہے اور یقیناً یہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی توجہات عالیہ اور آسماں گاہی ثمرہ ہے۔

اسی طرح قطب عالم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دیگر خلفاء جن کو دیگر ممالک جنوبی افریقہ، امریکہ، زیمبیا، کنیڈا، فرانس وغیرہ جیسے ملکوں میں بھیجا ان حضرات کی مساعی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی دعا برکت سے ان ممالک کا بھی الحمد للہ یہی حال ہے اور ان ملکوں میں بھی ایسا ہی عظیم اسلامی انقلاب آیا ہے اور یقیناً یہ سب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا عظیم کارنامہ ہے۔

اور یہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے قطب عالم ہونے کا بین ثبوت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے ایسے رجال اور افراد تیار فرمائے جو اپنی جگہ ایسے عظیم کارنامے انجام دے رہے ہیں کہ ان کے تعارف کے لئے بھی مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب زید مجدہم کی دعوت پر فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ برطانیہ بغرض علاج چشم تشریف لے گئے اسی موقع پر حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب زید مجدہم نے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ سے درخواست اور فرمائش کی کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے اوصاف و کمالات کو اشعار میں بیان فرمادیں۔ حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کو حق تعالیٰ شانہ نے دیگر اوصاف و کمالات ظاہری و باطنی کے ساتھ فی البدیہ شعر گوئی کی عجیب قدرت و ندرت سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ حضرت موصوف زید مجدہم کی فرمائش کے مطابق حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخ

الحديث نور اللہ مرقدہ کے اوصاف عالیہ کو فارسی اشعار میں منظوم بیان فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی اس وقت چوراسی برس کی عمر تھی اسی کے مطابق چوراسی اشعار بیان فرمائے اور ان اشعار میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے ظاہری باطنی اوصاف و کمالات کے ساتھ، خاندان کی اہم شخصیات اور حضرات اکابر کی خدمات، نیز حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی تدریسی و تصنیفی تالیفی، تربیتی خدمات، صحبت و مجالس کی تاثیر، عشق الہی عشق نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اصلاح امت کی فکر اور بے قراری جیسے اوصاف عالیہ کو دلپذیر انداز میں بیان فرمایا اور گویا دریا کو نہر میں بھر دیا۔

حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان کہ اس نے اس ناچیز و ناکارہ کو محض اپنے فضل و کرم سے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی زیر نگرانی اس کے ترجمہ و تشریح کی توفیق عطا فرمائی اور حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کے مشورے برابر شامل حال رہے اور ہر ہر موقع پر حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ سے رجوع کیا جاتا رہا اور حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ اصلاح اور رہنمائی فرماتے رہے اس طرح اس کے ترجمہ و تشریح کی تکمیل ہو کر ۱۳۹۸ھ میں اول مرتبہ اس کی اشاعت ہوئی۔

اور حق تعالیٰ شانہ کا فضل و کرم اور دونوں اکابر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اور فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی برکت و نسبت کہ کتاب ایسی مقبول ہوئی کہ چند روز میں ختم ہو گئی خود حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے چار سو یا پانچ سو نسخے خرید کر اپنے مخصوص احباب و تلامذہ کو تقسیم فرمائے جس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے دیگر متعلقین نے بھی حسب حیثیت نسخے خریدے اور اپنے اپنے احباب و متعلقین کو ہدیہ کئے اور الحمد للہ کتاب بہت پسند کی گئی

اور حضرات اکابر نے اپنی دعاؤں سے نوازا۔

العام عظیم

اس ناکارہ ناچیز کے لئے حق تعالیٰ شانہ کا خاص انعام اور فضل یہ ہوا کہ ہر دو حضرات فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی قلبی دعائیں اور توجہات خاصہ بندہ ناچیز کو حاصل ہوئیں ”فالحمد لله على ذلك“۔

کچھ یادیں اور نقوش

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی بار بار زیارت نصیب ہوئی جمال بھی دیکھا جلال بھی دیکھا یادوں کے بہت سے نقوش ذہن میں موجود ہیں جی چاہتا ہے ان میں سے بعض کو نقل کر دوں اس لئے کہ ان اکابر کا کچھ بھی تذکرہ نفع سے خالی نہیں۔

پہلی زیارت

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی پہلی زیارت تیرہ چودہ برس کی عمر میں ہوئی بندہ مفتاح العلوم جلال آباد میں ابتدائی فارسی کی جماعت میں زیر تعلیم تھا حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی سفر حج سے واپسی دہلی سے اکثر براہ کاندھلہ ہوا کرتی تھی اور کاندھلہ سے سہارنپور جاتے ہوئے راستہ میں جلال آباد واقع ہے اور مدرسہ مفتاح العلوم لب سڑک ہی ہے اس لئے سفر حج سے واپسی جب براہ کاندھلہ ہوتی تو حسب موقع کبھی مدرسہ مفتاح العلوم میں بھی تشریف آوری ہو جایا کرتی اس دفعہ بھی ایسا ہی

موقع تھا اچانک تشریف آوری ہوئی مدرسہ میں شور ہوا حضرت شیخ الحدیث تشریف لارہے ہیں چنانچہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ مدرسہ تشریف لائے اور تشریف لاتے ہی دارالحدیث میں پہنچ گئے پہنچے طلباء فوراً اطلاع پاتے ہی ذوق و شوق کے ساتھ دوڑتے ہوئے دارالحدیث میں جمع ہو گئے تمام اساتذہ بھی تقریباً تشریف لے آئے حضرت جی نور اللہ مرقدہ بھی مکان سے تشریف لے آئے یہ ناکارہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے بالکل قریب ہی سامنے بیٹھا تھا اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے برابر میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی قدس سرہ امیر تبلیغ تشریف فرما تھے حضرت مولانا قدس سرہ پر دعوت و تبلیغ کا غلبہ ہی نہیں بالکل فانی تبلیغ اور سراپا دعوت و تبلیغ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی تھی۔ اصلاح امت کی فکر میں بے چین و بے قرار رہتے تھے طلباء کے جمع ہوتے ہی ایک دم بیان کے لئے کھڑے ہو گئے جب حضرت مولانا قدس سرہ بیان کے لئے اٹھ رہے تھے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔

میرے یار تھوڑی دیر تقریر کرنا تو دعا ہی میں دیڑھ گھنٹہ لگا دے گا۔

سادہ زبان پیارا اور شفقت بھرا لہجہ۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ نے بیان میں تین چیزیں ارشاد فرمائیں علم، عمل، دعوت، بیان کے بعد دعا بھی حضرت مولانا مرحوم ہی نے کرائی بیان اور دعا کے بعد سب طلباء کا مصافحہ ہوا اور یہ نورانی قافلہ روانہ ہو گیا۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اس وقت دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لے کر چل رہے تھے پیر گھسیٹ رہے تھے یہ روحانی منظر اس ناکارہ نے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا۔ اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی بندہ کی یہ پہلی زیارت تھی۔

دوسری زیارت

دوسری زیارت بھی جلال آباد ہی ہوئی ایک دو سال بعد حج سے واپسی پر ہی مدرسہ میں تشریف آوری ہوئی دو کاریں تھیں مگر اتفاق کہ مدرسہ کے دروازے پر کچھ مٹی وغیرہ اس طرح پڑی تھی کہ گاڑی اندر نہیں آ سکتی تھی اور گاڑی کے بغیر دارالحدیث تک تشریف آوری معذوری کی وجہ سے مشکل تھی مٹی کو ہٹانے کی کوشش بھی کی گئی مگر اس میں کافی دیر لگ گئی اس لئے دروازہ سے ہی کاریں واپس ہو گئیں کاریں سڑک پر پہنچ گئیں تھیں مگر دیکھا کہ طلباء زیارت کے شوق میں دوڑے چلے آ رہے ہیں چنانچہ کاریں رک گئیں اور طلباء نے وہیں سڑک پر پہنچ کر کاریں بیٹھے ہوئے مصافحہ کیا حضرت شیخ کے ساتھ کئی بزرگ اور بھی تھے مگر اب باقی حضرات کے نام یاد نہیں رہے۔ حضرت جی مولانا مسیح اللہ نور اللہ مرقدہ بھی اطلاع پاتے ہی مکان سے مدرسہ تشریف لے آئے مگر مدرسہ کے نصف صحن میں پہنچے تھے صورت حال اور واپسی کی خبر معلوم ہو کر کافی احساس ہوا۔ اور پھر مکان واپس تشریف لے گئے۔ غالباً پھر اس کی تلافی کے لئے سہارنپور جا کر ملاقات فرمائی۔

تیسری زیارت اور مسلسلات میں شرکت

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے یہاں ختم مسلسلات کا بہت اہتمام تھا اور دور نزدیک مدارس کے بہت سے طلباء شریک ہوا کرتے تھے بندہ کی بھی دورہ کے سال مسلسلات کے ختم میں شرکت کے لئے سہارنپور حاضری ہوئی۔ سہارنپور اور مظاہر العلوم میں یہ بندہ کی پہلی حاضری تھی دارالحدیث میں مسلسلات کا ختم ہو رہا تھا پورا دارالحدیث بلکہ باہر صحن تک کافی بھرا ہوا تھا۔ عجیب روحانی منظر تھا عبارت ہو رہی تھی کہیں

کہیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کچھ کلام فرماتے تھے۔ ختم مسلمات کے بعد مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا مجمع زیادہ اس میں بھی بعض بدعنوانی کرتے ہیں دارالحدیث میں ایک زور کی دہم۔ کی آواز آئی طلباء متوجہ ہوئے کہ کیا ہوا کیسی آواز۔ معلوم ہوا کسی نے مصافحہ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا ہاتھ پکڑ کر چھوڑا نہیں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر پر زور سے دھول رسید کیا یہ اس کی آواز تھی۔ مسلمات میں شرکت کے بعد بندہ فوراً جلال آباد واپس ہو گیا یہ تیسری زیارت تھی جس میں ختم مسلمات میں شرکت کی سعادت بھی میسر آ گئی۔ ”فالحمد لله على ذالك“۔

چوتھی زیارت

۱۳۹۲ھ میں یہ ناکارہ ترین افتاء کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند میں حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں تھا۔ صبح ۱۰/۹ بجے کے قریب دارالافتاء میں آ کر کسی نے اطلاع دی کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ تشریف لائے ہیں مزار قاسمی میں ہیں حضرت مفتی صاحب اور دیگر تمام مفتیان، طلباء دارالافتاء اور دارالعلوم کے دیگر بہت سے اساتذہ طلباء زیارت کے شوق میں مزار قاسمی پہنچے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ، شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے مزار کے قریب مراقب چہار زانو گردن جھکائے بیٹھے ہیں سر اور چہرہ پر رومال پڑا ہوا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بالکل بے حس و حرکت ہیں اور پورا مجمع ذکر جہری میں مشغول ہے تیرہ تسبیح کا ذکر پورا کیا حضرت برابر مراقب ہیں دوبارہ ذکر شروع کیا سہ بارہ شروع کر کے ختم کیا مگر حضرت برابر مراقب ہیں لوگ ذکر کرتے

کرتے تھک گئے اور پھر ادھر ادھر منتشر بھی بہت سے ہو گئے مگر حضرت نے دو ڈھائی گھنٹہ کے بعد سر اٹھایا آنکھیں بالکل سرخ تھیں اور پورا گریبان آنسوؤں سے تر تھا یہ چوتھی زیارت تھی مگر اس کے بعد اپنے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں بارہا سہارنپور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت میسر آئی اور اس وقت کے بہت سی یادوں کے نقوش ذہن میں گھوم رہے ہیں۔

حضرت فقیہ الامت کا معمول اور کمال ادب

فقیہ الامت قدس سرہ کا ہر جمعرات کو دیوبند سے سہارنپور تشریف بری جمعہ بعد واپسی کا مستقل معمول تھا جس میں بلا سخت قوی عذر کے کبھی تخلف نہیں ہوتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی اپنے شیخ کے دربار حاضری میں کس کمال ادب اور کمال تواضع کے ساتھ ہوتی تھی آج تک گویا نظروں کے سامنے ہے۔ مکان کے قریب پہنچنے پر اپنا تھیلہ تک اپنے ہاتھ میں لے لیتے خادم کے ہاتھ میں ہونا گوارا نہ فرماتے تاکہ یہ حاضری بالکل خادمانہ حاضری ہو۔

خصوصی مجلس میں شرکت

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ہمرکابی کی وجہ سے کبھی کبھی خصوصی مجلس میں بھی شرکت ہو جاتی جو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی چارپائی کے قریب بالکل سامنے پردہ کے اندر ہوتی تھی جس میں صرف اکابر اور خواص ہی ہوا کرتے تھے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اپنی چارپائی پر تشریف فرما ہوتے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے شیخ کے سامنے انتہائی ادب و تعظیم کے ساتھ ایک پیر کھڑا کر کے ایک زانو ہی پر بیٹھتے یا زیادہ سے زیادہ کبھی دو زانو اسی ہیئت پر گردن جھکائے دیر

تک خاموش بیٹھے رہنا اب تک نظروں کے سامنے ہے۔

خصوصی کھانے میں شرکت

کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی کی وجہ سے حضرات خواص کے ساتھ کھانے میں بھی شرکت ہو جاتی ورنہ تو کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے طلب فرمایا اور یہ ناکارہ بھی حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ ہے حضرت مفتی صاحب اپنے ہمراہ لئے جارہے ہیں اندر دروازہ پر پہنچ کر حضرت مفتی صاحب کو اندر لے لیا اور خادم نے اس ناکارہ کو دروازہ پر روک دیا کہ بس بس صرف حضرت مفتی صاحب جاسکتے ہیں اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ شیخ کے خادم کا بھی اتنا ادب فرماتے کہ کچھ نہ بولتے اور یہ ناکارہ واپس ہو کر باہر عام دسترخوان پر کھانا کھاتا۔ اور اس دھکے مکے میں بھی بڑا لطف آتا اور اس ناکارہ کے لئے تو عام دسترخوان پر بھی کھانے میں شرکت بڑی سعادت مندی تھی۔

عمومی ملاقات و زیارت کا وقت مقرر تھا وقت مقررہ پر ہی عوام کی زیارت ہو سکتی تھی مشتاقین کا ہجوم ہوتا زیارت کے وقت مکان کے باہر دفتر والی مسجد تک لمبی لائن لگ جاتی اور تیزی کے ساتھ زیارت اور مصافحہ کے بعد واپس ہوتے رہتے انھیں خواص حضرات کو خصوصی طور پر خلوت کا وقت دیا جاتا تھا۔

تکبیر اولیٰ کا اہتمام

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں بیماری کی حالت میں بھی نماز کا بہت اہتمام تھا۔ مسجد میں باجماعت صف اول میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا فرمایا کرتے۔ نمازوں کے اوقات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو خدام و پلچیر پر مسجد

بہت تیزی سے لاتے لے جاتے اس وقت بھی مشتاقین راستہ میں مسجد میں زیارت کیا کرتے۔

نماز میں محویت بھی قابل دید ہوا کرتی۔

مجلس ذکر میں شرکت

فجر بعد مکان پر ہی مجلس ذکر ہوتی پورا مجلس خانہ ذاکرین سے بھر جاتا ذکر کا عجیب سماں ہوتا بعض حضرات پر ذکر کے دوران خاص کیفیت طاری ہوتی اور ان کے ذکر سے دوسروں کو بھی لذت محسوس ہوتی بعض حضرات گھنٹوں ذکر میں مشغول رہتے۔

ذکر کے بعد چائے ہوتی مجمع اگر زیادہ ہوتا تو ہر ایک کو اس کے ہاتھ میں ہی چائے کی پیالی اور ایک ایک بسکٹ دے دیا جاتا۔ بعض ذاکرین اس وقت بھی ذکر میں مشغول ہوتے۔

گیارہ بجے مجلس

جمعہ کے روز صبح گیارہ بجے دفتر والی مسجد میں مسجد کے دائیں جانب مجلس ہوا کرتی اس مجلس میں بھی کبھی کبھی شرکت ہو جاتی۔

اس مجلس میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ ڈاک وغیرہ بھی لکھواتے کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا وہ پوچھ بھی لیتا کبھی کچھ دیر کتاب بھی سنائی جاتی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ حسب موقع کچھ ارشاد بھی فرماتے رہتے۔

ریش تراش پر ڈانٹ

اسی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص ریش تراش سامنے بیٹھا تھا حضرت شیخ

نور اللہ مرقدہ جھکائے بیٹھے رہے وہ شخص شوق میں آگے آ کر بالکل سامنے آ بیٹھا اس وقت حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ برداشت نہ فرما سکے اور زور سے اس کو ڈانٹا اور سامنے سے دور بھگایا اس وقت معلوم ہوا کہ دیر تک سر جھکائے رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ ریش تراش کے چہرہ پر نظر کرنا برداشت نہیں تھا ڈانٹ کا وہ منظر بھی عجیب تھا اور حاضرین پر اس کا خاص اثر تھا۔

خاص کیفیت

ایک دفعہ اسی گیارہ بجے والی مجلس میں اپنے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ہمرکابی میں شریک مجلس تھا کہ کسی موقع پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حاضرین کی طرف کیا خاص توجہ فرمائی کہ دفعۃً حاضرین کے قلوب میں ایک بجلی سی کوند گئی جس کو اکثر حاضرین نے محسوس کیا عین اس کیفیت کے وقت میرے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہ نے اس ناکارہ کو دیکھا اور اس خاص کیفیت کی طرف گویا اشارہ فرمایا۔

نگاہوں سے بھردی دل و جاں میں بجلی
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے
وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پر
کسی کے بس کا تیرا تیر بے کماں نہ ہوا

رمضان المبارک میں حاضری

اپنے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں کبھی کبھی ماہ مبارک میں بھی سہارنپور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت میسر آئی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معتکف مدرسہ مظاہر علوم کی مسجد جدید کے دائیں جانب اگلی صف میں ہوتا تھا اور حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کے لئے اس کے بالمقابل بالکل بائیں جانب اگلی صوب میں بستر خالی ہوتا تھا حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ جمعرات کو تشریف لاتے اسی اپنی جگہ پر قیام فرما ہوتے اگلی صفوں میں خواص ہوتے باہر عوام کا مجمع ہوتا مسجد اوپر نیچے حوض تک کچھا کچھ بھری ہوتی دائیں بائیں جانب سہ دریاں بھی پڑھتیں بہت سے حضرات مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے حجروں میں مقیم ہوتے حضرت مولانا منور صاحب قدس سرہ تنظیم خانقاہ معتکفین کو جگہ تقسیم کرنے والے اور ان کے نگران بھی حضرت مولانا منور صاحب نور اللہ مرقدہ پر جلال غالب ہوتا گویا نظام فاروقی ہوتا ہر کسی کو حضرت مولانا مرحوم سے بات کرنے کی ہمت بھی نہ ہوتی۔ حضرت مولانا معین الدین مراد آبادی مرحوم اپنے مخصوص انداز اور لہجہ میں کتاب پڑھتے جس سے عجیب و غریب سماں بندھ جاتا۔

حضرت مولانا سلمان صاحب زید مجدہم عموماً تراویح میں اپنے مخصوص انداز میں قرآن پاک سناتے موصوف پر کبھی گریہ غالب ہوتا تو پورے مجمع پر اس کا اثر ہوتا اور پورا جمع بے خود ہو جاتا۔

تراویح کے بعد معمولات سے فارغ ہو کر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کبھی اپنے ملفوظات سے نوازتے اور حضرات اکابرین سے کسی کا بیان بھی ہوتا اور اجتماعی دعا بھی بہت اہتمام سے ہوتی۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ آنے والوں سے اسی وقت مصافحہ بھی فرماتے پھر فجر بعد جانے والوں سے مصافحہ فرماتے اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے ملاقات نہیں ہوتی تھی انھیں الخواص البتہ ایک دو منٹ بندے کی ملاقات کر سکتے تھے اس ناکارہ کو بھی اپنے حضرت

مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں عصر بعد مختصر ملاقات و مصافحہ و درخواست دعا کی سعادت میسر آئی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہمہ وقت تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے اور عجیب محویت ہوتی۔

دستر خوان

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ماہ مبارک میں بھی دو دسترخوان ہوتے تھے خواص کا الگ عوام کا الگ عوام کے دسترخوان پر بھی بہترین کھانا ہوتا تھا مگر خواص کے دسترخوان پر کم مریج کا سالن بھی بطور خاص ہوتا تھا۔

جب کھانے کا وقت ہوتا حضرت مفتی صاحب سے الگ ہو کر چپکے سے عوام کے دسترخوان پر جا کر کھا لیتا تھا چونکہ اپنے کو اسی لائق سمجھتا تھا کھانے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کبھی دریافت فرماتے کھانا کہاں کھایا تم کو تلاش کرایا تھا بندہ عرض کر دیتا پھر کچھ نہ فرماتے کبھی جب بندہ جانے لگتا حضرت کی نظر پڑ جاتی تو وہیں روک لیتے کبھی کوئی تلاش کرنے والا آ جاتا اور بندہ کو خواص کے دسترخوان پر لے جاتا مگر جو لطف عام دسترخوان پر ہوتا وہ عجیب ہوتا۔

خصوصی دعوت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں یہ بھی معمول تھا کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کے سفر سے واپس آتا اور وہ ملاقات کے لئے حاضر ہوتا اس کی خصوصی دعوت فرمایا کرتے کہ عام کھانے کے علاوہ اس کے لئے مٹھائی وغیرہ کا اہتمام بھی فرمایا کرتے جو حق تعالیٰ شانہ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان ہونے کی نسبت کے حق کی ادائے گی ہوتی تھی۔

اس ناکارہ کو بھی تقریباً دو مرتبہ اس کا شرف حاصل ہوا۔ بندہ حج سے واپسی پر بغرض ملاقات حاضر ہوا اور حضرت قدس سرہ کو سفر حج سے واپسی کا علم ہوا تو کسی خادم کے ذریعہ کھانے کے ساتھ مٹھائی وغیرہ کا اہتمام کرایا اسی وقت خادم کے ذریعہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اس خاص معمول کا علم ہوا۔

سہارنپور قبرستان حاضری

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا معمول جمعہ کے روز قبرستان اپنے والد صاحب حضرت مولانا محمد تکی صاحب نور اللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری کا بھی تھا اس وقت بہت سے مہمان بھی قبرستان پہنچ جایا کرتے اس ناکارہ کو بھی بعض دفعہ یہ سعادت میسر آئی۔

رائے پور حاضری

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا معمول ماہ مبارک کے بعد اکابر کے مزارات پر حاضری دینے کا بھی معمول تھا اس سلسلہ میں رائے پور بھی حاضری دیا کرتے۔

ایک مرتبہ یہ ناکارہ بھی عید کے فوراً بعد سہارنپور حاضر ہوا شب میں معلوم ہوا کہ علی الصباح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ رائے پور تشریف لے جانے کا ہے بہت سے مہمانوں نے رائے پور حاضری کا نظم بنالیا اور سہولت کے لئے آمد و رفت کے لئے ایک بس کرایے پر کر لی یہ ناکارہ بھی ساتھ ہو گیا بہت سے اکابر بھی تھے خاص طور پر نظام الدین دہلی کے اکابر حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ہمراہ تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس وقت معذور تھے بیٹھنے پر بھی قدرت نہ تھی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پانچویں کی جانب ایک چارپائی بچھادی گئی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس پر لیٹ گئے ایک چادر اوڑھ لی پورا مجمع ذکر میں مشغول ہو گیا کچھ دیر بعد حضرت مولانا انعام الحسن نور اللہ مرقدہ کی واپسی تھی چارپائی پر اسی طرح لیٹے ہوئے معانقہ فرمایا کہ حضرت مولانا انعام الحسن معانقہ کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اوپر لیٹ گئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ پر گریہ کا غلبہ تھا اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ پر بھی بہت گریہ طاری تھا ہر دو حضرات کے رونے کی آواز بھی تھی اور بدن بھی اچھل رہا تھا ہر دو حضرات پر جو کیفیت طاری تھی اس کو تو وہی حضرات جان سکتے ہیں بندہ نے اس طرح اچھلتے ہوئے رونے کی یہ کیفیت پہلی مرتبہ دیکھی۔

میرٹھ تشریف آوری

سہارنپور سے دہلی جب میرٹھ کے راستہ سے تشریف بری ہوتی تھی تو حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی قبر پر ایصال ثواب کے لئے بھی تشریف لے جاتے تھے اہل شہر کو معلوم ہو جاتا تو زیارت کے لئے مشتاقین جمع ہو جایا کرتے اور زیارت مصافحہ فرمایا کرتے ایک دو مرتبہ حاجی ننے کے یہاں کہ ان کا مکان لب سڑک تھا اور حاجی ننے صاحب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خاص لوگوں میں تھے ماہ مبارک بطور خاص سہارنپور گزارا کرتے تھے بلکہ سہارنپور خانقاہ میں کھانے کے منتظم بھی ہوا کرتے تھے اور انہوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کر رکھی تھی اس لئے حاجی ننے کے مکان پر کچھ دیر کے لئے قیام ہوا اور مشتاقین جمع ہو گئے۔ اور

زیارت سے شرف ہوئے بندہ کو بھی حضرت مولانا مسعود الہی میرٹھی نور اللہ مرقدہ (جو حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ ہونے کے ساتھ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ بھی تھے) کی رفاقت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔

دہلی ایئر پورٹ پر حاضری

ایک دفعہ ہندوستان سے جاز کو واپسی ہو رہی تھی رخصت کے لئے بڑا مجمع دہلی ایئر پورٹ پر پہونچا تھا فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اور دیگر اکابر بھی بڑی تعداد میں تھے عصر مغرب بھی دو نمازیں ایئر پورٹ پر بڑے مجمع کے ساتھ ہوئیں بندہ کو بھی وہاں حاضری و زیارت کا موقع میسر آیا۔

انوار کی بارش

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارت الحمد للہ بہت مرتبہ ہوئی مگر ایک زیارت ہمیشہ یاد رہے گی۔ سفر جاز سفر سے واپسی ہوئی تھی مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین کی مسجد سے متصل حضرت جی نور اللہ مرقدہ والے کمرہ میں قیام تھا زائرین حضرات ایک دروازہ سے داخل ہو کر زیارت و ملاقات کے بعد دوسرے دروازہ سے واپس ہو رہے تھے یہ ناکارہ بھی حاضر ہوا اس وقت حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے چہرہ مبارک پر جو انوار کی بارش تھی پورا کمرہ انوار سے بھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا ایسی کیفیت بندہ نے نہ پہلے کبھی دیکھی نہ بعد میں اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ وہ کیا کیفیت تھی۔

ایک یادگار ملاقات

وصف شیخ کی طباعت کے بعد کسی جمعرات کو سہارنپور تشریف لے جاتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے بندہ کو اپنے ہمراہ جانے کا اشارہ فرمایا

بندہ حضرت کے ہمراہ سہارنپور حاضر ہوا وہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کے وقت حضرت مفتی صاحب نے بندہ کا تعارف کرایا۔

اس نے وصف شیخ کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے نظر اٹھا کر اس ناکارہ کو غور سے دیکھا کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

بعد میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ سے کچھ فرمایا ہو تو فرمایا ہو باقی اس سے اتنا اندازہ ہوا کہ اس موقع پر حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ اس ناکارہ کو اپنے ہمراہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ایماء پر لائے تھے۔ اور اس عاجز کے لئے یہ بھی بڑی سعادت ہے بشرطیکہ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قبول ہو جائے۔

اس کے علاوہ بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارتیں ہوئیں چند کا یہاں ذکر کر دیا گیا۔

طبع جدید

اس سے قبل وصف شیخ صرف دو مرتبہ طبع ہوئی اس کے بعد اکابر اور احباب کا برابر اصرار رہا مگر خیال تھا کہ آئندہ طباعت ہو تو نظر ثانی کے بعد اور کمپیوٹر پر کتابت کرا کر ہو اور دیگر اہم مشاغل کی بنا پر نظر ثانی کا موقع نہ مل سکا۔

اب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب زید مجدہم کے حکم اور اصرار پر اس کی نظر ثانی اور بہت سے حذف و اضافہ کے بعد کمپیوٹر سے کتابت کرا کر اشاعت کی جا رہی ہے اور کتاب کے مؤلف حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کا مختصر تذکرہ بھی شامل کر دیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہ

قبول فرمائے اور طالبین کے لئے مفید و نافع بنائے اپنی رضا و خوشنودی اور اپنے قرب و محبت میں اضافہ کا ذریعہ بنائے آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

وتب علینا انک انت التواب الرحیم

بحرمتہ حبیبک سید المرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ

آلہ واصحابہ اجمعین

الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ یو، پی

۴ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ یوم الجمعہ



فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ

نصیبہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم: اما بعد

نام: محمود حسن

لقب: فقیہ الامت و مفتی اعظم ہند و دارالعلوم دیوبند

خاندان: ایوبی، انصاری

جد اعلیٰ: سیدنا حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وطن: گنگوہ

جد بزرگوار

حاجی خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خادم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ حضرت نانوتوی قدس سرہ سے بیعت تھے تہجد گزار، متبع سنت، اور اوراد و اشغال کے پابند گوشہ نشین بزرگ تھے، صاحب دل و صاحب درد تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ کا رسالہ ”دردنامہ غمناک“ بہت کثرت سے پڑھتے تھے اور پڑھتے پڑھتے بہت رویا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پانچ سال کی عمر تھی کہ انتقال فرمایا ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔

والد بزرگوار

حضرت مولانا حامد حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند سے فراغت تھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص شاگرد تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے ہمدرد تھے۔ ہزاروں حدیثیں حفظ تھیں امر بالمعروف

ونہی عن المنکر کا بہت غلبہ تھا۔ اگر کوئی واعظ کوئی روایت یا مسئلہ غلط بیان کرتا تو وعظ کے دوران ہی کھڑے ہو کر اس کی تردید فرماتے اور صحیح مسئلہ بیان فرماتے، وعظ ختم ہونے کا انتظار نہ فرماتے۔

تقاریب میں شرکت

اہل قصبہ نکاح وغیرہ پڑھانے کا اصرار کرتے تو منظور فرمالیتے، تقاریب میں کوئی منکر دیکھتے اس کی اصلاح فرماتے، اگر اہل تقریب اصلاح کر لیتے تو ٹھیک ورنہ واپس تشریف لے آتے۔ نکاح کی اجرت کبھی نہ لیتے نہ کھانے میں شرکت کرتے۔

احتیاط

احتیاط اس درجہ تھی کہ کبھی کسی کی دعوت قبول نہ فرماتے اگر کوئی گھر کھانا بھیج دیتا اس کو واپس نہ فرماتے البتہ نہ خود کھاتے نہ گھر والوں کو کھلاتے پڑوس میں ایک غریب شخص تھا اس کو دے دیتے۔ یہاں تک کہ مہتمم صاحب کی دعوت بھی قبول نہ فرماتے۔ کبھی کسی سے کوئی خدمت نہ لیتے۔ سادہ لباس پہنتے کہ کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں۔ صبر و قناعت کی زندگی گزارتے جامع مسجد میں نماز پڑھاتے مگر کبھی اجرت نہ لیتے جب اجرت لینے پر اصرار کیا گیا، آبدیدہ ہو کر فرمایا ”زندگی گذر گئی علم بیچ کر پیٹ پالتے پالتے، ایک نماز رہ گئی تھی وہ بھی پیسوں کی ہو جائے گی“ اور فرمایا اگر زیادہ اصرار کیا تو میں نماز کسی اور مسجد میں پڑھ لیا کروں گا۔ غرض تنخواہ قبول کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے۔

مسجد کا لوٹا بھی استعمال نہ فرماتے، اپنا لوٹا لے کر جاتے اس سے

بیعت

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔

استقامت

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے نہٹور ایک مدرسہ میں بھیجا تھا پوری زندگی وہیں گزار دی تقریباً ۵۰ برس وہاں رہے۔

وفات

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ کو انتقال فرمایا اور جس مکان میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بٹھایا تھا اسی مکان سے جنازہ نکلا۔ نہٹور ہی میں تدفین ہوئی۔

والدہ صاحبہ

بہت نیک صالحہ، پابند صوم و صلوٰۃ، خدا ترس بی بی تھیں، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساڑھے چار سال کی عمر تھی کہ انتقال فرمایا۔ ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔

ولادت باسعادت

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ خلیفہ ارشد حضرت خواجہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے صحیح سو سال بعد اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی وفات کے صحیح دو سال بعد اسی ماہ اسی تاریخ اور اسی دن یعنی ۹/۸/ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ بروز جمعہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

بشارت

گنگوہ میں ایک مجذوب رہتے تھے۔ ان کو جب خبر ملی کہ حضرت مولانا حامد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو مجذوب نے فرمایا ”مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بدل آ گیا۔“

بسم اللہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے اور بھی چند بزرگ اور علماء ہمراہ تھے دونوں اکابر کے ذریعہ حضرت کی بسم اللہ کرائی گئی۔

ابتدائی تعلیم

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے قریب ہی حضرت گنگوہی قدس سرہ کی صاحبزادی صاحبہ صفیہ خاتون رحمہا اللہ کی بیٹھک میں مکتب قائم تھا اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ حضرت صاحبزادی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ”اگر عورت کو بیعت کی اجازت ہوتی تو میری صفیہ بیعت لیا کرتی۔“ نیز فرمایا ”الحمد للہ میری بیٹی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں اور انصاف سے دیکھئے تو اصل ولایت یہی ہے۔“

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا ”بہن کے لطائف ستہ جاری ہیں مگر زبان سے کبھی ظاہر نہیں فرماتیں۔ صاحبزادی صاحبہ کو اس زمانہ کی رابعہ بصریہ کہا جائے تو حقیقت میں نازیبا نہیں۔“

حفظ کلام پاک

حافظ کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نابینا سے کلام پاک حفظ کیا ختم میں سترہ سطریں باقی تھیں کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو پھر حافظ عبدالکریم امام جامع مسجد سے تکمیل فرمائی۔

ابتدائی فارسی

حفظ کلام پاک کے بعد حضرت مولانا فخر الدین صاحب گنگوہی تلمیذ رشید حضرت مولانا مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے آمد نامہ کا ایک صفحہ اور بوستان کے چند اشعار پڑھے۔

نہٹور میں قیام

بعد حضرت کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہمراہ نہٹور لے گئے وہاں مولانا امتیاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آمد نامہ، حمد باری، مصدر فیوض، کریم، پند نامہ کتابیں پڑھیں۔ اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میزان منشعب، مالا بدمنہ اور بوستان کے چند اسباق پڑھے۔

مظاہر علوم میں حاضری

۱۳۳۱ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور علم الصیغہ، فصول اکبری وغیرہ سے لے کر جلالین شریف تک کی کتابیں سات سال کے اندر پڑھیں۔

دارالعلوم میں قیام

۱۳۳۸ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں

پھر دو سال میں دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

مظاہر علوم میں آمد

دارالعلوم میں تین سال قیام فرما کر دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے ابو داؤد شریف پڑھی اور حضرت مولانا عبدالرحمن کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف پڑھیں۔

ایثار و قناعت

زمانہ طالب علمی میں ایک وقت کھانے کا معمول تھا اور ایک وقت کا کھانا کسی غریب طالب علم کو جس کا مدرسہ میں کھانا نہیں ہوتا تھا کھلاتے تھے ناشتہ کرنا جانتے نہیں تھے۔ زمانہ طالب علمی کے بعد مدرسی کے زمانہ میں بھی مہمانوں کے ہجوم ہونے سے قبل تک یہی معمول تھا۔

اعتماد اور توکل علی اللہ

ایک مرتبہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ اگر کچھ ضرورت ہو تو لکھو، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت دو پیسے تھے اور اس وقت کارڈ دو پیسے کا ہوا تھا ان ہی دو پیسوں کا کارڈ منگایا اور اس پر لکھا ”الحمد للہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔“

زمانہ طالب علمی میں ایک معمول

دارالعلوم کے دور طالب علمی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمیت چار ساتھی ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے مگر جب امتحان قریب ہوتا تھا تو آپس میں ہاتھ ملا لیا کرتے تھے

کہ اب امتحان کے بعد ملاقات ہوگی، کھانا سب الگ الگ کھالیا کریں۔

شوق و طلب

مطالعہ کا ایسا ذوق و شوق تھا کہ ایک مرتبہ مدرسے کے زمانہ میں لائین جلا کر کمرہ بند کر کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے، اچانک کمرہ کھٹنے لگی لائین کو دیکھا کہ تیل ختم ہو گیا، گھڑی دیکھی تو معلوم ہوا کہ آٹھ گھنٹے ہو چکے۔ درمیان میں صرف نماز عشاء کے لئے اٹھنا ہوا۔

پیدل سفر

زمانہ طالب علمی میں سہارنپور سے گنگوہ، گنگوہ سے سہارنپور عموماً پیدل سفر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ سہارنپور سے دیوبند، دیوبند سے سہارنپور کا سفر بھی پیدل فرمایا کہ کسی ضرورت سے دیوبند جانا تھا گاڑی میں دیر تھی اس لئے گاڑی کا انتظار کئے بغیر پورا سفر پیدل ہی فرمایا۔

سفر میں تلاوت کلام پاک

بچپن سے کلام پاک کی تلاوت کا خاص ذوق تھا، سفر میں عموماً تلاوت کا معمول تھا۔ سہارنپور سے گنگوہ کے سفر کے دوران بیس، بائیس پارے ہو جاتے تھے۔

سبق کی پابندی

سبق کی پابندی کا خاص اہتمام تھا۔ کبھی سبق ناغہ کرنے کا سوال ہی نہیں تھا چنانچہ بخاری شریف از اول تا آخر اس شان سے پڑھی کہ کسی سبق کی غیر حاضری نہیں ہوئی اور کوئی ایک حدیث بھی سبق میں نہیں چھوٹی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث

نور اللہ مرقدہ بیمار ہوئے عیادت کے لئے اجازت طلب کی اور یہ بھی لکھ دیا کہ دیوبند سے سہارنپور آنے جانے میں ایک سبق کا ناغہ ہوگا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا ”ایک سبق تو بڑی چیز ہے ایک حدیث کا استاذ کے سامنے سے رہ جانا بھی میرے نزدیک ناقابل تلافی نقصان ہے۔“ اس لئے حضرت شیخ قدس سرہ کی عیادت کے لئے جانا ملتوی فرمادیا۔

بیعت و تکمیل سلوک

اصلاح باطن کی فکر حضرت کو بچپن سے تھی زمانہ طالب علمی ہی سے قصد السبیل دیکھ کر ذکر وغیرہ شروع فرمادیا تھا اور طالب علمی کے اخیر سالوں میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے باقاعدہ بیعت ہو گئے تھے۔

انتخاب شیخ

اس وقت مشائخ کالمیلین میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ یہ سب اکابر موجود تھے مگر ان سب کی موجودگی میں حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا انتخاب کیا چونکہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان سب سے کم عمر تھے اور وجہ یہ تھی۔

۱۰ کہ حضرت شیخ کے ساتھ زمانہ زیادہ ملے گا اور اصلاح نفس و اصلاح اخلاق زیادہ ہو سکے گی اس لئے اکابر مشائخ کے ہوتے ہوئے ان میں سب سے کم سن کو منتخب فرمایا۔

﴿۲﴾ دوسری وجہ یہ بھی ہوئی کہ بعض خواب دیکھے تھے جس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی جانب میلان و رجحان زیادہ ہوا۔

﴿۳﴾ تیسری وجہ رجحان کی یہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ دیگر مشائخ کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت زیادہ ہوتی مگر اپنے عیوب پر پردہ پڑ جاتا۔ اور جب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اپنے عیوب سامنے ہو جاتے جس سے یہ خیال پختہ ہو گیا کہ میری اصلاح حضرت شیخ قدس سرہ کے ذریعہ ہوگی۔ ان سب وجوہات کی بنا پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا۔

فنائی الشیخ

فقہ الامت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور مناسبت تامہ پہلے سے تھی اس لئے باقاعدہ بیعت ہونے کے بعد اپنے آپ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح حوالہ اور سپرد فرمادیا جس طرح مریض اپنے آپ کو معالج کے حوالہ کر دیتا ہے کہ معالج جس طرح چاہے مریض کے اندر تصرف کرے مریض کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ معالج ہر تصرف پر دل سے خوش ہوتا ہے، اور اس کو اپنا محسن و خیر خواہ سمجھتا ہے۔ یا ”کالمیت فی ید الغسل“ جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے کروٹ دیتا ہے، جس طرح چاہتا ہے پانی ڈالتا ہے میت کو کوئی اختیار نہیں ہوتا اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح حوالہ کیا کہ گویا اپنا کوئی اختیار ہی باقی نہ رہا اور اپنے ہر کام کے لئے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو ضروری جانا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی و منشا کے مطابق ہی اس کو انجام دیا اور اپنے آپ کو بالکل یہ مرضی شیخ میں فنا کر کے فنا فی الشیخ کے درجہ پر فائز ہو گئے اور اس شعر کا مصداق بن گئے۔

سپر دم بتو مایہ خویش را

تو دانی حساب کم و بیش را

میں نے اپنی پونجی آپ کے سپرد کر دی۔ کم، زائد کا حساب آپ جانیں۔
اور یہ شعر آپ کے حسب حال ہو گیا۔

عاشقی چیت بگو بندہ جاناں بودن

دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

عاشقی کیا ہے کہو محبوب کا غلام بن جانا۔ دل دوسرے کے ہاتھ میں دے دینا اور حیران ہو جانا۔

حضرت شیخ کی عنایت و شفقت

اسی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ وہ عنایت و شفقت کا معاملہ فرماتے کہ دیکھنے والے دیکھ کر حیران ہوتے۔

دیگرا کا بر سے استفادہ

اسی غایت شفقت و عنایت کی بنا پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خواہش ہوتی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر اکابر سے بھی پورے طور پر مستفیض ہوں۔
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جب اکابر میں سے کسی کی تشریف آوری ہوتی تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بطور خاص حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو ان کی

خدمت میں رہنے اور ان سے مستفیض ہونے کی تاکید فرماتے خود ان حضرات کی خدمت میں جانے اور قیام کر کے اکتساب فیض کی تاکید فرماتے۔

رائے پور میں قیام

چنانچہ اسی مقصد کے لئے رائے پور حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری قدس سرہ کی خدمت میں بار بار حاضری ہوتی اور بعض مرتبہ طویل طویل قیام فرماتے۔ ایک مرتبہ تقریباً ڈھائی ماہ رائے پور قیام فرمایا اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اذکار و اشغال بتا کر (کہ جس میں چوبیس گھنٹہ کا تمام وقت گھیر دیا گیا تھا) خود سفر میں تشریف لے گئے۔

اس موقع پر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کو خط لکھا اور اپنے حالات کی اطلاع دی، اس میں یہ شعر بھی تحریر فرمایا۔

اے وائے بر اسیرے کہ از یاد رفتہ باشد

در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

افسوس اس قیدی پر جو یاد سے نکل گیا ہو۔ جال میں رہ گیا ہو، صیاد چلا گیا ہے۔

مرکز نظام الدین میں قیام

ایک موقع پر بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی قدس سرہ کی وفات کے قریب تقریباً ایک ماہ حضرت دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں قیام فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قیام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حکم اور تجویز کے مطابق ہی تھا۔

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۴۲ء میں میں آپ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے، مقصد سفر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ تھا۔
روانگی مفتی محمود نظام الدین فرستادہ ذکر یا بہ سلوک۔

دہلی کے اس زمانہ قیام میں آپ عالی ہمتی کے ساتھ اپنے اشغال و معمولات میں مشغول رہے حضرت کی مجالس میں بھی اہتمام سے شرکت فراتے۔

اجازت و خلافت کا مطلب

اسی موقع پر ایک مرتبہ حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی محمود جانتے ہو مشائخ جو مجاز بنایا کرتے ہیں، اجازت دیا کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہوتا ہے، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انکار پر فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ طالب نے اپنے آپ کو شیخ کے سامنے فنا کر دیا، خدمت کرتے کرتے اپنا ارادہ اور اپنی رائے کو بالکل ختم کر کے پورے طور پر شیخ کے تابع ہو گیا، اپنی مرضی کو شیخ کے ماتحت کر دیا جب اس کے اندر اس کا رسوخ حاصل ہو گیا عاجزی اور تواضع کا مضمون پختہ ہو گیا تو پھر شیخ اس کو دعوت دیتا ہے کہ اچھا جو معاملہ تم نے عاجزی اور تواضع کا میرے ساتھ کیا اب میں اجازت دیتا ہوں کہ تمام مخلوق کے ساتھ یہی معاملہ کرنا جو تم نے اپنے شیخ کے ساتھ کیا ہے۔

آپ کے دہلی قیام کے ۲۹ دن بعد حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا پھر آپ سہارنپور واپس تشریف لے آئے اور دوبارہ مظاہر علوم میں اپنی علمی فقہی اور درسی مشغولیات میں مصروف ہو گئے۔

حضرت مدنیؒ سے اکتساب فیض

ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ قیام فرماتے اور حضرت والا نے بھی حسب حکم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں ہی رات گزاری، صبح کو چائے پیتے وقت اپنی چائے میں سے کچھ پی کر ارشاد فرمایا ”آج تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنی جھوٹی چائے مفتی محمود کو دیں“ اور یہ فرما کر چائے حضرت والا کو عنایت فرمانا چاہتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جلدی سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور خود بھی اس میں سے ایک گھونٹ پی کر اور اس کو دو آتشہ بنا کر حضرت والا کو عنایت فرمائی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں عنایات اور حضرات اکابر کی انہیں شفقتوں کی بنا پر ان تمام اکابر سے حضرت والا نے خوب اکتساب فیض کیا، ہر ایک کی صفات کو اخذ کیا جس کی وجہ سے گویا ان سب اکابر کی صفات کا مجموعہ جس کو عطر مجموعہ یا گلدستہ لکھائے رنگارنگ کا مصداق کہنا چاہئے، ہو گئے۔

خرقہ خلافت

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس ایک جبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا عنایت فرمایا ہوا تھا جس کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے روضہ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر تین روز تک رکھا تھا عنایت فرمایا۔

حضرت والا قدس سرہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

”حضرت نے جبہ (مسلح) مرحمت فرمایا تھا اور بہت

اہمیت کے ساتھ فرمایا تھا کہ یہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا ہے انہوں نے اس کو تین روز تک روضہ اقدس پر رکھا تھا اس کے بعد مجھے عنایت فرمایا، بہت بوسیدہ تھا میں نے اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگو الیا تھا، پس میں نے کبھی کبھی رمضان کے مہینہ میں اس کو پہن کر تنہائی میں دو رکعت پڑھی ہے اس کے بعد اٹھا کے رکھ دیا۔“

اس عطیہ شاہی کے بارے میں بجز اس کے کیا کہا جائے۔

تانا بخشد خدائے بخشدہ

یہ سعادت زور بازو سے نہیں۔ جب تک بخشنے والا خدا نہ بخشنے۔

اعتماد شیخ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو حضرت والا قدس سرہ پر اس درجہ اعتماد تھا کہ اپنے ذاتی اور خصوصی معاملات بلکہ قلبی کیفیات حتیٰ کہ سفر حرمین وغیرہ کے سلسلہ میں بھی حضرت والا قدس سرہ سے استخارہ کراتے، مشورہ لیتے اور اس پر حد درجہ اطمینان فرمایا کرتے۔

اخوان طریقت کے امیر

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے اکابر خلفاء نے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہ کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کیا اور طے کیا کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے مشورہ کے خلاف نہیں کریں گے اس سلسلہ میں حضرت مولانا منور حسین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم لطفی کٹیہار، بہار،

خلیفہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنا اور حضرت مولانا عبد الجبار صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مراد آباد و خلیفہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے ناکارہ کی موجودگی میں بعض بزرگوں کے خلفاء کے اختلاف کا تذکرہ آیا تو صحیح طور پر تو یاد نہیں البتہ اجمالاً یاد ہے کہ فرمایا۔

”تم لوگ مل جل کر کام کرتے رہو گے تو اختلاف پیدا نہیں کرو گے۔“

چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے کے بعد میں نے مولانا عبد الجبار صاحب سے کہا ”میں نے مفتی صاحب کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کر لیا ہے، انشاء اللہ ان کی رائے کے خلاف نہیں کروں گا۔“ مولانا عبد الجبار صاحب نے بھی غالباً فرمادیا کہ ”میں نے بھی انہیں امیر تسلیم کر لیا، انشاء اللہ خلاف نہیں کروں گا۔“

عشق الہی

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہ کے قلب مبارک کو بچپن ہی سے اپنی محبت کے لئے خاص فرمایا تھا، گویا آپ کا خمیر ہی عشق و محبت کے جوہر خاص سے گوندھا گیا تھا جو تمام اجزاء و عناصر سے زیادہ مقدار میں تھا اور یہ شعر حضرت والا قدس سرہ کے حسب حال تھا۔

۱۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اور ان کے خلفاء کرام ص: ۸۸ ج: ۲۔

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

حضرت والا قدس سرہ پر بچپن ہی سے وحدۃ الشہود کا غلبہ تھا کہ تمام کائنات کو حق تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات کا آئینہ سمجھتے تھے اور مخلوق کے ہر ذرہ سے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ہمارے اس دعویٰ پر حضرت والا قدس سرہ کی وہ حمد شاہد ہے جو بچپن میں حضرت والا کی زبان سے نکلی جس نے کیفیات قلب کی ترجمانی کر ڈالی۔

حمد

ساخت بہر دید حسن خویشتن مرآۃ الجمال
آدی و سبزہ زار و آسمان زر نگار
بے محابا دیکھنا ممکن نہیں ان کا جمال
لن ترانی کی صدائیں آرہی ہیں بار بار
نور مطلق کا ہے پر تو سب مجازی حسن پر
ورنہ کب ہے پیکر خاکی میں حسن تابدار
حسن عالم سوز کا جلوہ اگر مطلوب ہے
رہ خموش اور بند کر چشم سراپا انتظار

بچپن ہی میں حمد خداوندی کی شکل میں کچھ اشعار موزوں ہو کر ترجمان قلب بن جایا کرتے تھے، بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
ترے نور کا پر تو چار سو ہے

سمندر میں طوفان بن کر نمایاں
پہاڑوں کی چوٹی پہ تیرا علو ہے
کسی کی جستجو ہے اور میں ہوں
طواف کو بہ کو ہے اور میں ہوں
اور جس کے بچپن کا یہ حال ہو مجاہدات کے بعد اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔
حضرت والاقدس سرہ کا حال عشق خداوندی میں اس شعر کا مصداق ہے۔

گر مرا ہیچ نہ باشد نہ بد نیانہ بہ عقبی
چوں تو دارم ہمہ دارم و گرم ہیچ نباید
اگر دنیا و آخرت میں سے مجھے کچھ بھی نہ ملے تو کوئی پرواہ نہیں جب تو میرا
ہے سب کچھ مل گیا اب مجھے کچھ اور نہیں چاہئے۔
ایک صاحب کو والا نامہ میں تحریر فرمایا۔

مرادر دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد
میرے دل میں ایسا درد ہے اگر بیان کروں زباں جل جائے اور اگر خاموش
رہوں تو ڈر ہے کہ ہڈیوں کا گودا جل جائے۔

باوجودیکہ عشق و محبت میں جوش و خروش ہوتا ہے اور بے اختیارانہ ظہور ہوتا
رہتا ہے مگر حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو وہ ضبط تام اور اخفاء کامل کی دولت عطا
فرمائی تھی کہ اس کمال عشق و محبت کے باوجود ہمیشہ خموشی و سکوت کا پردہ ڈالے رکھا لیکن
بعض دفعہ ضبط و اخفا کی پوری کوشش کے باوجود آنکھ کے آنسو سوز دروں کو ظاہر کر دیا
کرتے تھے۔ بقول شاعر۔

می تو اں داشت نہاں عشق زمردم لیکن
زردی رنگ رخ و خشکی لب را چہ علاج
اور بعض دفعہ اشعار موزوں ہو کر قلبی کیفیات و جذبات کی ترجمانی کر دیتے،
چنانچہ ”نغمہ توحید“ جس میں پچاس سے زائد اشعار ہیں اور ہر شعر عشق خداوندی کا
آئینہ دار ہے اور اس میں بتایا ہے کہ جذب عشق ہر شئی کی فطرت سے ظاہر ہے اور عالم
کا ہر ذرہ عشق خداوندی سے مست و سرشار ہو کر ذکر خداوندی میں محو و مشغول ہے اور
”شاہد قدرت“ حضرت والاقدس سرہ کے اسی سے زائد اشعار کا مجموعہ ہے جس میں
بتایا گیا ہے کہ عالم کا ہر ذرہ حق تعالیٰ شانہ کے جلال و جمال قدرت و کمال کا مظہر
و آئینہ ہے، ان اشعار سے حضرت والاقدس سرہ کے عشق خداوندی میں کمال فنایت کا
پتہ چلتا ہے۔

قرآن سے عشق و تعلق

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے تعلق و محبت کا لازمی نتیجہ اس کی کتاب سے
عشق و محبت ہے چونکہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، عشق کے لئے اس دار دنیا
میں بجز کلام اللہ کے اور کوئی چیز تسلی کی نہیں کہ عشاق کو جب محبوب کا وصال نصیب نہیں
تو اس کے کلام اور نام سے ہی تسلی اور لذت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت والاقدس سرہ کے قلب میں عشق الہی کی جو قدیل روشن تھی اس کا
روغن آپ قرآن پاک سے ہی حاصل فرماتے تھے، مشہور ہے ”مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا
اَكْثَرَ ذِكْرُهُ“ جس کو جس شے سے تعلق ہوتا ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے،
حضرت والاقدس سرہ کو قرآن پاک سے وہ تعلق خاطر تھا کہ ہر وقت زبان مبارک پر
یہ اشعار ترجمہ و شرح کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔

قرآن پاک کی تلاوت جاری رہتی تھی سفر میں ہر وقت تلاوت کلام پاک کا محبوب ترین مشغلہ تھا، سہارنپور سے گنگوہ پیدل سفر فرمایا کرتے اور اس مسافت میں ۲۲۲۰ پارے ختم فرما لیتے۔

ایک لمبے عرصہ تک یومیہ تمام قرآن پڑھنے کا معمول رہا جس میں نصف قرآن نماز میں ہوتا تھا اور گھنٹوں نماز میں ایسی محویت ہوتی تھی گویا ”قرۃ عینی فی الصلوۃ“ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کی تفسیر سامنے آ جاتی تھی اور ”ارحنا بالصلوۃ یا بلال“ (بلال ہم کو نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ) کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا۔

حضرت والاقدس سرہ کی نماز دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ گویا حضرت والا قدس سرہ کا اس عالم سے رشتہ منقطع ہو کر محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کے ساتھ وصال کی نعمت سے سرشار ہیں۔ اخیر میں کثرت امراض اور ضعف شدید کی بنا پر جب کہ چلتے ہوئے چکر پر چکر آتے تھے کھڑے ہوتے ہوئے چکر آتے تھے مگر نماز میں وہی سکون اور اطمینان کی کیفیت رہتی تھی بلکہ نماز میں ایک نئی تازگی اور نیا نشاط حاصل ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا، سجدہ سے کھڑا ہونا پہاڑ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل نظر آتا ہے۔

مظاہر علوم و دارالعلوم میں بہت سے طلباء اذان پر مسجد میں پہنچ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، حضرت والاقدس سرہ ہمیشہ اذان فجر پر بعض دفعہ اذان سے قبل مسجد پہنچ جاتے اور اذان پر فجر کی سنت پڑھ کر تلاوت و تسبیح میں مشغول ہوتے اور طلباء کی تلاوت کلام پاک کی آوازوں سے دل و جان کو سرور بخشتے اور محظوظ ہوتے۔

طالبین و مسترشدین کو خصوصاً روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کی تاکید فرماتے، اور حفاظ کو کم از کم تین پارے نفلوں میں پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

خلوت و راجحمن

دیوبند سے دہلی تک پورا سفر بعض مرتبہ ذکر جہری میں گزر جاتا، رفقاء بھی سب ذکر میں مشغول ہو جاتے کسی کو کوئی جملہ بھی فرمانے کی نوبت نہ آتی گویا کسی دوسرے شخص کی موجودگی کا بھی احساس نہ ہوتا اور جلوت میں رہ کر بھی آپ خلوت میں رہتے غالباً اسی کو مشائخ کے یہاں خلوت و راجحمن سے تعبیر کرتے ہیں کہ سالک بظاہر مخلوق کے اور یہ باطن حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ رہے یعنی ہر حال میں متوجہ الی اللہ رہے۔ بقول خواجہ مجذوب علیہ الرحمہ۔

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا

ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

حضرت والاقدس سرہ کے اس شعر میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

فراق وصل کیا واں تو حضوری کا یہ عالم ہے

کہ لاکھوں کی مجالس میں بھی ہے خلوت گزریں ساقی

حضرت والا بظاہر مخلوق کے ساتھ ہوتے مگر بباطن ہمیشہ خالق و مالک تعالیٰ

شانہ کے ساتھ مشغول ہوتے رات کو جب فراغت ہو جاتی اور کامل یکسوئی میسر آتی

اپنے مالک کی یاد میں بلک کر رویا کرتے، قریب میں دوسرا سونے والا ہوتا اس

کے جاگنے کا اندازہ ہوتا تو بالکل خاموش ہو کر سوئے ہوئے بن جاتے۔

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہ کے قلب میں

اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی چنگاری رکھی تھی جس کی وجہ سے قلب

مبارک اس حرارت سے ہمہ وقت سوزاں و بریاں رہتا تھا، مگر حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو وہ قوت برداشت اور اخفا کا کمال عطا فرمایا تھا کہ ”دریا با فرو بردند و آروغ نمی آزند“ کا مقولہ پورے طور پر صادق آتا تھا، البتہ جب شعلہ عشق کی سوزش قلب و جگر کو کباب اور جسم ناتواں کو زیادہ بے تاب کرتی تھی تو بے اختیار محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے بیان میں اشعار موزوں ہو کر زبان سے نکلتے۔ اور کچھ سکون میسر آیا کرتا۔ چنانچہ ”گلدستہ سلام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام“ اور ”نعت محمود المقلب بہ وصف محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ اور ”ساقی نامہ“ (جو طبع ہو چکے ہیں) کا ایک ایک شعر شراب و شق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چھلکتا ہوا جام اور سوز دروں کا آئینہ دار ہے۔

اتباع سنت

حضرت والا قدس سرہ کے اندر اتباع سنت کا جو جذبہ اور شفقتی تھی اس کو اس شعر سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

رشتہ در گرد نم افکنده دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میری گردن میں دوست نے ایک رسی ڈال رکھی ہے۔ جہاں اس کی مرضی ہوتی ہے لے جاتا ہے۔

اتباع سنت میں حضرت والا کو گویا کمال فنائیت کا درجہ حاصل تھا۔ عبادات سے لے کر طبعی مرغوبات تک میں اتباع سنت کا پورا اہتمام رہتا تھا گویا سنت کے علاوہ نہ کسی چیز کی رغبت تھی نہ خواہش، خواہش و رغبت تھی تو سنت کی یہی آپ کے یہاں

اصل بزرگی اور ولایت کی نشانی تھی اور اتباع سنت کے بغیر بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضتوں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

عبادات میں آداب و سنن کا اہتمام

اس لئے حضرت والا قدس سرہ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ عبادت سے تعلق رکھتا ہو یا معاشرت سے قدم قدم پر سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی فرماتے تھے اور کسی حال میں بھی اس بارے میں سرمو فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر وقت با وضو رہنا عادت شریفہ میں داخل تھا۔ عبادت میں ہر ہر رکن میں آداب و سنن کا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے مثلاً نماز میں قیام و قرأت سنت کے موافق (کمال خشوع و خضوع کے ساتھ) اس کے بعد رکوع بھی موافق سنت سجدہ بھی موافق سنت ہر رکن میں پوری تعدیل اور ہر جز میں کامل سکون غرض کہ سنت و آداب و مستحبات کی پوری رعایت فرماتے۔

دعائے قنوت کے بعد درود شریف

ایک دفعہ حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مرحوم و مغفور مبلغ دارالعلوم دیوبند نے فرمایا ”فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے، یہ ثابت ہے۔“ حضرت والا نے فرمایا ”ثابت ہے نور الایضاح میں لکھا ہے۔“ مولانا نے فرمایا ”آپ پڑھتے ہیں۔“ حضرت نے فرمایا ”نور الایضاح جب سے پڑھی ہے برابر پڑھتا ہوں۔“

وضو میں ایک خاص ادب

حضرت والا قدس سرہ ان آداب و سنن پر بھی پابندی سے عمل فرماتے

تھے جن کی طرف عموماً نظر بھی نہیں جاتی، مثلاً وضو میں حضرت والا کو ہمیشہ دیکھا کہ ہاتھ دھوتے وقت ہاتھوں پر انگلیوں کی طرف سے کہنی کی طرف پانی ڈالتے ہیں کہنی سے انگلیوں کی طرف کو نہیں، فقہانے اس کو افضل اور مستحب فرمایا ہے ”السی المرافق“ سے استدلال کرتے ہوئے اسی طرح پیر دھوتے وقت ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے کہ انگلیوں کی طرف سے ایڑی کی طرف کو پانی ڈالا کرتے تھے کہ فقہانے اس کو مستحب فرمایا ہے۔ ”وارجلکم الی الکعبین“ سے استدلال کرتے ہوئے معذوری کے بعد جب کہ خدام ہی وضو کراتے تھے تب بھی حضرت والا اس کا اہتمام فرماتے کسی ناواقف خادم نے اگر اس کے خلاف کیا تو فوراً ہاتھ یا پیر ایک طرف ہٹا لیا اور فرمایا کون ہے، اس جملہ سے اس خادم کو تنبیہ مقصود تھی۔

حوض سے وضو کا اہتمام

جس جگہ حوض ہوتا، حضرت والا حوض سے وضو کرنا پسند فرماتے، چونکہ فقہانے اس کو افضل فرمایا ہے۔ مظاہر علوم کے قیام کے دوران نیز دارالعلوم دیوبند میں جب احاطہ مسجد میں قیام تھا، نیز جامع العلوم کانپور میں قیام کے زمانہ میں عموماً حوض سے وضو فرماتے، انتہائی کمزوری کی حالت میں ایک دفعہ جامعہ محمودیہ میرٹھ تشریف آوری ہوئی خدام قیام گاہ پر ہی وضو کراتے تھے فجر سے قبل بعض خدام سے فرمایا تم نے یہاں حوض دکھایا ہی نہیں چلو حوض دیکھیں گے، دو تین خدام پکڑ کر حوض پر لے گئے حوض پر آتے جاتے کئی مرتبہ چکر بھی آیا مگر حوض دیکھنے کے بہانے حوض پر تشریف لے گئے اور وضو فرمایا۔

ترک سنت پر تنبیہ

اتباع سنت پر اظہار مسرت کے ساتھ ہی کسی خادم یا متعلق کے عمل میں سنت کی مخالفت کا احساس ہوتا تو اس پر اظہار ناراضگی بھی فرماتے دسترخوان پر موجود ایک شاگرد اور منتسب عالم دین نے کھانے کے دوران پانی کی ضرورت پیش آنے پر بائیں ہاتھ سے پانی کا پیالہ لیا اور داہنا ہاتھ پیالے کے نیچے لگا کر پانی پی لیا اس پر حضرت نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا ”کیا دایاں ہاتھ نہیں تھا۔“ انہوں نے عرض کیا ”حضرت داہنے ہاتھ پر کھانا لگا تھا، پیالہ خراب ہو جاتا۔“ آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا ”کیا پیالہ سنت سے زیادہ قیمتی ہے۔“

بائیں ہاتھ سے پانی پینے پر تنبیہ

ایک مولوی صاحب جو حضرت کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے وہ یہ کہ پانی کبھی بائیں ہاتھ سے نہیں پیتا اس لئے کہ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ کے قیام مظاہر علوم کے دوران میں کھانے میں حضرت کا شریک تھا میں نے بائیں ہاتھ سے پانی پی لیا، حضرت قدس سرہ نے دیکھ کر نرمی سے سمجھایا فرمایا ”کہ بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا کرتے، دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے۔“ اس کے بعد ایک موقع پر پھر ایسا اتفاق ہو گیا تو حضرت نے پھر نرمی سے سمجھایا، تیسری بار جب ایسا ہوا تو حضرت نے زور سے ایک چپت رسید کیا جس کی بنا پر اس کے بعد میں نے کبھی بائیں ہاتھ سے پانی نہیں پیا جب کبھی بھول سے بائیں ہاتھ میں گلاس لیتا ہوں تو فوراً حضرت کا چپت یاد آ جاتا ہے، اس لئے منہ تک جانے سے پہلے ہی گلاس دائیں ہاتھ میں آ جاتا ہے۔

عزیمت ہی عزیمت

حضرت والا کا معمول ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنے کا ہی رہا ہے ہر موقع پر رخصت کے بجائے عزیمت کا پہلو ہی اختیار فرماتے تھے نماز میں، روزہ میں، حج میں، معاشرتی امور اور معاملات میں عزیمت کا وہ پہلو اختیار فرماتے جس کو انجام دینے میں جوان سے جوان اور بڑے سے بڑے دل گردہ والا انسان بھی ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے سنن و مستحبات کا اہتمام کامل احتیاط ہر شعبہ میں تقویٰ اور ورع کے اعلیٰ درجہ کا التزام حضرت والا کی زندگی کا وہ اہم باب ہے جس کی مثال صرف اسلاف کی زندگیوں ہی میں مل سکتی ہے، اس سلسلہ کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

نماز میں گرنے سے کو لہے کی ہڈی میں ضرب

انتہائی ضعف و نقاہت کے باوجود جب کہ کھڑا ہونا انتہائی مشکل تھا بار بار چکر آ کر گر پڑتے، مگر ایسی حالت میں بھی ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس کی وجہ سے ایک روز نماز فجر میں گر پڑے، ہڈی میں ضرب آئی حرکت تک کرنا دشوار ہو گیا آپریشن کرانا پڑا ایک مدت تک ہسپتال میں رہنا پڑا، اس سے بڑھ کر عمل بر عزیمت کی شکل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنی جان، اپنی زندگی تک کی پروا نہ کی جائے اس کو کمال عشق اور کمال فنائیت ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

تنخواہ مدرسہ کی واپسی

دوسری جگہوں سے بڑی تنخواہوں کی پیشکش کے باوجود قلیل اور معمولی تنخواہ پر گزارا فرمایا اور اخیر میں جب دارالعلوم تشریف لائے تو مدرسہ سے تنخواہ وصول فرماتے (تا کہ نفس کو اس خیال کا موقع نہ ہو کہ تنخواہ نہیں لیتے) اور اپنی طرف سے مزید کچھ ملا کر

مدرسہ میں جمع فرماتے اس کے باوجود مدرسہ کی جانب سے جو کام سپرد کیا جاتا اس میں کمی تو کجا اس کی ایسی پابندی فرماتے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

مدرسہ کی چیز استعمال کرنے سے احتراز

مدرسہ کی کوئی چیز استعمال کرنا ہرگز گوارہ نہیں تھا اگر بحجوری استعمال کرنا پڑتی تو کسی بہانہ سے کچھ رقم اس کے بقدر بلکہ اس سے کچھ زائد ہی ضرور مدرسہ میں داخل فرمادیتے۔

بعض مدارس میں کسی ختم و افتتاح کے موقع پر یا اس کے علاوہ ارباب مدرسہ کے اصرار پر تشریف لے جانا ہوتا، اور ارباب مدرسہ ضیافت کرتے، اور اس میں مدرسہ کا پیسہ صرف ہوتا، حضرت والا کا معمول تھا کہ کچھ رقم اس مدرسہ میں ضرور عنایت فرماتے، جو ضیافت کے اخراجات سے کئی گنا زیادہ ہوتی۔

آنکھ کا آپریشن بحکم شیخ

آنکھ میں موتیا تر آنے کی وجہ سے بینائی جاتی رہی، حضرت والا آپریشن نہ کرانے پر مصر تھے اور لوگوں کے اصرار کرنے پر ارشاد فرماتے کہ آنکھوں کے لینے پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے میں اس کو کیوں ضائع کروں اور آپریشن کی صورت میں کچھ دن نمازیں اشارہ سے پڑھنا پڑتی ہیں سجدہ نہیں کر سکتے اس کو کیوں برداشت کروں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے حکم فرمایا اولاً تب بھی معذرت ہی کی اور یہ جواب دیا اور عرض کیا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے آپریشن نہیں کرایا اور لوگوں کے اصرار پر فرمایا کہ آنکھوں کے لینے پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے میں اسے کیوں ضائع کروں اس پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

نے فرمایا میں تو اپنی آنکھوں کا کام بھی آپ کی آنکھوں سے لیتا ہوں اس کے بعد حضرت قدس سرہ نے آنکھیں بنوائیں اور آپریشن کے بعد آنکھوں میں روشنی آجانے پر فرمایا اس کی تو مسرت ہے ہی آنکھوں میں روشنی آگئی مگر اس سے زیادہ مسرت اس کی ہے کہ شیخ کے حکم کی تعمیل ہوگئی۔

اصلاح امت کی فکر

اسی قلبی شفقت و محبت و رافت و رحمت کا اثر ہے کہ حضرت والا کے قلب مبارک میں اصلاح امت کا جذبہ ہمہ وقت موجزن رہتا تھا اور امت کی بد اعمالیوں، بد اخلاقیوں میں مبتلا ہونے سے آپسی اختلاف و انتشار لڑائیوں، جھگڑوں کی وجہ سے حضرت والا قدس سرہ کی بے کلی و بے چینی شدید سے شدید تر ہو جاتی اور معلوم ہوتا کہ اصلاح کا جذبہ قلب و دماغ اور جسم کے تمام اعضاء و اعصاب پر مستولی ہو گیا ہے اور وہ حال ہے جو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

شعلہا آخر زہر مویم و مید

از رگ اندیشہ ام آتش چکید

آخر میرے ہر بال سے بہت سے شعلے چمکے اور میرے اندیشہ کی آگ سے آگ ٹپک پڑی۔

اس دھن اور تڑپ نے حضرت والا کو مدت العمر بے قرار رکھا اور شب و روز کا کوئی لمحہ اصلاح امت کی فکر اور سوچ سے خالی نہیں رہا۔

عظیم کارنامہ

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا عظیم کارنامہ رجال سازی ہے

حضرت والا قدس سرہ کے ذریعہ مفتیان کرام، مشائخ حدیث کی بڑی جماعت تیار ہوئی الحمد للہ ملک اور بیرون ملک بڑے مدارس میں حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کے تلامذہ حدیث و افتاء تزکیہ و اصلاح نفس، دعوت و تبلیغ فرق باطلہ کی تردید و تعاقب کی اہم خدمات دینے میں مشغول ہیں۔

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت نور اللہ مرقدہ کا ایک عظیم کارنامہ فتاویٰ محمودیہ کی ترتیب و اشاعت ہے جس میں فقہ حنفی کا تمام ذخیرہ مدلل طریقہ پر اکتیس جلدوں میں جمع ہو گیا ہے جس سے آج تمام دنیا کے مفتیان کرام علماء عظام اور طلبائے گرامی اور عوام و خواص رہنمائی حاصل کر رہے ہیں اور مستفیض ہو رہے ہیں ”فالحمد لله على ذالك“

وفات

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۹۶ھ کے بعد شب سہ شنبہ میں بروز دوشنبہ جنوبی افریقہ میں وفات فرمائی، اور وہیں مدفون ہوئے۔

”انا لله وانا اليه راجعون“

تاریخ وفات

مفتی محمود حسن نور اللہ مرقدہ

۱۴۱۷ھ

سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔



ابتدائیہ

﴿طبع اول﴾

حضرت مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب مرحوم

نصہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم: اما بعد

بیسویں صدی کے اس پرفتن دور میں جب کہ حیوانیت عریاں رقص کر رہی ہے اور جگہ جگہ انسانیت کی قتل گاہیں تعمیر ہو رہی ہوں۔ بھلا کیا یہ گمان کیا جاسکتا تھا کہ انگلستان میں جہاں نئی تہذیب کی حیرت انگیز ترقیات اور دولت کی فراوانی نے لوگوں کو دین کے نام تک سے نا آشنا اور وجود باری تعالیٰ سے منکر ہی نہیں الحاد و زندقہ ہی متاع زندگی ہو۔ وہاں کے لندن جیسے شہر میں سیکڑوں طالب علم قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول ہوں گے، جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم ہوں گے، مسجدیں آباد ہوں گی بلکہ خانقاہوں کی بنیاد پڑے گی اور اصلاح نفس کی طرف عمومی توجہ ہوگی اور ایک دارالعلوم کی بنیاد بھی پڑے گی۔

حیرت و مسرت سے یہ خبر سماعت فرمائیے کہ لندن میں شیخ العرب والعجم قطب وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم محدث سہارنپوری مہاجر مدنی کے ارشاد سے حضرت موصوف کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ نے دارالعلوم کی بنیاد رکھی ہے اور اس سے الحاق شدہ

سیکڑوں مکاتب کا اجراء فرمایا ہے جس کے اثرات وہاں کے رہنے والے سیکڑوں مسلمانوں ہی پر نہیں پڑ رہے بلکہ غیر مسلم تک داخل اسلام ہو رہے ہیں۔ اور عمومی طور پر دینی رجحان بڑھ رہا ہے مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ کی مساعی دیکھ کر بے اختیار زبان پر آ جاتا ہے۔

ہولی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ خدائے پاک مولانا موصوف کے فیوض و برکات کو عام و تمام فرمائے اور دارالعلوم کو خوب خوب ترقیات سے نوازے اور زمانہ کے ہر قسم کے شر و فتن سے محفوظ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

سیدی و مولائی حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ نے دارالعلوم لندن دیکھنے اور معائنہ فرمانے کا اصرار کیا ساتھ ہی حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو لندن تشریف لے جانے کی سفارش پائی، حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم مولانا موصوف نیز حضرت اقدس شیخ الحدیث زید مجدہ کے ارشاد کی تعمیل میں دارالعلوم کے معائنہ کے لئے لندن تشریف لے گئے۔

حضرت اقدس مفتی صاحب دامت فیوضہم کی فارسی نظم کی قادر الکلامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا موصوف نے لندن کے دوران قیام حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہ نے حضرت مفتی صاحب سے درخواست کی کہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہم کے اوصاف عالیہ منظوم بیان فرمائیں حضرت مفتی صاحب نے موصوف کی درخواست پر شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے پاکیزہ

اوصاف فارسی میں نظم فرمائے۔ انہیں اشعار کا ترجمہ اور تشریح بسط و تفصیل کے ساتھ ہمارے محترم مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مدرس دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ نے فرمایا ہے۔ مولانا موصوف نے بڑے اہتمام سے ہر چیز کا ماخذ اور حوالہ بقید صفحہ تحریر فرمایا۔ خدائے پاک ان کے علم و عمل اخلاص و للہیت میں برکت نصیب فرمائے اور دینی خدمات کی مزید توفیق سے نوازے۔ آمین۔

اس مجموعہ میں حضرت شیخ مدظلہ کے علاوہ دیگر اکابر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مراقدہم اور سلاسل اربعہ کے صاحب سلسلہ مشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بہا الدین نقشبندی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مراقدہم کا تذکرہ اور فرقہائے ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ کی بحث، غوث و ابدال کی تحقیق فن تصوف کی بعض اصطلاحات کا بیان بھی آگیا ہے، اس طرح یہ مجموعہ بیش بہا نادر معلومات کا خزانہ ہو گیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب متالا مدظلہ کے اصل محرک کتاب کے وہی ہیں۔ نیز حضرت اقدس مفتی صاحب، مدظلہ کے جن کے نتیجہ فکر کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ جن کے اوصاف عالیہ کا یہ مرقع پیش خدمت ہے نیز مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کے حق میں جنہوں نے فارسی اشعار کا ترجمہ و تشریح کر کے سہل الوصول بنایا۔ دعاء فرمائیں کہ خدائے پاک ان اکابر علماء اور شیوخ کا ملین کے سایہ کو ہمارے سروں پر عفت و عافیت کے ساتھ قائم و دائم رکھیں اور ان کے فیوض عالیہ سے ہمیں مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

مولانا مفتی محمد فاروق صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ سیدی مولائی حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری مہاجر مدنی دامت برکاتہم کے خلفاء مجازین کو بھی فارسی میں نظم فرمایا جس کی اشاعت حضرت شیخ کی اجازت پر موقوف ہے اجازت کے بعد انشاء اللہ جلد ہی شائع کئے جائیں گے۔ خدائے پاک تمام حضرات کی سعی کو قبول فرما کر ماجور فرمائیں اور ہم سب کو اس سے سبق لینے، اپنی استعداد بھر اپنی زندگیوں میں اتار لینے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یا رب العلمین۔ فقط

بندہ ظہیر الاسلام غفرلہ

۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

مطابق ۴/ اگست ۱۹۷۹ء

بروز شنبہ مسجد چھتہ دیوبند



پیش لفظ

مختصر تذکرہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ

نصہہ ونصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد

ولادت باسعادت

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شب پنج شنبہ گیارہ بجے تراویح کے دوران مشہور ”مردم خیز“ قصبہ کاندھلہ کے اس خاندان مشائخ میں (جو دو تین صدی سے زائد مدت سے علم و عمل کا مرکز و مسکن بنا ہوا ہے اور جہاں سے علم و معرفت کے دریا اکناف عالم میں بہے اور جہاں سے بڑے بڑے اتقیا، اذکیاء، اولیاء، صلحا، فضلا پیدا ہوئے اور نجوم ہدایت بن کر دنیا کو صراط مستقیم دکھائی، جس خاندان کا فیض دنیا کے چپے چپے پر پہنچا وہ خاندان جس کا پورا ہند نہیں بلکہ پورا عالم مرہون احسان ہے) ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا جسے بدر کامل بن کر علمی دنیا میں چمکنا اور ہزاروں لاکھوں راستہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھانا تھا، جس نے جب اس دنیا میں آنکھ کھولی تو اپنے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی شکلیں صورتیں چلتی پھرتی دیکھیں اور وہ ماحول پایا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ماحول کے بہت مشابہ تھا، سب سے پہلے وہ گود ملی جس کے لئے علامہ وقت رشیدی علوم و معارف کے محافظ و نگہبان یعنی حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ نے بڑی دعائیں کی تھیں، آپ بیتی نمبر ۴ ص ۱۳۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

والدہ صاحبہ

یہ تو مجھ سے بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ فرمایا کہ تیری خالہ کے انتقال کے بعد اس کے حسن صورت حسن سیرت کی وجہ سے تیری والدہ کے نکاح کے لئے بہت ہی دعائیں کیں اور بڑی ہی کوششوں سے تیری والدہ سے نکاح ہو۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیسی خدا ترس متقی و پرہیزگار ہوں گی، یہ تو والدہ صاحبہ کا حال ہوا، دادی صاحبہ کا حال حضرت مولانا عاشق الہی صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں سنئے۔

دادی صاحبہ کے معمولات

مگر ہاں مولانا محمد تکی صاحب نے ان کی بیٹی یعنی اپنی والدہ کے معمولات ایک مرتبہ بیان فرمائے جن کو سن کر میں تو حیران رہ گیا کہ عورت تو عورت ہی ہے، اگر باہمت مرد بھی سال دو سال اس کا نباہ کر لے تو بڑی مردانگی ہے، پھر صاحب اولاد عورت اور امور خانگی کی سرپرست منتظمہ کا آخر عمر تک اس پر مواظبت کرنا تو استقامت کا وہ بڑا نمونہ ہے جس سے نہ دیکھنے والوں کو ان کے نانا مولانا مظفر حسین صاحب کی استقامت و عبادت و زہد و قناعت اور خوف و خشیت کا پتہ چلتا ہے۔ اور وہ معمولات روزمرہ کے یہ ہیں۔

درود شریف پانچ ہزار، اسم ذات اللہ پانچ ہزار، ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ انیس سو، ”یا مغنی“ گیارہ سو، ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ گیارہ سو، ”اللہ الصمد“ گیارہ سو، ”لا الہ الا اللہ“ بارہ سو، ”یا حی یا قیوم“ دو سو، ”حسبی اللہ ونعم الوکیل“ پانچ سو، ”سبحان اللہ“ دو سو، ”الحمد للہ“ دو

سو، ”لا الہ الا اللہ“ دوسو، ”اللہ اکبر“ دوسو، استغفار پانچ سو، ”افوض امری الی اللہ“ سو، ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ سو، ”رب انی مغلوب فانتصر“ سو، ”رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین“ سو، اور ”لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین“ سو مرتبہ، اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول تھا کہ اور وہ حافظہ قرآن تھیں، اور مانع نسوانی حائل نہ ہوتا تو ہر ہفتہ قرآن مجید ختم کر لیتی تھیں ”فرحمہا اللہ رحمۃ واسعۃ“ ”مشائخ کاندھلہ“ میں یہ معمولات لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ چالیس پارہ روزانہ پڑھتی تھیں آپ رمضان المبارک ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئیں اور بروز چہار شنبہ ۲۷ شعبان ۱۳۳۶ھ کو کاندھلہ میں وفات پائی^۱ بی بی امۃ الرحمن عرف امی بی (حضرت مولانا محمد یحیی صاحب و مولانا محمد الیاس صاحب کی حقیقی نانی ہوتی تھیں) کے حالات حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد تکی صاحب کی نانی صاحبہ امی بی کے معمولات

حضرت امی بی صاحبہ کا یہ بڑھاپے کا زمانہ تھا بینائی جاتی رہی تھی، اس لئے گھر کا کام و کاج سب چھوڑ دیا تھا، اور پلنگ اور چوکی ان کی آرام گاہ اور نشست گاہ تھی، بیشتر وقت نماز میں گذرتا تھا، اور نماز اتنی طویل ہوتی تھی کہ شروع ہونے کے بعد کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی، معمول تھا کہ سورج نکلنے کے بعد اشراق کی نماز شروع ہوتی تھی، نماز اشراق کے ختم ہونے کے تھوڑی دیر بعد چاشت کی نماز شروع ہو جاتی تھی، پھر کھانا کھا کر آرام فرماتی تھیں، اول وقت ظہر کی نماز شروع کرتیں اور اس کے اختتام پر عصر

۱۔ تذکرۃ الخلیل ص ۹۵، ۹۶۔ ۲۔ حالات مشائخ کاندھلہ ص ۱۲۷۔

کا وقت قریب ہوتا تھا، غرض نمازوں کے درمیان بہت کم وقت بچتا تھا، اور جو وقت بچتا تھا اور ادو وظائف میں گذرتا تھا یا کچھ دیر آرام فرماتی تھیں اور یہی روزانہ کا معمول اور دستور تھا، نماز شروع کرنے کے بعد پھر وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتی تھیں اور محویت و استغراق میں کسی بڑے سے بڑے حادثہ کی بھی خبر نہ ہوتی تھی،

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے۔

کہ میں نے امی بی کی نماز کی جھلک حضرت گنگوہیؒ کی نماز میں دیکھی، اور بس پانی کی گھڑیا پاس میں رکھی رہتی تھی، اور ہر نماز کے بعد اس میں پھونک مارا کرتی تھیں جس کو حاجت مند لوگ لے جاتے تھے اور دن بھر آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، وہی پانی ہر مرض کی دوا تھا اور ہر مریض کے لئے پیغام شفا تھا، فرماتی تھیں کہ مجھے باوا جی نے سات سال کی عمر میں خود بیعت کیا اور نوافل مسنون اور ادو وظائف مسنون بتلائے اور رمضان المبارک میں گھر کے گوشہ میں اعتکاف میں بٹھایا اس کے بعد سے میں آج تک ان کی پابند ہوں۔

سادہ لباس اور موٹا کپڑا پہنتی تھیں اور جو کچھ کھانے کے لئے لا کر رکھ دیا جاتا تھا اسی کو تناول فرمایا کرتی تھیں اکثر یہ ہوتا تھا جب کھانا آتا تو نماز میں مشغول ہوتیں، کھانا ان کے پاس رکھ دیا جاتا تھا، جب کبھی نماز سے فارغ ہوتیں تو جس حالت میں ٹھنڈا یا گرم کھانا ہوتا ویسا ہی حسب خواہش کھا لیتی تھیں اور اگر کوئی کھانا رکھنا بھول جاتا تھا، تو وہ خود بھی کھانا بھول جاتی تھیں اور کبھی از خود کھانا نہ مانگتی تھیں اور فرمایا کرتیں کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ سے میری بھوک اور پیاس جاتی رہتی ہے۔

زہد و تقوی کا یہ حال تھا کہ کبھی والد صاحب اور تایا صاحب اور ماموں صاحب کی آمدنی کا پیسہ نہ کھایا اور نہ اپنے کام میں لگایا کہ انگریزی ملازمت کا پیسہ

مشتبہ مال ہے اپنا گذر صرف اس آمدنی پر کرتی تھیں جو والد بزرگوار اور خاوند سے ترکہ میں ملی تھی۔ اور جو کچھ یہ صاحبان دیتے تھے صدقہ و خیرات کر دیتی تھیں۔

داد و دہش اور جو دوسخا کا یہ عالم تھا کہ اگر قارون کا خزانہ بھی ان کے سامنے ڈال دیا جاتا تو شام تک بے دریغ خرچ کر ڈالتیں ہمیشہ کا معمول تھا کہ گہروں سے بھرا ہوا تسلا پلنگ کے نیچے رکھا رہتا تھا اور جو بھی غریب آتا تو اس میں سے حسب ضرورت دیا جاتا جب خالی ہو جاتا تو اور بھروالیا جاتا تھا۔ آخر زمانہ میں جب گھر والوں نے اس کو بند کر دیا اور فضول خرچ سمجھا تو دن بھر حسب عادت خالی دو ہتھ دیتی رہتی تھیں گویا اناج لے کر کسی کو دے رہی ہیں اس انتظام کے بعد سے گھر کی خیر و برکت جاتی رہی اور برابر آمدنی گھٹتی ہی رہی ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۸ جون ۱۹۲۲ء بروز یک شنبہ وفات پائی۔ رحمہا اللہ رحمة واسعة۔

انتقال کے بعد وہ کوٹھری جس میں ان کا قیام رہتا تھا اور اس خیال سے کہ پانچخانہ پیشاب کی بدبو کی وجہ سے متعفن ہوگی بند کر دی گئی تھی۔ اس کو کھولا گیا تو ایک خاص قسم کی خوشبو اور مہک محسوس ہوئی جو ہفتوں تک باقی رہی۔

مولانا اکبر صاحب کاندھلوی کی بیٹی کے حالات کے ذیل میں مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

خالہ صاحبہ بڑی دین دار متقی پرہیزگار صاحب فضل و کمال با خدا بی بی تھیں اور فہم و فراست اور ذکاوت و ذہانت میں ممتاز تھیں۔ علمی حقائق و دقائق بے تکلف بیان فرمایا کرتی تھیں پوری صحاح ستہ اور ہدایہ اور در مختار اپنے چچا مولانا محمد سلیمان صاحب سے پڑھی تھیں۔ علمی ذوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بلا ناغہ روزانہ کتب بینی کا معمول تھا

جو آخر تک جاری رہا۔ وظائف و اوراد اور اپنے معمولات کی پابندی مزید برآں۔

مولانا اکبر علی صاحب کی صاحبزادی صاحبہ

ایک دفعہ مجھے دہلی سے تقاضہ سے بلوایا اور فرمایا کہ میں سخت پریشان ہوں۔ مجھے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے پاس تھانہ بھون لے چل۔ تھانہ بھون پہنچ کر ایک عزیز کے یہاں قیام کیا اور مولانا کو بلوایا وہ وقت مولانا کی مجلس عام کا وقت تھا۔ مگر حضرت فوراً تشریف لائے۔

خالہ صاحبہ نے عرض کیا کہ حضرت میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ میرے لطائف ستہ جاری تھے جو بند ہو گئے حضرت نے تھوڑی دیر سکوت اور مراقبہ کے بعد فرمایا بھگت اللہ بند نہیں ہوئے مگر کثرت مداومت کی وجہ سے اب ان کا احساس نہیں رہا۔ آپ فکر ہرگز نہ کریں۔ اسکے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کے ساتھ آٹھ روز تک ان کو ٹھرایا اور مستورات میں متعدد وعظ خالہ صاحبہ سے کہلوائے جن کا خود حضرت انتظام و اہتمام فرماتے تھے اور ہر وعظ کے بعد اسکی روداد معلوم کراتے تھے۔

زہد و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ابتدائی زمانہ میں ایک مرتبہ تایا صاحب اپنے شوہر کے ہمراہ ملازمت پر گئیں تایا صاحب کی آمدنی میں انہیں کچھ کراہیت محسوس ہوئی تو اپنے ہمراہ جو مسور کی دال لائی تھیں۔ پورے چھ مہینے اسی پر گزار دیئے تھوڑی سی دال روزانہ اباتی تھیں اور کھا لیتی تھیں یہی روٹی تھی اور یہی سالن اور یہی ساری غذا۔ حالانکہ تایا صاحب کے لئے انواع و اقسام کے کھانے تیار کرتی تھیں۔ اس لئے کہ تایا صاحب کے یہاں مہمان داری کا زور تھا مگر خود نہ چکھتی تھیں۔ چھ ماہ کے بعد وہ مسور کی دال بھی ختم ہو گئی تو ایک دن گھر کی نوکرانی نے سارا روز تایا صاحب پر کھول دیا اور کہا کہ میاں تحصیل دار تحصیل دارنی سے نہ کہنا وہ ناراض ہوں گی۔ لیکن اگر یہی حال رہا تو

وہ ہلاک ہو جائیں گی تا یا صاحب کو جب یہ حقیقت حال معلوم ہوئی تو ان کو کاندھلہ پہنچا دیا اور پھر کبھی ملازمت پر نہیں لے گئے۔ اس میں تقویٰ سے زیادہ بڑا کمال یہ تھا کہ کبھی اس کو خاوند پر ظاہر نہ کیا کہ مبادارنج واذیت کا باعث ہو اور پورے نشاط کے ساتھ یہ عرصہ دراز گزار دیا۔

اسی خاندان کی مستورات کا حال حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاندان کی مستورات کا حال

گھر میں بیبیاں عام طور پر نوافل میں اپنے اپنے طور پر قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اور عزیز مردوں کے پیچھے تراویح و نوافل میں سنتی تھیں۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی عجیب بہار رہتی۔ گھروں میں جا بجا قرآن مجید ہوتے اور دیر تک اس کا سلسلہ جاری رہتا۔ عورتوں کو علم کا اتنا ذوق تھا کہ قرآن مجید پڑھ پڑھ کر مزہ لیتیں اور نماز کے بعد اپنے اپنے مقامات کا ذکر کرتی تھیں۔ نماز میں ایسی محویت اور استغراق تھا کہ بسا اوقات بعض بیویوں کو گھر میں پردہ کرانے اور کسی حادثہ وغیرہ میں لوگوں کے آنے جانے تک کا احساس نہ ہوتا۔ قرآن شریف مع ترجمہ وارد و تفسیر مظاہر حق مشارق الانوار، حصن حصین یہ عورتوں کا منتہیا نہ نصاب تھا۔ اس خاندان کا یہ عام رواج تھا اس وقت گھر باہر اور اندر کی مجلسیں اور صحبتیں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قصوں اور چہ چوں سے گرم تھیں ان بزرگوں کے واقعات مردوں اور عورتوں کی زبان پر تھے مائیں اور گھر کی بیبیاں بچوں کو طوطے مینا کے قصوں کے بجائے یہی روح پرور واقعات سناتیں الخ۔

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت ص ۳۱)

ایسے روح پرور ایمان افزا نورانی خاندان کے بارے میں یہ شعر پڑھنا بالکل برخل ہے۔

ایں سلسلہٴ طلائے ناب است

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

یہ ایک سونے کی زنجیر ہے یہ گہرانہ تمام ہی آفتاب ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضری

اسی خالص دینی علمی ماحول میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ڈھائی سال گزرے مگر چونکہ اس نومولود بچہ کو مستقبل قریب میں قطب الارشاد ہونا تھا اس لئے ضروری تھا کہ کچھ وقت قطب الارشاد کی خدمت اور صحبت میں بھی گزرے اور ”التَّعْلِيمُ فِي صِغَرِهِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ“ الحدیث مشہور حدیث ہے چنانچہ اس وقت سے زیادہ موزوں اور کون سا وقت ہو سکتا تھا کہ مستقبل قریب میں بننے والا قطب الارشاد موجودہ قطب الارشاد کے صفات و کمالات کو اپنے اندر جذب کرے اور دوسرے وقت میں اس کا ظہور ہو اس لئے خالق ارض و سماء، رازق انس و جن نے اس سعید اڑلی و رخشاں ستارہ کو اس میں قطبیت کی شان و صلاحیت پیدا کرنے کے لئے گنگوہ ۳۱۸ھ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ محدث گنگوہی کی خدمت بابرکات میں پہنچا دیا۔ محدث گنگوہی قدس سرہ کی جو ہر شناس دور بین بصیرت نے بھانپ لیا۔ کہ یہ کیا کچھ ہونے والا ہے۔

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

اس کے سر پر بچپن ہی سے بلندی کا ستارہ چمکتا تھا۔

اور حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ سے غایت درجہ تعلق کی وجہ سے وہ پیار و محبت اور شفقتیں ارزانی فرمائیں کہ جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

حضرت گنگوہیؒ کی شفقتیں

آپ بیتی میں حضرت شیخ دام مجددہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت قدس سرہ چارزانوں تشریف فرما ہوتے اور یہ بے ادب بدتمیز گستاخ حضرت قدس سرہ کے دونوں گھٹنوں پر ایک ایک پاؤں رکھ کر حضرت قدس سرہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر لپٹ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔^۱

آپ بیتی میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی شفقتوں کے متعدد واقعات تحریر فرمائے ہیں، ولی کامل میں مفتی عزیز الرحمن نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے نقل کیا ہے۔

میرے سینے پر بابا جی قدس سرہ پر بہت مرتبہ حضرت گنگوہی خفا ہوئے۔^۲

غرض کہ محدث بے مثال ”قطب الاقطاب“ حضرت گنگوہی کے سایہ عاطفت اور دامن شفقت میں آپ کا نشو و نما ہوا اور محبت و شفقت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پر فضا و پرسکون ماحول میں تقریباً پانچ ساڑھے پانچ برس گزرے تھے کہ ۱۳۲۳ھ میں جب کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آٹھ برس کی عمر تھی۔

۱۔ آپ بیتی ص ۷۷، جمع القوائد ص ۲۳۱۔ ۲۔ ولی کامل ص ۱۱۳۔

قطب الاقطاب ساقی علوم و معرفت اور آفتاب علم و ہدایت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ لیکن آپ اسی دینی علمی ماحول میں جس کی نظیر اس زمانہ میں کسی اور جگہ نہ تھی تیرہ برس کی عمر تک رہے۔



والد ماجد حضرت مولانا محمد تکی صاحب

قدرت نے باپ بھی وہ عطا فرمایا تھا جو رشیدی علوم و معارف کا امین و محافظ امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خادم خاص اور کاتب خطوط و فتاویٰ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت گنگوہی قدس سرہ کو اس طرح تعلق خاطر تھا کہ اگر تھوڑی دیر نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ ”مولوی تکی تو میری آنکھیں ہیں“ ایک مرتبہ کسی کام میں ذرا دیر لگ گئی تو حضرت نے کئی بار پکارا پھر فرمایا خدا جانے کہاں بیٹھ رہے آخر جب آئے تو حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

مت آئیو او وعدہ فراموش تو اب بھی

جس طرح کٹا روز گذر جائے گی شب بھی

جس خاندان کا اوپر ذکر کیا گیا آخر اسی نورانی خاندان، علمی دینی گہوارہ میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ ذکاوت و ذہانت، تقویٰ و طہارت گویا گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔

چھ ماہ ہر روز ختم کلام پاک

جب بولنا شروع کیا تو پاؤ پارہ حفظ تھا سات برس کی عمر میں مکمل حفظ کلام پاک کر لیا تھا۔ اس کے بعد مسلسل چھ ہفتہ تک والد صاحب کی طرف سے اس کے مامور رہے کہ پورا قرآن پاک حفظ پڑھ کر پھر کھانا کھائیں، چنانچہ روزانہ چھ ماہ برابر ظہر تک پورا قرآن پاک پڑھ لینے کے بعد کھانا کھاتے۔

تحصیل علوم

مکمل یکسوئی کے ساتھ علمی تبحر حاصل کیا تھا مدرسہ حسین بخش دہلی میں حدیث

کی کتابوں کے علاوہ سب کتابیں پڑھی تھیں مشہور تھا کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے غیر مقلد ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہاں حدیث کے اسباق میں شرکت نہیں کی تھی مگر ارباب مدرسہ نے آپ کا نام بھی فارغین میں لکھ دیا۔ حالاں کہ ایک سبق بھی آپ نے نہیں پڑھا تھا اور مدرسہ والوں نے مولانا محمد اسماعیل صاحب پر زور دیا تو مولانا نے فرمایا کہ محمد تکی کیا حرج ہے ابھی پانچ مہینے باقی ہیں اسی میں پڑھ لو خود ارشاد فرماتے ہیں۔

علمی اسنہاک کا عجیب واقعہ

چنانچہ وہ پانچ مہینے میں نے نظام الدین کے حجرہ میں اس طرح گزارے ہیں کہ خود مسجد میں رہنے والوں کو معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں محض ان دولڑکوں کے جن کے ذمہ میری روٹی اور وضو کا پانی لانا مقرر تھا۔ چنانچہ اسی دوران کا ندھلہ سے میرے نکاح کا تار آیا تو لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مکتوب الیہ مدت سے یہاں نہیں ہے اور نہ معلوم کہاں چلا گیا غرض اسی دوران میں میں نے بخاری شریف سیرت ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ، فتح القدر بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھی ہے کہ مجھے خود حیرت ہے، اتفاق سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ممتحن مقرر ہوئے، اور تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھ کر یہ لفظ فرمائے کہ ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔

حضرت گنگوہیؒ کی بے مثال خدمت

اسی بنا پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر حضرت گنگوہیؒ نے مولانا محمد تھکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر آخری دورہ پڑھایا جس کو آخری دور کا آخری منظر کہا جاتا ہے، اور آپ کے طفیل ایک کثیر جماعت فیض یاب ہوئی مولانا محمد تھکی صاحب کا گنگوہ آنا گویا حضرت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا تھا بارہ برس تک جانے کا نام نہ لیا، حتیٰ کہ امام ربانی ہی دنیا سے سدھار گئے اور وہ بہار ہی ختم ہو گئی جس نے دنیا کو قدوسی منظر دوبارہ دکھانے کے لئے اپنی طرف کھینچا تھا۔

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی قدس سرہ حضرت مولانا محمد تھکی صاحب قدس سرہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اجازت و خلافت

آہ مولوی محمد تھکی صاحب مرحوم میرے محسن اور مخلص دوست تھے جن کے کمالات مخفیہ اور حالات سنیہ بیان کرنے کو مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ آخر کوئی چیز تھی کہ امام ربانی کو اولاد سے زیادہ پیارے ہوئے کہ حضرت ان کو بڑھاپے کی لاٹھی اور نابینا کی آنکھیں فرمایا کرتے اور کسی ضرورت سے وہ چند منٹ کے لئے ادھر ادھر ہو جاتے تو امام ربانی بے کل اور بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ بارہ برس کامل اس لاڈ اور پیار میں گزرے کہ کوئی اس کی نظیر نہیں بیان کر سکتا۔ حتیٰ کہ امام ربانی کا وصال ہو گیا اور مولانا خلیل احمد صاحب نے جن کی دور بین

بصیرت بارہ برس پہلے سمجھ چکی تھی کہ مولوی تھکی کوئی چیز ہیں گنگوہ جا کر جو عمامہ آپ کو مرشد العرب والعجم کے دست مبارک سے عطا ہوا اور اصل پیچوں پر سیا ہوا اب تک محفوظ رکھا ہوا تھا۔ یہ کہتے ہوئے اپنے دست مبارک سے مولوی تھکی صاحب کے سر پر رکھ دیا کہ اس کے مستحق تم ہو اور میں آج تک اس کا محافظ اور امین تھا الحمد للہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالہ کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔

قوت حفظ اور علمی شوق

محض اپنے حفظ سے طلبہ کو ادب کی اکثر درسی کتابیں لکھ کر دے دیا کرتے۔ علم کا یہ شوق کہ سلم جیسی کتاب کو ہاتھ میں تسبیح لے کر اس کی عبارت از اول تا آخر دو سو، دو سو مرتبہ پڑھا تھا۔

تربیت کا ملکہ

مگر اس علم و عمل تقویٰ و طہارت، ذکاوت و ذہانت، یقین و توکل زہد و قناعت، استغناء، صبر و رضا، تفویض و تسلیم کی مکمل تصویر ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تربیت کرنے کا وہ عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ عزیز فرزند میں رذائل کی ہوا بھی نہ لگے، اور جو محاسن و کمالات فطری طور پر ودیعت کئے گئے تھے، ان میں برابر ترقی اور جلا بڑھتی رہے کوئی آن و لمحہ بھی

ضائع نہ ہو فرمایا کرتے۔

تیرا ہر سانس نفل مو سوی ہے

یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

حضرت شیخ زید مجدہ ”الاعتدال فی مراتب الرجال“ میں اپنی تربیت کے

بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

تربیت کے عجیب اصول

میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے ماتحت ہوئی ہے وہ یہ تھے کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی نہ بلامعیت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا چچا جان کے کہیں جانے کی اجازت تھی حتیٰ کہ مدرسہ کی جماعت میں سبق بھی ان دو حضرات کے علاوہ کسی مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی اور اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے اکابر کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں بھی بلا والد صاحب یا چچا جان صاحب کے ساتھ ہوئے بیٹھ سکوں کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں یا حضرت کی مجلس میں کسی کے پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات کر لوں، مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی، تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی، یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا، اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں تو الف لیلہ بن جائے کہ کس قدر تشدد مجھ پر رہا۔ اور کس قدر سخت قیدیوں کی سی زندگی گزری مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھے نابینے کی توفیق عطا فرمائی جس کی برکات اب دنیا ہی میں

پارہا ہوں۔

ولی کامل میں آپ بیتی سے نقل کیا ہے۔

یہ تو میری مجال ہی نہ تھی کہ میں کسی کو سلام کروں یا میں از خود کسی ایسے شخص کے پاس جماعت کی نماز میں کھڑا ہوں جس کے پاس اس سے پہلی نماز میں کھڑا ہو چکا ہوں۔ کوئی دوسرا جنبی آدمی مجھے سلام کر لیتا تو مجھ سے جواب طلب ہو جاتا کہ یہ کون ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص جو پہلی نماز میں بھی میرے برابر ہوتا تھا اتفاقاً میرے پاس آ کر کھڑا ہو جاتا تو مجھے ڈر کے مارے نیت توڑ کر جانا پڑتا تھا۔ اس لئے کہ اس کو بھگتنا تو مجھے پڑتا تھا اور اس خیال سے کہ پاس والے کو یہ خیال ہوگا کہ کیا بات ہے کبھی کھانسنے کا بہانہ کرتا اور کبھی ناک پکڑ کر گویا نکسیر آگئی وہاں سے نکلتا تھا۔

تکلیہ کا عجیب واقعہ

چار سال کی عمر تھی والدہ صاحبہ نے بہترین خوبصورت تکلیہ بنایا تھا جس کے متعلق خود حضرت زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔

وہ (تکلیہ) مجھے اتنا محبوب تھا کہ بجائے سر کے وہ میرے سینے کے اوپر رہا کرتا تھا اور اس کو پیار کرتا اور کبھی سینہ سے چمٹایا کرتا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دے کر فرمایا ذکر یا مجھے تکلیہ دے دو مجھ میں پدری محبت نے جوش مارا اور اپنے نزدیک انتہائی ایثار اور گویا دل پیش کر دینے کی نیت سے میں نے کہا میں اپنا تکلیہ لاؤں فرمایا کہ ورے آ، میں انتہائی ذوق و شوق میں کہ ابا جان اس نیاز مندی اور سعادت مندی پر بہت خوش ہوں گے دوڑا ہوا گیا انہوں نے بائیں ہاتھ سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر

اور اپنے دائیں ہاتھ سے منہ پر ایسا زور سے تھپڑ رسید کیا کہ آج تک اس کی لذت تو بھولا نہیں اور مرتے وقت تک امید نہیں کہ بھولوں گا اور یوں فرمایا کہ ابھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں۔ کچھ کہا کر ہی کہتا کہ اپنا لاؤں اللہ ہی کا فضل و کرم اور محض اس کا ہی فضل و کرم ہے کہ اس کے بعد سے جب کبھی یہ واقعہ یاد آ جاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ اپنا اس دنیا میں کوئی مال نہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بدن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

معمولات یومیہ

ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۰ھ میں جب کہ میری عمر پندرہ برس کی تھی میری والدہ کی سخت علالت کی وجہ سے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کاندھلہ بھیج دیا اور اتنا لمبا چوڑا کام میرے سپرد کر دیا کہ پندرہ سولہ گھنٹے تک بھی پورا نہ ہو سکے، روزانہ تاریخ دار مقامات کے سو لغت لکھنا اور صراح وغیرہ دوسری کتب کی مدد سے ان کا ترجمہ بھی لکھنا پھوپھا مرحوم پھوپھا رضی الحسن صاحب سے سلم کا سبق پڑھنا ایک منزل روزانہ قرآن کی دو تین مرتبہ پڑھنے کے بعد دادی صاحبہ (جو کہ حافظہ قرآن تھیں) کو سنانا اور دو تین سبق فارسی کے گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، حاجی محسن مرحوم کو پڑھانا۔

عمدہ کپڑے پہننے پر تنبیہ

اسی وقت تربیت کا عجیب واقعہ پیش آیا جس کو ملخصاً نقل کرتا ہوں۔

چونکہ مجھے اچھا کپڑا پہننے کی نوبت نہ آئی تھی اور میری والدہ کی

انتہائی خواہش اور تمنا تھی کہ مجھے اچھا کپڑا پہنے ہوئے دیکھیں مگر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خوف سے وہ بھی نہیں بنا سکتی تھیں۔ چونکہ وہ ان کی رشدت علالت کی وجہ سے مایوسی کی حالت تھی اس لئے انہوں نے میری خالہ اور پھوپھیوں سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اور چونکہ ہر رشتہ دار اس وقت ان کی دل جوئی کا متمنی تھا۔ اس لئے سب نے مل کر ایک نہایت نفیس جوڑا میرے لئے بنایا میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ والدہ کی اور میری دونوں کی خیر خبر لینے کے واسطے کاندھلہ تشریف لے گئے اور صدر دروازہ کے بجائے چور کھڑکی میں کو ایک گھر سے دوسرے گھر میں پردہ کراتے ہوئے پہنچے۔ مابعد دولت اس شاہی جوڑے کو پہن کر اور اس کی نمائش کرنے کے واسطے اپنے دروازہ سے نکل رہے تھے کہ ایک دم ایک کی نگاہ دوسرے پر پڑی ان کی نگاہوں میں تو شیر بہر کی طرح سے خون کی لہر دوڑ گئی۔ اور میں لنگور کے سامنے بندر۔ ایسی حالت میں تھا کہ پاؤں نیچے زمین نہیں تھی اور انہوں نے لکار کر فرمایا آ، تعمیل کے سوا چارہ کیا تھا۔ اور وہ نہایت نفیس جوتا جو چار پانچ منٹ پہلے ہی پاؤں میں پڑا تھا وہ ان کے ہاتھ میں تھا اور بجائے پیر کے سر پر پڑ رہے تھے اور ایک لفظ زبان پر تھا کہ تجھے معشوق بننے کے واسطے بھیجا تھا اور دروازہ ایکدم بند کر دیا گیا اور سارے گھروں کی مستورات مجھے چھڑانے کے واسطے وہاں جمع ہو گئیں۔ ابا جان نے ایک ڈانٹ پلائی کہ جو چھڑانے آئے گی اس کو جوتا ماروں گا۔

بلا مبالغہ سو کے قریب تو سر پر پڑے ہوں گے یہ اللہ کا احسان تھا ایڑی کی طرف سے نہیں پڑے بلکہ پنچے کی طرف سے پڑے جس سے سر نہیں پھٹا۔ البتہ ضعیف کی طرح دماغ کا بہترین علاج ہو گیا وہ عمامہ اسی وقت تہ کر کے چھوٹی ہمشیرہ کے نکاح لئے رکھا گیا اور اچکن کے کرتے کی دو کرتیاں بہن کی شادی کے لئے بنا کر رکھ دی گئیں اور وہ بنیان اور سلپیر عزیز ظہیر الحسن مرحوم کو نذرانہ ہو گیا۔ اور عمدہ لٹھے کا پا جامہ اس وقت تو جھک مار کر اتارنا ہی پڑا۔ اور ہم پھر وہی کھرپا وہی جالی۔

اللہ کے فضل و احسان سے اچھے کپڑے سے جو نفرت اس وقت بیٹھی تھی اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور اب واقعی اس کے اندر تصنع نہیں کہ اب اچھے کپڑے سے کچھ اس قدر نفرت ہو گئی کہ اپنے ہی نہیں، دوسرے کے بدن پر بھی اچھا نہیں لگتا اور دماغ میں یہ چیز جم گئی کہ اچھے کپڑے کے اندر کیا فائدہ اگر اچھی غذا کھائے تو خیر دماغ و جسم کو طاقت دیتا ہے، مگر اچھے کپڑے سے نہ رنگ و روپ میں فرق پڑے اور نہ بدن میں طاقت آئے، پندرہ بیس دن بعد وہ اس سے زیادہ میلے ہو جائیں گے۔ جتنے کھدر کے بھی نہیں ہوتے۔

اس قسم کے واقعات آپ بیتی میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں جسے شوق ہو وہاں دیکھ لے نمونہ اور اشارہ کے طور پر یہ چند باتیں ذکر کر دی گئیں۔ اسی تربیت کا اثر تھا وہ رزائل (حب جاہ، حب مال، حرص وغیرہ) سے

جو بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد بھی اگر کسی سے نکل جائیں تو مالک کا بڑا فضل ہے بچپن سے ہی شدید نفرت ہو گئی اور محاسن و محامد تقویٰ و طہارت، یقین و توکل، زہد و قناعت استغنا، صبر و رضا، تقویٰ و تسلیم وغیرہ (جو بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد بھی اگر کچھ میسر ہو جائیں تو بڑا ہی غنیمت اور مالک کا فضل و احسان ہے) بچپن ہی سے ملکہ راستہ بن گئے اور وہ دولت عظمیٰ (تعلق مع اللہ) (جس کے سامنے زمین و آسمان کے خزانے ہیچ در ہیچ ہیں جو زندگی بھر کی محنتوں مجاہدوں کے بعد بھی اگر حاصل ہو جائے تو بڑا ستا سودا ہے) حضرت کو بچپن ہی سے اس دولت عظمیٰ سے نوازا دیا گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشند خدائے بخشندہ

خود والد محترم قدس سرہ کی سند اس سلسلے میں ملاحظہ فرمائیں جسے خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

تعلق مع اللہ کی سند

اور یہ سارے مراحل والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ختم ہو گئے اس کے بعد سے گویا نگرانی ختم ہو گئی، انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے یا اس سے بھی کچھ زائد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ و قدس سرہ کا شدید اصرار والد صاحب کے بار بار بلانے پر رہتا تھا۔ ان کے خط کے جواب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا۔

”کہ اب تک عزیز زکریا کی بیڑی میرے پاؤں میں ایسی زنجیر بنی

ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکتا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا، حضرت کو چونکہ بہت اشتیاق رہتا تھا۔ اس لئے والد صاحب رائے پور طویل قیام کے لئے تشریف لے گئے۔ اس ناکارہ نے ان کی تشریف بری کے بعد سے ان کی یاد اور ان کی غیبت سے اپنے نقصان کا اظہار کیا تو جواب میں تحریر فرمایا کہ ”بڑوں کی نگرانی کی حاجت اس وقت تک رہتی ہے جب تک تعلق مع اللہ پیدا نہ ہو“ اور اس کے بعد ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے تمہارے اندر پیدا ہو گیا اب میری ضرورت نہیں رہی۔

اور اسی کا اثر تھا کہ کمال یکسوئی اور کمال دل جمعی کے ساتھ وہ تبحر علمی حاصل کیا جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی۔

چھ مہینہ تک جوتہ خریدنے کی نوبت نہ آئی

الاعتدال فی مراتب الرجال میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ میرا اپنا جوتہ مدرسہ سے کسی نے اٹھالیا تو تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتہ خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ کیوں کہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا اور مدرسہ کی بیت الخلاء پر ایک دو جوتے جو کسی کے پرانے ہو جاتے ہیں وہ ڈال دیتا ہے جو اب تک بھی دستور ہے اس وجہ سے مجھے کسی ضرورت کے واسطے بھی

مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا نہ جوتے کی ضرورت ہوئی۔

مجمع سے وحشت اور خلوت نشینی

اسی تربیت اور نگرانی کا اثر تھا کہ خلوت نشینی کی وہ محبت دل میں بیٹھی مجلس و جامع سے گویا وحشت ہو گئی اور اس میں بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ سے موافقت ہو گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارٍ حَرَاءٍ فَيَتَحَنَّنُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارٍ حَرَاءٍ الْحَدِيثُ ۱

”پھر آپ کے لئے خلوت نشینی محبوب بنا دی گئی، آپ غار حراء میں خلوت گزینی فرماتے اور کئی کئی رات گھر لوٹنے سے قبل عبادت الہی میں مشغول رہتے اور اس کے لئے توشہ لے جایا کرتے (جب ختم ہو جاتا) تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پھر اس کے مثل توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس (وجی) آگئی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء ہی میں تھے۔“

خدائے پاک نے شیدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سچے وارث کو بھی یہ خلوت نشینی کی محبوبیت نصیب فرمائی چنانچہ خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اس کا اثر یہ ہے کہ اب مجھے مجمع سے وحشت ہے۔ کسی مجمع میں مجھے جانا میرے لئے انتہائی مجاہدہ ہے حتیٰ کہ اپنے کمرہ میں اگر تنہا ہوں اور کمرہ کی زنجیر کھلی ہوئی ہو تو اس کی بہ نسبت مجھے اس میں زیادہ لطف اور سکون ہوتا ہے کہ اندر کی زنجیر لگی ہو۔ بھلا ایسا وحشی شخص کیا کہیں شریک ہو جلسہ جلوس کی خصوصیت نہیں ہے مجھے تقریبات میں بھی شرکت سے وحشت ہوتی ہے۔ ہر نوع کے مجموعوں کی شرکت میرے لئے دقت کا سبب ہے۔

قفص دانیم و بس راہ چمن از ماچہ می پرسی

کہ پیش از بال و پر برداشتند از آشیای مارا

ہم پنجرہ کو جانتے ہیں اور بس ہم سے چمن کا راستہ کیا پوچھتے ہو اس لئے کہ بال و پر نکلنے سے پہلے ہی ہم کو آشیای سے اٹھالیا گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے وہ الفاظ جو انہوں نے اپنی طلب علم کے سلسلہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ پر حرف بحرف صادق آتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا علمی شوق

از ابتدائے ایام طفولیت فی دانم کہ بازی چیت و خواب کد ام مصاحبت کیست۔ و آرام چہ و آسائش کو و سیر کجا۔

بچپن سے (میرا یہ حال ہے کہ) مجھے یہ نہیں معلوم کہ کھیل کود کیا ہے۔ خواب،

۱۔ الاعتدال ص ۳۲۔ ۲۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۸۴، بحوالہ المکاتیب والرسائل ص ۷۴۔

مصاحبت، آرام و آسائش کے کیا معنی ہیں میں نہیں جانتا کہ سیر کیسی ہوتی ہے۔

شب خواب چہ و سکون کد امست

خود خواب بعاشق حرامست

شب کو نیند کیا ہوتی ہے اور سکون کہاں ہوتا ہے خود نیند عاشقوں پر حرام ہے۔

”ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت خوردہ و خواب در محل نبردہ“۔

”تخصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بروقت نہیں کھایا۔ اور نیند بھر

کر نہیں سویا“

اخبار الاخبار میں اپنی حالت کو اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

چہ دود ہائے چراغ کہ در دماغ نرفت کد ام بادہ محنت کہ در ایام نرفت

کد ام خواب و چہ آسائش و کجا آرام چہ خار خار کہ در بستر فراغ نرفت

بجیر تم ز دل خود کہ عمر نرفت و لے ز کنج غمکدہ ہرگز بہ صحن باغ نرفت

ترجمہ: چراغ کے کیا کیا دھوئیں ہیں جو دماغ میں نہیں گئے، کون سے بادہ محنت ہیں جن کو نوش نہیں کیا، کون سی نیند اور کیا آسائش اور کہاں آرام، کیا کیا خار ہیں جو بستر فراغ میں نہیں پہونچے، میں اپنے دل سے حیرت میں ہوں کہ عمر گزر گئی لیکن، غمکدہ کی کوٹھری سے ہرگز صحن باغ میں نہیں گیا۔

رات دن کی محنت کو دیکھ کر والدین کا تقاضہ ہوتا تھا کہ کچھ دیر کھیل لو یا کچھ سو

جاؤ۔ مگر حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ کچھ وقت ضائع ہو اور

کھیلنے اور سونے کے بجائے پڑھنے لکھنے ہی میں آرام ملتا تھا۔ فرماتے ہیں۔

”دائم پدر و مادر من در پیئے آن بودند کہ یک دم با کودکاں محلہ بازی کنم یا شب

۱۔ حوالہ بالا بحوالہ اخبار الاخبار ص ۳۰۲۔ ۲۔ حوالہ بالا ص ۸۵، بحوالہ اخبار الاخبار ص ۳۰۳۔

بوقت متعارف پادراز کشم و من می گفتم کہ آخر غرض از بازی خاطر خوش کردنت و مرا خاطر بہ ہمیں خوش است کہ چیزے بخوانم یا مشتے کنم؟^۱

میرے والدین ہر چند کہتے تھے کہ تھوڑی دیر محلہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل لوں اور وقت پر سو جاؤں۔ میں کہتا تھا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی تو ہے۔ میری طبیعت اسی سے خوش ہوتی ہے کہ کچھ پڑھ لوں یا لکھ لوں۔

گاہے در اثنائے مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت والدہ قدس سرہ مرا فریاد می زد۔ کہ بابا چہی کنی من فی الحال درازی کشیدم تا دروغ واقع نشود۔ وی گفتم کہ خفتہ ام چہی فرمایند باز بر نشستم و مشغول می شدم۔^۲

کبھی مطالعہ کے دوران ایسا بھی ہوا ہے کہ آدھی رات گزر گئی ہے میرے والد نے مجھ سے فریاد کی ہے کہ بابا! کیا کرتے ہو۔ میں سنتے ہی فوراً لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہو اور کہتا کہ میں سوتا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں جب وہ مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھتا اور مشغول ہو جاتا۔

ایک جگہ نظم میں اپنا حال بیان فرماتے ہیں۔

من نہ دانم کہ زندگانی چیست کامرانی چه و جاودانی چیست
روزگارے خوشی کرا گویند دل خوش در جہاں کجا جویند
وصل با کام دل چه می باشد کامیاب از جہاں کہ می باشد
آنکہ اودید چہرہ مقصود کیست در عالم و کہ خواہد بود
آنکہ مقصود یافت در عالم کہ بود ربنا یہ علم
ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ زندگانی کیا ہے، کامرانی کیا اور جاودانی کیا ہے، اہل

۱ حوالہ بالا ص ۸۶، بحوالہ اخبار الاخبار ص ۳۰۲، ۳۰۳۔ ۲ حوالہ بالا بحوالہ بالا۔ ۳ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۷، بحوالہ کتاب المکاتیب ص ۸۱ و ۸۲۔

زمانہ خوشی کسے کہتے ہیں دل خوش دنیا میں کہاں ڈھونڈتے ہیں، کام دل کے ساتھ وصل کیا ہوتا ہے، دنیا سے کامیاب کون ہوتا ہے، جس نے چہرہ مقصود دیکھا ہے، دنیا میں کون ہے اور کون ہو سکتا ہے، جس نے دنیا میں مقصود کو پایا، کون ہوتا ہے ہمارا رب ہی اس کو زیادہ جانتا ہے۔

ایک محدث کی طلب و شوق کی حالت دوسرے محدث پر کس طرح حرف بحرف صادق آتی ہے کہ گویا من و عن انہیں کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ اپنا حال بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک

۳۵ھ کی ابتداء سے اس ناکارہ کے طالب علمی کے ذوق کا دور شروع ہوا اور اس ذیل میں رات کا کھانا چھوڑا تھا۔ جس میں حرج ہوتا تھا۔ کچھ دنوں تک تو میری ہمشیرہ مرحومہ میرے پاس بیٹھی رہتی میں مطالعہ میں مشغول رہتا اور وہ لقمہ بنا کر کھلاتی رہتی۔ کئی سال تک تو محض حرج کی وجہ سے کھانا چھوڑا رہا۔ پھر عادت پڑ گئی۔^۱

پوری رات جاگنا

اس ناکارہ کا دستور رات کو کام میں مشغول رہنے کا خوب رہا اور ساری رات جاگنا معمولی بات تھی۔

حضرت مدنی قدس سرہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری اس چیز پر بڑا رشک آتا ہے۔^۲

۱ آپ بیتی نمبر ۲ ص ۲۰۱۔ ۲ آپ بیتی نمبر ۲ ص ۹۹۔

کھانا، یاد نہ آنا

طلب علم میں مطالعہ میں اس درجہ مشغولی ہوتی کہ کھانا یاد بھی نہ آتا فرماتے ہیں۔
اس ناکارہ کی ابتدائی مدرسے کے زمانہ میں مہمانوں کا ہجوم تو تھا نہیں
بسا اوقات رات کو کچھ ضعف سا معلوم ہوتا۔ سوچنے پر معلوم ہوتا کہ
دوپہر کو کھانا نہیں کھایا!

کسی کے آنے سے ناگواری

مطالعہ میں اس درجہ انہماک اور مشغولی ہوتی کہ کسی کا آنا گراں گزرتا۔
فرماتے ہیں۔

وہ زمانہ میرے علمی انہماک کا تھا۔ اور صبح کی چائے کے بعد سے
دوپہر کے گیارہ بجے تک بجز اکابر ثلاثہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت رائے پوری، اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہم کے کسی
شخص کی آمد مجھے گوارہ نہ تھی اور ان کے علاوہ کوئی اور پہنچتا تو واقف
ہوتا تو ڈانٹ پڑتی اور اجنبی ہوتا تو رکھا جواب کہ اس وقت فرصت
نہیں گیارہ بجے بات کر سکتا ہوں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی شفقتیں

پہلے معلوم ہو چکا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تیرہ برس تک گنگوہ کے نورانی ماحول میں
رہنے کے بعد ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث
سہارنپوری قدس سرہ کے فیوض و برکات اور انوارات سے جگمگا رہا تھا اور گویا
۱۔ آپ بیتی نمبر ۶ ص ۷۶۔ ۲۔ آپ بیتی نمبر ۶ ص ۲۳۴۔

گنگوہ ثانی بنا ہوا تھا۔ تشریف لائے اور ابتداء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث
سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر اور چند ہی دن بعد اپنی فطری صلاحیتوں کی بنا پر
محبوبیت کا مقام حاصل کر لیا اور شب و روز یہ تعلق و اعتماد بڑھتا ہی گیا اور شوق و محبت،
سوز و گداز کی برق رفتار سواری پر سوار کر کے منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ حضرت اقدس
محدث سہارنپوری قدس سرہ برد مضجعہ کے طریق اصلاح اور محبوب و مقصود تک
پہنچانے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد کی تربیت سالکین

حضرت اپنے متبعین کو نشست و برخاست، خواب و بیداری، دخول
خروج، بول براز، صبح شام، دن رات غرض ہر وقت اور ہر حال کے
متعلق جو دعائیں حدیث میں آئی ہیں۔ ان کی موافقت پر اہتمام
کی تعلیم دیتے اور عادات میں بھی اتباع سنت محمدیہ کے ہمہ وقت
دھیان اور لحاظ قائم رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس کی برکت
سے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قلب میں پیدا
ہوتی تھی اور چونکہ آپ ہی دربار خداوندی کے فیوضات تقسیم
فرمانے کا واسطہ و وسیلہ ہیں اس لئے برکات محبوبیت کی بارش
برسنے لگتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دوسرے پیدل یا بہل میں یا
تانگہ میں یا موٹر میں یا ریل پنجر پر راستہ قطع کرتے تھے تو آپ کے
متبعین اس میل ٹرین میں سفر کرتے تھے جس کا زبردست انجن
آندھی کی طرح بیسیوں اسٹیشنوں کو چھوڑتا ہوا جاتا تھا کہ سوئے

تھے وطن کے اسٹیشن پر اور آنکھ کھلی تو منزل مقصود پر کھڑے نظر آئے
اور راستہ کا کوئی جنگل پہاڑ بستی باغ دریا جھیل شہر یا گاؤں کچھ بھی
نظر نہ آیا۔^۱

ہمت بھی حضرت کی بہت عالی اور عزم اتنا قوی تھا کہ دنیوی
معاملات میں بھی آپ جو ارادہ کر لیتے اس سے ہٹتے نہ تھے۔ اور
دینی امور بالخصوص تربیت سالکین میں تو آپ کی توجہ اور ہمت ایک
بڑی چیز تھی کہ قوی تر انجن بن کر ہزار ہا من بوجھ سے لدی ہوئی
بیسیوں گاڑیوں کو یکدم متحرک بنا دیتی اور آن کی آن میں کہیں کا
کہیں پہنچا دیا کرتی تھی۔^۲

وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پر
کسی کے بس کا تیرا تیر بے کماں نہ ہوا

آخر کوئی تو بات تھی کہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت کو اپنے سلسلہ کا فخر فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کا ملفوظ تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا ایک والا نامہ
حضرت کی بیاض میں خود دیکھا ہے جس میں حضرت کی نسبت
تحریر فرمایا تھا تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور
مسرت ہے۔^۳

۱۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۹۸، ۳۹۹۔ ۲۔ تذکرۃ الخلیل ص ۴۰۴۔ ۳۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۳۹۔

حضرت مولانا تکی صاحب کا رجوع

اور خود حضرت مولانا محمد تکی صاحب نے جنہوں نے قطب الارشاد حضرت
محدث گنگوہی کی خدمت میں بارہ سال گزارے تھے حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ
کے وفات کے بعد حضرت کو ہی اپنا شیخ بنایا ”تذکرۃ الخلیل کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔“

ایک بار فرمایا تم سمجھ سکتے ہو کہ میں حضرت مولانا گنگوہی کی رحمۃ اللہ
علیہ خدمت میں بارہ سال رہا ہوں اور حضرت کے ساتھ جو تعلق
مجھے تھا اور جو حضرت کو مجھ سے تھا وہ بھی سب کو معلوم ہے اس
صورت میں غور کر لو کہ مجھے حضرت گنگوہی کی معرفت کس قدر ہو
سکتی ہے اس پر جو میں نے حضرت کے بعد مولانا خلیل احمد
صاحب کو اپنا شیخ بنایا اور ان کی طرف رجوع کیا ہے اس سے جو کچھ
نتیجہ نکلتا ہے تم خود سمجھ سکتے ہو۔ میاں ظفر بات یہ ہے کہ خدا کے
نزدیک مراتب کا کم زیادہ ہونا تو کسی کو معلوم نہیں لیکن میرے
نزدیک معرفت و سلوک میں مولانا خلیل احمد صاحب کا درجہ سب
سے بڑھا ہوا ہے۔^۱

مولانا خلیل احمد صاحب حضرت گنگوہی کی نظر میں

﴿نسبت صحابہ﴾

اور آخر مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کوئی تو چیز تھے
ان کے متعلق خود ان کے مرشد حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۳۸۔

اللہ تعالیٰ نے میرے قرۃ العین سعید ازلی خلیل احمد کو نسبت صحابہ سے نوازا ہے اور یہ کہ تمہاری نسبت کو میری نسبت سے زیادہ قرب و مناسبت ہے۔^۱

التفات سائلانہ

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

تمہاری بہبودی سے توقع کرتا ہوں کہ خود بھی کچھ نفع پاؤں کہ تم نے بحسن ظن دلیل بنایا ہے ورنہ اپنی شومی کو کیا کہوں اول تو کچھ حاصل نہ ہوا تھا۔ اگر کچھ طفل تسلی کی تھی اب ضعف قوت اور ہمت نے جواب دیا سو خیر دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ مل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ ”مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيمِ انْفَتَحَ“ حق تعالیٰ آپ کو فتح باب نصیب فرمائے الخ۔^۲

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

نعمت کبریٰ

مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا، و ارادت رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں۔ حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم ہے کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ اس کے لاکھوں جہان مثل پرپشتہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر و افتخار ہے کہ خود ایسی عطیات سے محروم ہے بارے احباب کو عطاءئے متواتر ہے۔

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے

تاسایہ کند بر سر من روز قیامت^۳

تیرے گیسو کا ایک تار قبر میں لے کر جاؤں گا تا کہ قیامت کے دن تیرے

^۱ تذکرہ خلیل ص ۳۹۶۔ ۲ مکاتیب رشیدیہ ص ۶۰۔ ۳ مکاتیب رشیدیہ ص ۵۸۔

سر پر سایہ کرے۔

باعث نجات

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تم کو اپنا فخر و باعث نجات جانتا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں۔^۱

نسبت احسان

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

پس یہ نسبت یادداشت و احسان تھی، کہ شمع اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پر ہزار فخر و نازیہ بندۂ ناساز کر کے اپنا وسیلہ قرار دئے مطمئن بیٹھا ہے۔ اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا۔ مگر ناؤ دان اپنے دوستوں کا بنا اگرچہ سواقی کو ماء نہر سے حظ نہ ہو کہ مبداء حوض ہے اور منتہی مزرعہ، مگر تاہم کوئی حصہ سواقی کو بھی ہے، گو معتد بہانہ ہو۔^۲

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔

جو میں وہ مولوی خلیل احمد۔^۳

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کی جلالت قدر کا اندازہ لگانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو نور ہی نور ہیں

جس وقت حضرتؒ مسجد الحرام میں طواف قدم کے لئے تشریف

^۱ مکاتیب رشیدیہ ص ۶۲۔ ۲ مکاتیب رشیدیہ ص ۶۸۔ ۳ حیات خلیل ص ۵۱۹۔

لائے تو احقر مولانا محبت الدین صاحبؒ کے پاس (جو کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے خاص خلفاء میں تھے، اور صاحب کشف مشہور تھے) بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا میں خاموش رہا اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لئے چلے تو مولانا محبت الدینؒ کے پاس کو آئے کہ وہی جگہ مولانا کے نشست کی تھی، مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا، یہ کہہ کر مصافحہ و معانقہ ہوا اور حضرت سعی کے لئے آگے بڑھ گئے مولانا محبت الدینؒ اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میاں ظفر مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو نور ہی نور ہیں۔ ان میں نور کے سوا کچھ نہیں پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمد صاحبؒ کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ وہ قطب الارشاد تھے۔ مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ واقعی وہ قطب الارشاد تھے جو ایسے ایسے کامل بنا گئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کو جو تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی شفقتیں

دوسرے دور کے مشائخ کے حالات کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں سب سے اول میرے مرشد میرے آقا سیدی وسندی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری تو رجب ۲۸ھ سے ہو گئی تھی لیکن میرے والد صاحب قدس سرہ کے انتقال یا یوں کہوں کہ شوال ۳۳ھ تک براہ راست حضرت قدس سرہ کی خدمت کی جو شفقتیں تھیں وہ بے پایاں تھیں حضرت کی نگاہ محبت تو بہت شروع ہی سے تھی اسی کا وہ ثمرہ تھا جو میری تعلیم کے بارے میں گذر چکا کہ حضرت قدس سرہ نے مجھے منطق کی تعلیم کے لئے مولانا ماجد صاحب کی خدمت میں بھیجنے سے منع کر دیا اور ایک سال کے لئے بھی اپنے اقدام عالیہ سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ براہ راست حضرت اقدس سرہ سے تعلق والد صاحب کے انتقال کے بعد سے پیدا ہوا اور حضرت نے واقعی باپ بن کر دکھلادیا۔

باپ بن کر تو میں آیا ہوں

میری پہلی شادی کے سلسلہ میں ایک واقعہ گذر چکا کہ میں نے کاندھلہ جا کر اپنی پہلی شادی کے موقع پر اہلیہ مرحومہ کو یہاں لانے سے انکار کر دیا تھا کہ کاندھلہ میرا وطن ہے وہیں پانچ سات دن رہ کر چلا آؤں گا۔ اہلیہ کے لانے اور لے جانے کا جھگڑا مشکل

ہے تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ وہ کون ہے انکار کرنے والا
باپ بن کر تو نکاح کرانے کے لئے آیا ہوں۔

بیٹے سے بڑھ کر ہیں

ایک مرتبہ حضرت کی غایت شفقت اور میری کثرت
حاضری کو دیکھ کر ایک صاحب نے حضرت قدس سرہ سے میرے
سامنے یہ پوچھا کہ یہ حضرت کے صاحبزادے ہیں تو حضرت قدس
سرہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ بیٹے سے بڑھ کر ہیں۔

ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی مخالفت کی تھی

ایک مرتبہ مدرسہ کے ایک طالب علم کا اخراج حضرت
قدس سرہ نے طے کیا۔ میں نے مخالفت کی اور عرض کیا کہ حضرت
سے اس کے اندر یہ اندیشہ ہے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نے اس کی تردید فرمادی کہ نہیں حضرت کوئی اندیشہ نہیں حضرت
نے اخراج فرمادیا۔ معاً وہی اندیشہ سامنے آ گیا۔ حضرت قدس
سرہ کو اس کا بڑا فکر ہوا اور حضرت ناظم صاحب کو بھی ندامت ہوئی
میرے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے قلندر نے تو پہلے ہی
مخالفت کی تھی ہم نے ہی نہ مانی۔ میں نے عرض کیا حضرت فکر نہ
فرمائیں دعاء توجہ فرمائیں۔ ”انشاء اللہ“ یہ اندیشہ جاتا رہے گا
حضرت کو اس جواب سے اتنی مسرت ہوئی کہ اس کی لذت اب

تک مجھے معلوم ہے اور حضرت کی دعا و توجہ سے فوری خطرہ جو پیش
آیا تھا وہ اسی طرح فوراً دور ہو گیا ”الھم لک الحمد کلہ
ولک الشکر کلہ“۔

تجھ پر بڑا رشک آتا ہے

حضرت قدس سرہ کا ہندوستان میں بھی اور مدینہ پاک
میں بھی بہت کثرت سے یہ معمول تھا کہ جب کبھی کھانے میں یہ
سیہ کار شریک ہوتا تو حضرت قدس سرہ کوئی بوٹی یا کباب کا ٹکڑا بہت
شفقت سے دست مبارک سے مرحمت فرمایا کرتے تھے، مجھے تو
کبھی اس طرف التفات بھی نہیں ہوا کہ حضرت کی شفقتیں اس سے
بہت زائد رہتی تھیں لیکن مدینہ پاک میں یہ ناکارہ تو دونوں وقت
کھانے میں شریک ہوتا ہی تھا حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ
مرقدہ بھی بسا اوقات کھانے میں یا کسی دوسری چیز کے کھانے میں
شرکت فرماتے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ارشاد
فرمایا کہ تجھ پر بڑا رشک آتا ہے کہ جب حضرت تجھے کوئی چیز
کھانے کو مرحمت فرماتے ہیں تو پہلے اس چیز کو خوب گھورتے ہیں
پھر مرحمت فرماتے ہیں کاش مجھے بھی اس طرح سے گھور کر کوئی
کھلاتا۔ اس کے بعد میں نے بھی خیال کیا تو واقعی حضرت اقدس
رائے پوری نے صحیح فرمایا تھا۔

قرۃ عینی و قلبی

بذل المجود کے مقدمہ میں حضرت اقدس محدث سہارنپوری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

وَأَعَانِي عَلَيْهِ بَعْضُ أَحْبَابِي خُصُوصاً مِنْهُمْ عَزِيزِي وَقُرَّةُ عَيْنِي وَقَلْبِي الْحَاجُّ الْحَافِظُ الْمَوْلَى مُحَمَّدُ زَكْرِيَا بْنُ مَوْلَانَا الْحَافِظِ الْمَوْلَى مُحَمَّدِ يَحْيَى الْكَانِدْهَلَوِي رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَانِي كُنْتُ لَا أَقْدِرُ عَلَى الْكِتَابَةِ وَلَا عَلَى التَّبَعِ بِرَعْشَةٍ حَدَثَتْ فِي يَدِي وَضَعْفِي فِي دِمَاعِي وَبَصَرِي فَكُنْتُ أُمْلِي عَلَيْهِ وَهُوَ يَكْتُبُ وَيَتَّبِعُ الْمُبَاحِثَ الْمُشْكِلَةَ مِنْ مَظَانِهَا فَيَسْهَلُ عَلَيَّ إِمْلَانُهَا فَشَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى سَعِيَهُ وَأَحْسَنَ جَزَاءَهُ وَمَا بَدَلَ مِنْهُ جُهْدَهُ وَآكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِعُلُومِهِ الْبَاطِنَةِ وَالظَّاهِرَةِ النَّافِعَةِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَبِالْأَعْمَالِ الْمَبْرُورَةِ الْمُتَقَبِّلَةِ الزَّاهِدَةِ ۝

اور اس پر میرے بعض احباب نے مدد کی ہے ان میں سے بالخصوص عزیز ی قرۃ عینی و قلبی الحاج الحافظ المولوی محمد زکریا بن مولانا الحافظ المولوی محمد یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لئے کہ میں اپنے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو جانے اور اپنے ضعف دماغ اور ضعف بصر کی وجہ سے نہ کتابت پر قادر تھا نہ مضامین کی تلاش پر پس میں ان پر املا کرتا تھا اور وہ لکھتے بھی تھے اور شکل مباحث کو ان کے مقامات (کتب) سے تلاش بھی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا املا کرنا مجھ کو سہل ہو جاتا تھا پس اللہ تعالیٰ ان کی محنت اور سعی کو جو اس میں خرچ کی شکور فرمائے اور ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کے مقدمہ بذل المجود ص ۲۱۔

کے علوم باطنہ اور ظاہرہ کے ذریعہ جو دنیا و آخرت میں نفع بخش ہوں اور اعمال مبرورہ متقبلہ زاہدہ کی توفیق دے کر ان کا اکرام فرمائے آمین۔

تقریباً ۱۷، ۱۸ برس حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رہے اس مدت میں کیا کیا حالات شافیہ و عالیہ، مقامات قرب و ولایت حاصل ہوئے اسے ایک بے بصیرت کو باطن کیا جانے اور کیا بیان کرے، البتہ اتنا ضرور ہے جو بالکل ظاہر ہے اور اہل نظر اہل بصیرت جس کو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کا مصداق ہو گئے۔

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جان شدمی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگر ی

میں تو ہو گیا، تو میں ہو گیا، میں تن ہو گیا، تو جان ہو گیا، تا کہ کوئی اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں دوسرا ہوں تو دوسرا ہے۔

نسبت اتحادی اور اجازت و خلافت

اور وہ نسبت اتحادی (جو سب سے قوی نسبت ہے) جس میں نسبت رشیدی و امدادی اور نسبت مشائخ سلاسل اربعہ اور نسبت صحابہ جلوہ گر تھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منتقل ہو گئی، اسی وجہ سے جب سراپا نور و کمال حضرت مرشد العرب والعجم محدث سہارنپوری قدس سرہ نے حضرت شیخ زید مجرہ کو ۴۵ھ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور چاروں سلسلوں میں بیعت و ارشاد کی عام اجازت مرحمت فرمائی اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر حضرت مولانا سید احمد صاحب فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو

دیا کہ شیخ کے سر پر باندھ دیں جس وقت وہ عمامہ شیخ کے سر پر رکھا گیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر ایسا گریہ اور رقت طاری ہوئی کہ چٹخیں نکل گئیں۔^۱

میرے اس خیال کی تائید خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے جس کو مرشد العرب والعجم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کو قریب سے دیکھنے کی سعادت میسر ہوئی ہو یا ان کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کیا ہو تو وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر ہر حالت ہر ہر جزئی میں نسبت خلیلیہ ورشیدیہ کی جھلک محسوس کرے گا اور پکار اٹھے گا۔

گر مصور صورت آن دلتان خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید
اگر کوئی مصور اس محبوب کی تصویر کھینچنا چاہے لیکن میں حیران ہوں کہ اس کے نازی کی تصویر کس طرح کھینچے گا۔

اور جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علم ہمت، مجاہدہ، ریاضت عزیمت واستقامت، قوت ارادی، متاع دنیا سے بے رغبتی مطالعہ میں استغراق وانہماک، تصنیف وتالیف، تعلیم وتدریس کے اشتغال، لایعنی فضول اور کمتر درجہ کے کاموں سے پرہیز مکارم اخلاق، سماحت نفس، فراخی قلب کو دیکھے گا تو بس یہی کہے گا۔

حَاشَا لِلّٰہِ مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ کَرِیْمٌ۔
حاشا بند! یہ شخص کوئی انسان نہیں ہے ایک قابل تکریم فرشتے کے سوا یہ کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ (آسان ترجمہ)

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کے یہ الفاظ بھی

ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متنوع کمالات

آج حضرت شیخ کی ذات گرامی برصغیر ہندوپاک میں علم حدیث کا مرکز ومرجع اور سرچشمہ رشد و ہدایت ہے۔ آپ کی وجہ سے اس میں نئی زندگی اور نئی تازگی و رعنائی نظر آتی ہے۔ اور آپ کے با برکت وجود سے انقطاع الی العلم، علو ہمت، مجاہدہ و ریاضت۔ عزیمت واستقامت، قوت ارادی متاع دنیا سے کنارہ کشی و بے رغبتی مطالعہ میں استغراق وانہماک تصنیف وتالیف اور تعلیم وتدریس کے اشتغال لایعنی فضول اور کمتر درجہ کے کاموں سے پرہیز مکارم اخلاق سماحت نفس و فراخی قلب کا اعتبار و وقار قائم ہے۔ آپ نے جتنے تنوع اور بعض اوقات متضاد کاموں اور مشغولیتوں اور مختلف ذوق رکھنے والے افراد اور جماعتوں کو یکجا کیا ہے اور ان سب کا جس طرح حق ادا فرماتے ہیں وہ کوئی معمولی درجہ کی بات نہیں ہے۔

یہ عزیمت و جامعیت کا وہ مقام بلند ہے جس کی توفیق تاریخ اسلام کے طویل وقفوں میں مخصوص عالی ہمت اور قدسی نفوس بزرگوں کو ہوئی ہے۔^۱

ایسے ہی پاکیزہ صفات حضرات کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے۔

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے

نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سجدہ انی



خاتمہ

میرے آقا و مرشد سیدی و سندی و مولائی حضرت الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی
دامت برکاتہم نے پیش نظر نظم میں مرشد العرب والعجم حضرت شیخ زید مجدہ کے اوصاف
عالیہ حالات مبارکہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متلا مجاز حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم مدرسہ دارالعلوم بری یو کے کے اصرار پر (جب کہ حضرت اقدس مفتی صاحب
قدس سرہ ۱۹۷۸ء میں برطانیہ اسپتال میں آنکھوں کے آپریشن کے سلسلے میں تھے)
بیان فرمائے ہیں۔ خدائے پاک ان دونوں بزرگوں کا سایہ ہمایوں زمانہ دراز تک
بصد ہزار عافیت قائم و دائم رکھے اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق نصیب
فرمائے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد
اس ناکارہ درو سیاہ نے اپنی عدم اہلیت و کم مانگی کے باوجود مندرجہ بالا سطور
کے لکھنے اور اس مبارک فارسی نظم کا ترجمہ کرنے کی جسارت صرف اس لئے کی۔

أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللَّهَ يَرْزُقُنِي الصَّلَاحًا

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں ان میں سے نہیں امید ہے کہ
اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی نیکی کی توفیق عطا فرمادے۔

۱۔ ۱۳۹۸ھ میں ان سطور کے تحریر کے وقت دونوں حضرات حیات تھے۔ اب دونوں حضرات عالم
برزخ میں وہاں کی نعمتوں کے مزے لوٹ رہے ہوں گے اور اپنے مالک و خالق تعالیٰ شانہ کے دیدار کی
لذت سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو جنت الفردوس میں اعلیٰ
ہامین بلند سے بلند ترین درجات نصیب فرمائے آمین۔

اسلئے قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ زلات سے درگزر اور چشم پوشی فرمائیں۔

تیری رحمت سے الہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں ان کے دامن کے لئے
اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
وَحَبِيبِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ.

فقط

محمد فاروق غفرلہ

مدرسہ دارالعلوم جامع مسجد شہر میرٹھ۔

۱۲ شعبان ۹۸ھ قبیل المغرب



وصف شیخ

اوصاف عالیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

محدث سہارنپوری ومہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

گفت یوسف وصف شیخ مانتھے کن بیاں
گفتم آ رہے آ رہے گویم قطرہ از قلمزے
بعد حمد ونعت بشنو وصف شیخ غوث وقت
آں بدائع، بحر رائق، زلیعی، رازدار
باجی و مغنی و محلی در منشور از رقی
چوں سلف آن حافظ قرآن و تفسیر وحدیث
قول مالک شافعی احمد ہمہ در حفظ او
علم فوارہ نما جوشد زنوک خامہ اش
از حکایات صحابہ زندگی پر نور کن
ذکر قرآن، صدقہ، روزہ، حج، نماز، دہم درود
اعتدال فرقیہائے مختلف را جمع کرد
حب دنیا از دل خود دور کن در یاد موت
در وجوب لحدیہ ہم دارد کتابے پر اثر
اوجز ولا مع خصائل کوکب و حج وداع
در مسائل در فتاویٰ بر عزیمت میرود

تادلے مضطر قرارے گیر داز تذکار آں
گر خدا خواہد بساز دہم نواء دل زباں
مہبط رحمت بگیتی برکت العصر است آں
تحفہ و شرح مہذب، نیل ووضہ، پیش آں
طبی عینی عقلانی قسطانی بر زباں
فقہ بر اقوال و اعمال مسلسل ضوفشاں
ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ، رازداں
بہرہ یاب اہل عرب اہل عجم در کل جہاں
ہم بیابی در فضائل روشنی قلب و جاں
ہر یکے را بر طریق دل نشیں کردہ بیاں
صلح کردہ دشمنے با دشمنے شد شادماں
مال و عزت را ہمیں جاترک کردہ رفتگاں
ریش دشمن چوں بخواندش ریش را شد پاسبان
بر موطا بر بخاری ترمذی شرح عیاں
اندرو ہر گز نیابی پیچ کسلے را نشان

گاه رخصت را پسندد در عمل بهر خدا
 آں سراپا رشد و خلعت نائب خیر الوری
 شه حسین احمد شه الیاس شه عبدالرحیم
 بامشائخ ربط قلبی دقوی دارد مدام
 درنگ دارد همه اقوال و احوال شیوخ
 اضحیه عمره تلاوت بهر ایصال ثواب
 صابری و نقشبندی سهر وردی قادری
 آتش عشق الهی در دل او شعله زن
 گوهر حب محمد در دل او روشن است
 عاشقانه می نشیند سمت اقدام حبیب
 روئے انور از جمال مصطفی شد تابناک
 خاک طیبہ نزد وے محبوب از عیش نعیم
 خلق و فعل نطق از سنت منور سر بسر
 صحبت او اے برادر کیمیائے بے مثال
 می فزاید بارش الطاف در ماه صیام
 می نشیند در مجالس بهر تنویر ظلم
 چهره پر نور او روشن تر از شمس و قمر
 سطح ظاہر را منور می نماید آفتاب
 کاسه گیرال جاده پیال سوئے آن مینا نواز
 مجلس او معرفت را بحرنا پیدا کنار

مجلس او آبشار کشت دل سیراب از و
 مجلس او دگلد از ے گرد او دلها چوموم
 مجلس او باغبانے گرد او انواع گل
 مجلس او هر زبانے وقف بر ذکر و درود
 مجلس او نزد بانے بهر تیسیر وصول
 مجلس او آسمانے از کواکب زینتش
 مجلس او شمع روشن گرد او پروا نها
 مجلس او غم گسارے گرد او دل پارها
 مایه او اعتماد وعدہائے ذات حق
 قلب طالب از نگاہش می کشد حب رسول
 از مودت هر کرا بیند نگاه لطف او
 در نوافل در تلاوت در دعا و در بکار
 ساغر عینش کسے نوشد شود مست و خراب
 سوخته گردد رزائل دل محبتی می شود
 روح سالک را بروح خود گرفته می برد
 نیز سالک از هفت آسمان تا عرش اعظم می رسد
 هم شفاعت می کند محبوب رب العالمین
 در سراپردہ چنانش می نواز د لطف حق
 سالک دارفته عارف می شود از وصل دوست
 در چنین مشہد اگر خواهد خدا گردد مجاز

مجلس او رود بارے بر کنارش تشنگان
 مجلس او دلنوازے گرد او دلدادگان
 مجلس او سائبانے زیر او دل تفتگان
 مجلس او پاسبانے بر قلوب سالکان
 مجلس او مهربانے بر همه آسندگان
 مجلس او راه دانے گرد او سیارگان
 مجلس او شاه گل گردش عنادل و درغال
 مجلس او تاجدارے گرد او فرزانه گان
 تاج فقرش با توکل روکش چتر شہاں
 تابع سنت شود هر قول و فعلش بے گمان
 قلب او گردد مطیب مثل گل در گلستان
 حسب حالت هر کسے یابد سکون قلب و جان
 سینہ بریاں دیدہ گریاں اَللہ ورد زباں
 کیف احساں حاصل آید خوش نصیب دوستاں
 پیش وے بعدے نمازند از زمیں تا آسمان
 با ادب داخل شود در بارگاه لامکان
 داشود آغوش رحمت با هزاراں عز و شان
 قلب گوید گر بگوید سر او سوزد زباں
 خود خدا حافظ شود از ابتلاء دشمنان
 قلب او آئینہ گردد بهر فیض عارفان

گر کسے را راز مخفی داشتن خواهد خدا
بارک اللہ مجمع ماہ مبارک در سلوک
یک اشیی بد زبانی بد نگاہے بد عمل
اے خدائے قادر و قیوم رحمان و غفور
یا الہی روح و قلب شیخ ماسرور باد
از شرور جملہ مخلوقات خود محفوظ دار
مظہر جود و سخاوت دست دولت بخش او
سُفرہ اش را دیدہ حیراں می شود مرد کریم
ہر کہ آمدی خورد از سفرہ اش مرغوب خویش
چوں کسے نہ آید رسد مقوم او بر جائے او
بر یتیم و بر ضعیف و بر مسافر بر فقیر
گر خلد در پائے کس خارے شود قلبش ملول
ضعف پیری کثرت امراض گردش مضحل
کرد او قات عزیزش بر اشارت منقسم
باجازت نقل و حرکت وصل ہجرت ہیچ نیست
خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جابجا
مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسیدہ فیض او
خلق احسن شد عطائش بہر تسخیر قلوب
در گزر در طبع عالی از حقوق ذات خویش
کس نشود از زبانش فقرہ ناگفتنی

قلب پر غم، چشم پر غم، خندہ بر لب، بر ملا
درد پاک او درود و ذکر قرآن وحدیث
یک نفس از ذکر خالی نیست اورا اے عزیز
در میاں ذا کر و مذکور ربط بے قیاس
خشت و چوب حجرہ او مثل ناطق ذا کراند
سجدہ اش گویا نہد سر در بر محبوب خویش
بر سجودش در ملائک رشک پیدا می شود
اے عزیز القدر بہر خاطر ت کردم رقم

ختم شد



وصف شیخ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا محدث سہارنپوری
ومہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے اوصاف عالیہ

بسم الرحمن الرحیم

سبب تالیف

گفت یوسف وصف شیخ ما بنظمی کن بیاں
تادل مضطر قرارے گیرد از تذکار آں

ترجمہ: یوسف نے کہا کہ ہمارے شیخ کے اوصاف نظم میں بیان فرمادیجئے
تاکہ بے قرار دل کو ان کے ذکر سے قرار آئے۔ (اور سکون حاصل ہو)

تشریح: سیدی و مولائی فقیہ الامت حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی محمود حسن
صاحب نور اللہ مرقدہ جب ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں حضرت مولانا محمد یوسف متالا
زید مجدہم کی دعوت پر برطانیہ تشریف لے گئے (اور اسی سفر میں وہاں آنکھ کا آپریشن
بھی ہوا) تو وہاں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا زید مجدہم نے حضرت اقدس
مفتی صاحب قدس سرہ سے درخواست کی کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اوصاف
عالیہ نظم میں بیان فرمادیجئے موصوف کی درخواست پر حضرت اقدس مفتی صاحب
نور اللہ مرقدہ نے ان اشعار میں غزالی زمان، جنید وقت حضرت شیخ سہارنپوری

نور اللہ مرقدہ کیا و صاف عالیہ اور حالات مبارکہ کو بیان فرمایا ہے۔ اس شعر میں اسی کی
طرف اشارہ ہے۔

گفتم آرے آرے گویم قطرہ از قلمے

گر خدا خواہد بسازد ہمنواء دل زباں

ترجمہ: میں نے کہاں کہاں! ہاں! اگر خدا چاہے کہ زبان کو دل کی ہمنوا
بنادے تو ان کے دریاء کمالات میں سے ایک قطرہ کے بقدر کہوں گا (کہ ان کے تمام
اوصاف و کمالات کا احاطہ اور بیان تو دشوار ہے) اس لئے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ
کے اوصاف و کمالات تو دریا کے مثل ہیں جس کا احاطہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں
مجبوراً اس کے چند قطروں پر ہی اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

بعد حمد و نعت بشنو وصف شیخ غوث وقت

مہبط رحمت بگیتی برکتہ العصر ست آن

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے بعد
غوث زمانہ شیخ کا وصف سن (حضرت رحمۃ اللہ علیہ) زمین میں رحمت خداوندی کے
اترنے کی جگہ اور زمانہ کی برکت ہیں۔

غوث و ابدال کی تحقیق

غوث سے متعلق تفصیل کے لئے علامہ ابن عابدین کی کتاب۔

”اجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والابدال والادتاد“

دیکھی جائے۔

اجمالاً اتنا جان لیا جائے کہ غوث! اصحاب تلوین کا سردار ہوتا ہے۔ اور بعض

دفعہ تو خلافت ظاہرہ و باطنہ دونوں اس کے سپرد ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ صرف خلافت باطنہ اس سے متعلق ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وهو سيد الجماعة في زمانه ومنهم من يكون
ظاهر الحكم ويحوز الخلافة الظاهرة كما حاز
الخلافة الباطنة كابي بكر وعمر وعثمان وعلي
رضوان الله تعالى عليهم ومنهم من يحوز

الخلافة الباطنة فقط كاکثر الاقطاب الخ.
(رسائل ابن عابدین ص ۲۶۵ ج ۲)

”وہ اپنے زمانہ میں جماعت کا سردار ہوتا ہے اور ان میں سے بعض ظاہر الحکم ہوتے ہیں اور خلافت باطنی کے مثل خلافت ظاہری کو بھی جمع کر لیتے ہیں۔ جیسے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف خلافت باطنی کے جامع ہوتے ہیں۔ جیسے اکثر اقطاب“

اور غوث وقت کی وجہ سے رحمتوں برکتوں کا نزول ظاہر ہے، جب کہ ابدال (جوان سے درجہ میں کم ہوتے ہیں) کے متعلق علامہ ابن عابدینؒ تحریر فرماتے ہیں۔

وفى شرح التائية للقاشانى المراد بالابدال طائفة من
اهل المحبة والكشف والمشاهدة والحضور يدعون
الناس الى التوحيد والاسلام لله تعالى مراجعت
بوجودهم العباد والبلاد ويدفع عن الناس بهم البلاء
والفساد كما جاء فى الحديث النبوى حكاية عن الله
تعالى انه قال (اذا كان الغالب على عبدى الاشبتغالى

جعلت همه ولذته فى ذكرى عشقنى وعشقتة ورفعت
الحجاب فيما بينى وبينه لايسهو اذا سهى الناس
اولئك كلامهم كلام الانبياء واولئك هم الابدال
حقا اولئك الذين اذا اردت باهل الارض عقوبة او
عذابا ذكرتهم فيه فصرفتة بهم وعنهم (رسائل ابن
عابدین ص ۲۶۶ ج ۲)

”ابدال سے مراد اصحاب کشف و محبت اور اصحاب حضور و مشاہدہ کی ایسی جماعت ہے جو اپنے وجود سے بندوں کو توحید و اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں کی وجہ سے لوگوں سے بلا و فساد کو دفع کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرے بندے پر میرے ساتھ مشغولی غالب ہوتی ہے تو میں اس کا قصد اور اس کی لذت اپنے ذکر میں کر دیتا ہوں تو وہ مجھ پر عاشق ہو جاتا ہے اور میں اس سے عشق کرنے لگتا ہوں اور میں اپنے اور اس کے درمیان سے حجاب اٹھا دیتا ہوں۔ کہ جب لوگ غافل ہوتے ہیں وہ غافل نہیں ہوتا۔ اور ایسے ہی لوگ حقیقت میں ابدال ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں کو سزا یا عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو ان کو یاد کرتا ہوں۔ اور ان کی وجہ سے اس سزا و عذاب کو زمین والوں سے دفع کر دیتا ہوں“

علامہ ابن عابدینؒ نے اور بھی روایتیں ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کی وجہ سے بارش برسائی جاتی ہے انہیں کی وجہ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی جاتی ہے، انہیں کی وجہ سے زمین والوں سے عذاب دفع کیا جاتا ہے۔ مطلق اہل ذکر پر بھی احادیث میں رحمتوں کے نزول کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے۔

قال ما جلس قوم مجلسا يذكرون الله فيه
الا حفتهم الملائكة وتغشتهم الرحمة
وتنزلت عليهم السكينة وذكروهم الله
فيسن عنده. (ابن ماجه ص ۲۷۷)

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں“

تو حضرت شیخ قدس سرہ کا (ایک تو غوث وقت ہونے کی وجہ سے، دوم حضرت خود بھی ہمہ وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور ذاکرین کی بڑی جماعت اکثر اوقات حضرت کے پاس ذکر میں مشغول رہتی ہے) یہاں تک کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مطالعہ یا تصنیفات و تالیف میں مشغول ہوتے ہیں اور ذاکرین کی ایک جماعت ذکر میں مشغول رہتی جس کی وجہ سے ہمہ وقت رحمتوں برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ پس حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مہبط۔

رحمت اور برکت العصر ہونا خوب ظاہر ہے۔ اسی مضمون کو اس شعر میں بیان فرمایا گیا ہے۔



ذکر بعض کتب زیر مطالعہ حضرت شیخ

بحر، برہان، رد، بدائع، زیلعی، فتح القدير

تحفہ و شرح مہذب، نیل وروضہ پیش آن

ترجمہ: بحر الرائق، برہان، رد المختار، بدائع الصنائع، زیلعی، فتح القدير، تحفہ اور شرح مہذب، نیل الاوطار اور روضہ ان کے سامنے ہے۔ یہ سب کتابوں کے نام ہیں یعنی یہ کتابیں اکثر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔

تشریح: بحر الرائق! کنز الدقائق کی شرح ہے جس کی آٹھ جلدیں ہیں اصل سات جلدیں ہیں آٹھویں جلد تکملہ کی ہے جس کے مصنف علامہ الشیخ زین بن ابراہیم جو ابن نجیم سے مشہور ہیں جن کی ولادت مبارکہ ۹۲۶ھ میں قاہرہ میں ہوئی اور ۹۶۹ھ میں وفات پائی۔

بڑے عالم زاہد تھے فقہاء و صوفیاء نے ان کے ادب اور جلالت شان پر اتفاق کیا ہے، شیخ عارف باللہ سلیمان الخضریٰ سے طریق حاصل کیا۔ علامہ موصوف کی بحر الرائق کے علاوہ الاشباہ والنظائر مختصر التحریر، شرح المنار، الفوائد الزینیہ، رسائل الزینیہ، جیسی مایہ روزگار کتابیں بھی تصانیف ہیں۔

برہان: سے اشارہ ”البرہان فی علوم القرآن“ کی طرف ہے جو علامہ بدر الدین زرقانی کی چار جلدوں میں تالیف ہے جو ۴۵۵ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، علامہ نووی کی کتاب ”المنہاج فی الفروع“ کو حفظ کیا جس کی وجہ سے ان کو المنہاجی کہا جانے لگا ۹۴۲ھ میں وفات ہوئی، علامہ سیوطی نے ان کی مصنفات کی تعداد ۳۳ ذکر کی ہے۔

رد: پورا نام ”رد المختار علی الدر المختار“ ہے فقہ حنفی میں بڑی مستند کتاب ہے

پانچ جلدوں میں ہے جو ”شامی“ کے نام سے مشہور ہے۔ فتاویٰ میں عموماً اسی کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ اصل کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی الحنفی المتونی ۱۰۴۲ھ کی ہے۔ ”تنویر الابصار“ اس کی شرح ”الدر المختار شرح تنویر الابصار“ کے نام سے علامہ محمد علاء الدین الحکفی المتونی ۱۰۸۸ھ نے کی۔ اس کا تخیہ جو شرح سے بھی زیادہ طویل ہے۔ علامہ محمد امین جو ابن عابدین سے مشہور ہیں ”رد المختار علی الدر المختار“ کے نام سے کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین کی اس کتاب کے علاوہ متعدد کتب و رسائل، تنقیح الفوائد الحامد یہ وغیرہ علمی یادگار ہیں۔

بدائع: پورا نام ”بدائع الصنائع“ ہے فقہ میں بڑی جامع و مستند و مبسوط کتاب ہے سات جلدیں ہیں۔ مولانا امام علاء الدین ابی بکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی جن کا لقب ”ملک العلماء“ المتونی ۵۸۷ھ اس کے مصنف ہیں فقہ میں مہارت اور سیرت کے لئے اس کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

زیلعی: اصل نام ”تبيين الحقائق مما اکتز فيه من الدقائق“ ہے زیلعی سے مشہور ہے چھ جلدوں میں ہے، علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی المتونی ۷۴۳ھ اس کے مصنف ہیں اور یہ کتاب شرح ہے ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود سیفی کی کتاب ”کنز الدقائق“ کی جن کی وفات ۷۷۱ھ یا ۷۷۲ھ میں ہے۔

رح القدریر: برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل (جن کی پیدائش ۱۱۵۵ھ اور وفات ۵۹۲ھ یا ۵۹۶ھ میں ہے) کی کتاب ”ہدایہ“ کی مبسوط، محقق، مفصل و معتمد اور بے نظیر شرح ہے شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیوای معروف بابن ہمام الحنفی المتونی ۸۶۱ھ اس کے مصنف ہیں۔ آٹھ جلدوں میں ہے۔

تحفہ: اس سے اشارہ ”تحفۃ المحتاج شرح منہاج“ کی طرف ہے، منہاج

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جو مدون مذہب شافعیہ ہیں۔ اس کی شرح تحفۃ المحتاج علامہ ابن حجر محقق مصر نے کی ہے ماتن و شارح علامہ کا نام نامی ذکر کر دینا ہی کتاب کی تعریف اور تعارف سے مستغنی کر دیتا ہے۔

شرح مہذب: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے فقہ شافعیہ میں ہے بہت زیادہ معتمد ہے۔

کثیر جزئیات پر مشتمل ہے اور زمانہ تالیف سے ہی فقہاء و علماء میں مقبول و مرکوز نظر رہی ہے۔

نیل الاوطار: اصل نام ”نیل الاوطار من اسرار منتهی الاخبار“ ہے ”منتهی الاخبار“ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس کی شرح نیل الاوطار کے نام سے علامہ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ جلدوں میں کی ہے، جو غیر مقلدین کا مرجع و مأخذ ہے۔

روضۃ: اس سے اشارہ ”روضۃ الحبین و نزہۃ المشائقین“ کی طرف ہے جو فن تصوف میں ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ الحنبلی کی تصنیف ہے جن کی پیدائش ۶۹۱ھ میں اور وفات ۷۷۱ھ میں ہے۔

(ماخوذ از مقدمہ روضۃ الحبین)

یا اس سے اشارہ علامہ سید جمال حسینی کی شہرہ آفاق نادر روزگار کتاب ”روضۃ الاحباب“ کی طرف ہے جو ۸۸۰ھ میں تصنیف کی گئی، فن سیرت میں بڑی مستند و معتمد کتاب ہے اس کے مستند ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مرقات میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

کتاب ”مدارج النبوة“ میں جگہ جگہ اس کا حوالہ دیا ہے۔

بابی و مغنی، محلی، در منشور، ازرقی

طیبی، عینی، عسقلانی، قسطلانی، برزبان

ترجمہ: بابی و مغنی، محلی، در منشور، ازرقی۔ اور طیبی، عینی عسقلانی۔ قسطلانی (یہ سب کتابوں کے نام ہیں) ان کی زبان پر رہتی ہیں کہ رات دن اکثر ان کتابوں کے حوالے دیتے رہتے ہیں۔

تشریح: بابی اس سے اشارہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب بن وارث الخیم (بضم التاء و کسر الجیم) البابی کی مشہور کتاب المنشی شرح مؤطا کی طرف اشارہ ہے، جو سات جلدوں میں ہے۔ قاضی موصوف علماء مالکیہ میں بڑا مقام رکھتے ہیں مشہور ہے کہ قاضی عبدالوہاب کے بعد کوئی قاضی ابوالولید کے مثل علماء مالکیہ میں نہیں گذرا قاضی موصوف کی ولادت ۴۰۳ھ و وفات ۴۹۴ھ میں ہے۔

مغنی: فقہ حنبلیہ میں بڑی مبسوط و جامع مستند و معتمد کتاب ہے فقہ حنبلیہ میں کوئی دوسری کتاب اس کے ہم پلہ نہیں۔ شیخ موفق الدین علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ، المتوفی ۶۳۰ھ کی تصنیف ہے۔ جو ابن قدامہ کے ساتھ مشہور ہیں۔ محلی: فقہ میں علامہ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ کی گیارہ جلدوں میں تصنیف ہے۔

در منشور: پورا نام ”الدر المنثور فی التفسیر المأثور“ ہے۔

صاحب ”الاتقان فی علوم القرآن“ و صاحب تفسیر ”جلائین“ (نصف اول)

علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی المتوفی ۸۱۱ھ کی فن تفسیر میں چھ جلدوں میں عمدہ تصنیف ہے۔

ازرقی: ”اخبار مکہ“ کتاب کا نام ہے، جس میں مکہ مکرمہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے ازرقی اس کے مصنف ہیں۔ قدیم تاریخ ہے۔

مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) کے بعد کے مورخین نے بڑی حد تک اس سے استفادہ کیا ہے۔

طیبی: ”مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے مصنف کے نام کے ساتھ طیبی کے ساتھ مشہور ہے۔ جس کا قلمی نسخہ مدرسہ مظاہر العلوم کے کتب خانہ میں ہے۔ مدرسہ کے منتظمین نے کثیر رقم خرچ کر کے اس کو نقل کرایا جو مدرسہ کی خاص روایت رہی ہے اب یہ شرح الحمد للہ بہت عمدہ طباعت کے ساتھ طبع ہو چکی ہے اور دستیاب ہے اہم بات یہ ہے کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مشکوٰۃ کے استاذ ہیں اور استاد ہونے کے باوجود اپنے شاگرد کی کتاب کی شرح لکھی ہے یہ استاد و شاگرد دونوں کے اخلاص و للہیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

عینی: علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ کی شرح بخاری ”عمدة القاری“ کے نام سے گیارہ جلدوں میں ہے اور عینی ہدایہ، کنز، طحاوی کی بھی شرح ہے۔

عسقلانی: یہ بھی بخاری شریف کی بڑی مبسوط تیرہ جز میں شرح ہے۔ ”فتح الباری“ کے نام سے مشہور ہے جس کو تقریباً ۲۹ برس کی مدت میں لکھا گیا ہے۔ چونکہ ان کی تالیف کی ابتداء ۸۱۳ھ اور انتہا ۸۴۲ھ ہے۔ اس کے مصنف احمد بن علی لقب حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی ہیں جن کی پیدائش ۷۷۳ھ اور وفات ۸۵۲ھ میں ہے۔ قسطلانی: یہ بھی علامہ احمد بن محمد الخطیب الملقب قسطلانی کی دس جلدوں میں بخاری شریف کی شرح ہے جو ”ارشاد الساری شرح صحیح البخاری“ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حفظ

قول مالک، شافعی، احمد ہمہ در حفظ او

ظاہر یہ، خارجیہ، مرجیہ را رازداں

ترجمہ: امام مالک امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال انہیں حفظ ہیں۔ ظاہر یہ، خارجیہ، مرجیہ (یہ فرقوں کے نام ہیں) کے رازداں ہیں یعنی ان کے مذاہب کے دلائل و ماخذ کی حقیقت اور صحت و سقم سے خوب واقف ہیں۔

تشریح: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولادت ۹۵ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں ہے اور مدت عمر چوراسی ہے مشہور محدث اور فقیہ ہیں صاحب مذہب ہیں موطا امام مالک آپ ہی کی ہے۔

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ میں ہے، مدت حیات چون سال ہے مشہور محدث اور فقیہ ہیں صاحب مذہب ہیں۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولادت ۱۶۲ھ اور وفات ۲۴۱ھ میں ہے اور مدت عمر ستتر سال ہے مشہور محدث اور مشہور فقیہ صاحب مذہب ہیں مندا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ہی ہے۔

یہ تینوں حضرات جلیل القدر صاحب مذہب امام ہیں۔ اپنی شہرت کی بنا پر مستغنی عن التعارف ہیں۔

فرق باطلہ ظاہریہ، خارجیہ، مرجیہ

ظاہر یہ: وہ لوگ جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ جیسے حضرت داؤد

۱۔ ان تینوں حضرات کی سن ولادت و سن وفات و مدت عمر شریعت و طریقت ص ۵۲ سے ماخو ہے۔

ظاہری ہیں۔

خارجیہ: یہ بھی ایک فرقہ ہے جس کے بارے میں صاحب الطریقت

الحمد یہ تحریر فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الْخَوَارِجُ فَمَنْ لَمْ يَرُدَّ قَوْلَهُمْ شَيْئاً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَكَانَ خَطُّهُمْ عَلَى وَجْهِ التَّوِيلِ يَتَأَوَّلُونَ أَنَّ الْأَعْمَالَ أَيْمَانٌ يَقُولُونَ إِنَّ الصَّلَاةَ أَيْهَانٌ وَكَذَلِكَ الصَّوْمُ وَالزَّكَاةُ وَكَذَلِكَ جَمِيعُ الْفَرَائِضِ وَالطَّاعَاتِ. فَمَنْ أَتَى بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَمِيعِ الطَّاعَاتِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئاً مِنَ الطَّاعَاتِ كَفَرَ وَيَقُولُونَ الزَّانِي يُكْفَرُ حِينَ يَزْنِي وَشَارِبُ الْخَمْرِ يُكْفَرُ حِينَ يَشْرَبُ وَكَذَا يَقُولُونَ فِي جَمِيعِ مَا نَهَى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَيُكْفَرُونَ النَّاسَ بِتَرْكِ الْعَمَلِ فَهَذَا تَأْوِيلُ مَا أَوْحَى اللَّهُ لَهُمْ مُبْتَدِعَةً فَإِيَّاكَ وَقَوْلُهُمْ وَلَا تَقُلْ بِقَوْلِهِمْ وَاجْتَنِبُهُمْ وَاحْذَرُهُمْ وَفَارِقُهُمْ وَخَالَفَهُمْ (الطريقة المحمدية ص ۲۳ و ۲۴)

خوارج وہ ہیں جو کتاب اللہ میں سے کسی قول کو رد نہیں کرتے بلکہ کتاب اللہ میں تاویل کرنے کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ تاویل کرتے ہیں کہ اعمال ایمان ہے، (یعنی اعمال ایمان کے اجزاء ہیں) کہتے ہیں کہ بے شک نماز ایمان (یعنی ایمان کا جزو ہے) اور اسی طرح روزہ زکوٰۃ اور تمام فرائض و طاعات کو (ایمان کا جزو مانتے

ہیں) پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر رسولوں پر یوم آخرت پر ایمان لائے اور تمام طاعات کو بجالائے تو وہ مؤمن ہے۔ اور جو شخص طاعات میں کچھ بھی ترک کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (اور استدلال کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ زانی زنا کے وقت کافر ہو جاتا ہے۔ شرابی شراب پیتے وقت کافر ہو جاتا ہے (اس سے اشارہ ایک حدیث شریف کی طرف ہے۔ ”لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يُشْرِبُ الْخَمْرَ شَارِبَهَا حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ“^۱ نہیں زنا کرتا زنا کرنے والا جب وہ زنا کرتا ہے درحالیکہ وہ مؤمن ہو۔ اور نہیں شراب پیتا شراب پینے والا جب وہ شراب پیتا ہے دریاں حالیکہ وہ مؤمن ہو“ مطلب یہ ہے کہ گناہوں کے وقت ایمان کا نور اور ایمان کا کمال جاتا رہتا ہے مگر خوارج اس قسم کی حدیثوں کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں) اسی طرح وہ تاویل کرتے ہیں ان تمام چیزوں میں جن سے اللہ تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے۔ اور لوگوں کو ترک عمل کی وجہ سے کافر کہتے ہیں پس ان لوگوں نے تاویل کی اور خطا کار ہوئے۔ پس یہ مبتدع ہیں۔ پس تو ان کی باتوں سے بچ ان کی باتوں کا (ہرگز) قائل مت ہو۔ اور ان سے پورا پورا اجتناب کر اور ان سے جدا رہ۔ اور ان کی مخالفت کر۔ انتہی۔

مرجیہ

ان کے بارے میں صاحب ”الطريقة المحمدية“ تحریر فرماتے ہیں۔
وَأَمَّا الْمُرْجِيَّةُ فَإِنَّ ضَرْبًا مِنْهُمْ يَقُولُونَ نُرْجِي أَمْرَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَيَقُولُونَ أَلَا أَمْرٌ فِيهِمْ مَفُوضٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

وَالْكَافِرِينَ وَمُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَقُولُونَ ”لَهُ الْآخِرَةُ وَالْأُولَى“ فَكَمَا تَرَى يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الدُّنْيَا وَيَنْعَمُ مَنْ يَشَاءُ مِنَ الْكَافِرِينَ وَذَلِكَ فِيهِ عَدْلٌ فَكَذَلِكَ فِي الْآخِرَةِ فَيَسْوُونَ حُكْمَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى. فَهَؤُلَاءِ ضَرْبٌ مِنَ الْمُرْجِيَّةِ وَهُمْ كُفَّارٌ.

وَكَذَلِكَ الضَّرْبُ الْآخَرُ مِنْهُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ حَسَنَاتِنَا مَقْبُولَةٌ وَسَيِّئَاتِنَا مَغْفُورَةٌ وَالْأَعْمَالُ لَيْسَتْ بِفَرَائِضٍ وَلَا يَقْرُونَ بِفَرَائِضِ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ وَسَائِرِ الْفَرَائِضِ وَيَقُولُونَ هَذِهِ فَضَائِلُ مَنْ عَمِلَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ فَهَؤُلَاءِ أَيْضًا كُفَّارٌ. وَأَمَّا الْمُرْجِيَّةُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا نَتَوَلَّى الْمُؤْمِنِينَ الْمُدْنِبِينَ وَلَا نَتَبَرَّ مِنْهُمْ فَهَؤُلَاءِ الْمُتَبَدِّعَةُ وَلَا تُخْرِجُهُمْ بِدْعَتُهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَى الْكُفْرِ.

وَأَمَّا الْمُرْجِيَّةُ الَّذِينَ يَقُولُونَ نُرْجِي أَمْرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَلَا نُنْزِلُهُمْ جَنَّةً وَنَارًا وَلَا نَتَبَرَّ مِنْهُمْ وَنَتَوَلَّى لَهُمْ فِي الدِّينِ فَهُمْ عَلَى السُّنَّةِ فَالْزَمَ قَوْلَهُمْ وَخَذَ بِهِ.

(الطريقة المحمدية ص ۲۳)

پس مرجیہ کی ایک جماعت تو وہ ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مؤمنین کافرین کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ مؤمن اور کافروں میں سے جس کی چاہے مغفرت فرمائے اور جسے چاہے عذاب

دیوے (اور استدلال میں) کہتے ہیں۔ ”لہ الآخرة والاولیٰ“ دنیا و آخرت خدا ہی کے لئے ہے۔ پس جسے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مومنوں میں سے جسے چاہتا ہے دنیا میں عذاب دیتا ہے۔ اور کافروں میں سے جس پر چاہتا ہے انعام کرتا ہے۔ اور یہ اس کی جانب سے عدل ہے۔

ایسے ہی آخرت میں (وہ مومن کافر میں سے جس کو چاہے بخشے جس کو چاہے عذاب دیوے یہ عدل ہی ہے) پس یہ جماعت دنیا و آخرت کے حکم کو برابر قرار دیتی ہے۔ مرجیہ کی یہ جماعت کافر ہے۔

اور ان کی ایک جماعت وہ ہے جو یوں کہتی ہے ”حسناتنا مقبولة وسیئاتنا مغفورة“۔ ہماری نیکیاں قبول کی ہوئی اور ہماری برائیاں بخشی ہوئی ہیں۔ (یعنی ہماری نیکیاں ضرور قبول کی جائیں گی اور برائیاں ضرور بخشی جائیں گی) اور اعمال فرض نہیں ہیں، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام اور تمام فرائض کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو فضائل ہیں جو ان پر عمل کرے گا اچھا ہے اور جو عمل نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ یہ جماعت بھی کافر ہے۔

ایک جماعت وہ ہے جو کہتی ہے گنہگار مسلمانوں سے نہ ہم دوستی کرتے ہیں اور نہ ان سے تبری کرتے ہیں۔ تو یہ مبتدعہ ہیں۔ مگر ان کی بدعت ان کو ایمان سے کفر کی طرف نہیں نکالے گی (یعنی یہ جماعت کافر نہیں)

ایک جماعت وہ ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں نہ ہم ان کو جنت میں اتارتے ہیں نہ جہنم میں (یعنی نہ یوں کہتے ہیں کہ وہ لازمی طور پر جنتی ہیں نہ یوں کہتے ہیں کہ لازمی طور پر جہنمی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جنت میں داخل فرمائے جسے چاہے عذاب دیوے) تو یہ جماعت سنت پر قائم ہے۔ ان کے

قول کو اختیار کر اور لازم پکڑ۔

چوں سلف آں حافظ قرآن و تفسیر وحدیث
فقہ بر اقوال و اعمال مسلسل ضوفشاں
ترجمہ: سلف کے مثل قرآن و تفسیر وحدیث کے حافظ ہیں۔ ان کے اقوال و اعمال میں فقہ مسلسل ضوفشاں رہتا ہے۔



ذکر بعض تصانیف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

علم فوارہ نما جوشد زنوک خامہ اش
بہرہ یاب اہل عرب اہل عجم در کل جہاں
ترجمہ: ان کی نوک قلم سے علم مثل فوارہ کے ابلتا ہے، تمام دنیا میں اہل عرب
اہل عجم سب بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔

از حکایات صحابہ زندگی پر نور کن
ہم بیابی در فضائل روشنی جاوداں
ترجمہ: ”حکایات صحابہ“ سے زندگی منور بنائیے۔ فضائل کی کتابوں میں بھی
(جن کا ذکر اگلے شعر میں ہے) دائمی روشنی پائیں گے یعنی ان پر عمل کے ذریعے دائمی
روشنی حاصل ہوتی ہے۔

حکایات صحابہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس میں حضرات صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم اجمعین مردوں عورتوں اور بچوں کے زہد و تقویٰ، فقر و عبادت، علمی مشاغل،
ایثار و ہمدردی اور بے مثال جرأت و بہادری کے حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعات
کو بیان کیا گیا ہے جو بارہ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے اور تقریباً دو سو صفحات
ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے زندگی منور بن جاتی ہے عجیب مؤثر کتاب ہے۔

ذکر، قرآن صدقہ، روزہ، حج نماز دہم درود

ہر یکے را بر طریق دل نشیں کردہ بیان

ترجمہ: فضائل ذکر، فضائل قرآن، فضائل صدقہ، فضائل روزہ، فضائل حج،

فضائل نماز، فضائل درود ہر ایک کو دل نشیں انداز پر بیان فرمایا ہے۔

فضائل ذکر

جس کو حضرت شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضرت اقدس
مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں تالیف فرمایا جس میں ذکر
پاک کی برکات اور فضائل سے متعلق قرآن پاک کی آیات اور احادیث پاک کو جمع
فرمایا ہے تاکہ وہ لوگ جو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ انہیں
اپنے درد کی دوا اور اپنے مرض کا علاج معلوم ہو جائے کہ اللہ جل جلالہ عم نوالہ، کا ذکر
پاک ہی پریشانیوں کا علاج ہے اس کے پاک نام کی برکت و لذت، حلاوت و سرور اور
طمأنینیت سے ہی اجڑے ہوئے دل آباد ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ دو سو بارہ صفحات پر
مشتمل اور تین ابواب پر منقسم ہے، پہلا باب مطلق ذکر کے فضائل میں، باب دوم افضل
الذکر کلمہ طیبہ کے بیان میں باب سوم کلمہ سوم یعنی تسبیحات فاطمہ کے بیان میں ہے۔

فضائل قرآن

جس کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حضرت الشاہ حافظ محمد یسین صاحب
نور اللہ مرقدہ خلیفہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں تالیف فرمایا جس میں
قرآن پاک کے فضائل اور متفرق احکام پر مشتمل چالیس حدیثیں بیان کی گئی ہیں اخیر
میں ایک اور مختصر چہل حدیث ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع ہے نیز قرآن
پاک کی تلاوت کے ظاہری باطنی آداب قوموں کے عروج و زوال میں قرآن پاک کا
اثر قرآن پاک کا شفاعت فرمانا گذشتہ تمام کتابوں کا بدل قرآن پاک ہے ہر قسم کی
راحت و سر بلندی دنیا و آخرت کی کامرانی و کامیابی قرآن پاک کے ساتھ وابستہ ہے۔

تمام فتنوں سے نجات قرآن پاک میں ہے جیسے اہم عنوانات مفصل ذکر کئے گئے ہیں۔ اور قرآن پاک حفظ کرنے کا خاص عمل بھی بیان فرمایا ہے جس کی برکت سے بہت جلد حفظ ہو جاتا ہے۔

فضائل صدقات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے پراسرار ارشاد کی تعمیل میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تالیف فرمائی یہ رسالہ دو حصوں میں ہے پہلے حصہ میں پانچ فصلیں ہیں۔ فصل اول مال خرچ کرنے کے بیان میں۔ دوسری فصل میں بخل کی مذمت تیسری میں صلہ رحمی چوتھی میں زکوٰۃ کی تاکید، پانچویں میں زکوٰۃ نہ دینے پر وعیدیں۔ دوسرا حصہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں زہد و قناعت اور فصل ثانی میں زہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والوں کی ستر حکایات درج کی گئی ہیں۔ ۲۴ شوال ۱۳۶۶ھ بروز چہار شنبہ کو اس رسالہ کی نظام الدین دہلی میں ابتدا ہوئی۔ اس کا پہلا حصہ مالداروں کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔ اور دوسرا حصہ علماء کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔

فضائل روزہ

یہ رسالہ ”فضائل رمضان“ کے ساتھ مشہور ہے اس رسالہ میں رمضان المبارک کے فضائل اور بعض بزرگوں کے معمولات، رمضان المبارک میں کیا ہوتے تھے، شب قدر کی فضیلت، اعتکاف کی فضیلت اور اس کے احکام کو بیان فرمایا ہے، اخیر میں ایک طویل حدیث ہے جو بہت سے مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ میں کل اکیس احادیث تین فصلوں میں بیان کی گئی ہیں پہلی فصل رمضان المبارک کے

فضائل میں ہے جس میں دس احادیث ہیں دوسری فصل شب قدر کے بیان میں ہے جس میں سات حدیثیں ہیں۔ تیسری فصل اعتکاف کے بیان میں ہے جس میں تین حدیثیں ہیں۔ اخیر میں ایک طویل حدیث پر رسالہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔

فضائل حج

یہ رسالہ امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کے اصرار پر تالیف فرمایا۔ حضرت قدس سرہ کا سخت اصرار تھا کہ حج و زیارت کے فضائل میں بھی چند احادیث کا ترجمہ امت کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ حج کو جانے والے حضرات ان احادیث کی برکت سے اسی ذوق و شوق کے ساتھ جائیں۔ جو اس مبارک اور نہایت اہم عمل کے مناسب ہو۔ اور حج سے واپسی بھی انہی دینی جذبات سے ہو جو اس مبارک اور نہایت اہم عمل کے مناسب ہوں۔ نیز ذوق و شوق کے ساتھ جانے والے حجاج کی کثرت ہو جو خود بھی دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اور وہاں کے قیام میں اہل عرب سے بھی ان کے اصل اور جدی کاموں میں اشتغال کی اور انہماک کی استدعا اور درخواست کریں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے نظام الدین دہلی ہی میں ۱۳ شوال ۱۳۶۶ھ چہار شنبہ کو اس کی ابتدا فرمائی۔ اور ۶ھ میں تکمیل ہوئی اس رسالہ میں دس فصلیں ہیں فصل اول حج کی ترغیب میں دوسری فصل حج نہ کرنے کی وعیدیں۔ تیسری فصل سفر کی مشقت کے تحمل میں۔ چوتھی فصل حج کی حقیقت میں۔ پانچویں فصل حج کے آداب میں۔ چھٹی فصل مکہ مکرمہ اور کعبہ کے فضائل میں۔ ساتویں فصل عمرہ کے فضائل میں۔ آٹھویں فصل زیارت مدینہ طیبہ میں۔ نویں فصل آداب زیارت میں۔ دسویں فصل

مدینہ طیبہ کے فضائل میں ہے۔

فضائل نماز

یہ رسالہ بھی حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد کے تعمیل میں تالیف کیا گیا جن میں ان حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں نماز پڑھنے کی فضیلت، نماز چھوڑنے کا عذاب، جماعت کے ثواب اور اس کے چھوڑنے کی سزائیں آئی ہیں۔ یہ رسالہ تین بابوں پر منقسم ہے۔ پہلا باب نماز کی اہمیت کے بیان میں ہے جس میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول نماز کی فضیلت کے بیان میں دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیثوں میں آیا ہے اس کا بیان ہے۔

دوسرا باب جماعت کے بیان میں ہے جس میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول جماعت کے فضائل میں، فصل دوم جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں۔

تیسرا باب نماز کے خشوع و خضوع کے بیان میں ہے۔ جس میں صوفیان کرام اور اہل اللہ کی نمازوں کی حکایات اور بزرگوں کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے واقعات اور دوسرے اہم مضامین ہیں۔

فضائل درود

اس رسالہ میں درود شریف کے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں اور خاص خاص درودوں کے فضائل اور روضہ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا طریقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس قصے ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ پانچ فصلوں پر منقسم ہے پہلی فصل درود شریف کے فضائل و ثواب میں ہے۔ دوسری فصل خاص خاص درود کے خاص خاص فضائل کے بیان میں اور خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت کرنے کے اعمال کے بیان میں۔ اور ایک چہل حدیث جو صلوٰۃ و سلام پر مشتمل ہے بیان کی گئی ہے۔ تیسری فصل ان احادیث کے بیان میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ چوتھی فصل فوائد متفرقہ کے بیان میں۔ پانچویں فصل درود شریف سے متعلق حکایات کے بیان میں ہے۔

اعتدال فرقتہائے مختلف را جمع کرد
صلح کردہ دشمنی با دشمنی شد شادمان

ترجمہ: ان کی کتاب اعتدال نے مختلف فرقوں کو جمع کر دیا اس کتاب کی وجہ ہی سے دشمن دشمن کے ساتھ صلح کر کے آپس میں خوش ہو گئے۔

تشریح اعتدال

اس رسالہ کا پورا نام ”الاعتدال فی مراتب الرجال معروف بہ“ اسلامی سیاست ہے یہ ایک طویل مبسوط خط ہے جو حضرت اقدس شیخ المشائخ قدس سرہ نے اپنے ایک مخلص خادم و شاگرد کے نام جس میں سیاسی مسائل حاضرہ کے متعلق سات سوالوں کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں انتہائی سنجیدگی اور متانت سے تحریر فرمائے گئے ہیں اور جس میں ہزاروں احادیث پاک اور بہت سی آیات پاک کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے۔ اور جس میں علماء مخلصین کے باہمی اختلاف کی حیثیت کو واضح فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے یہ رسالہ ۱۳۵ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ حضرت اقدس الشاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے تقاضہ اور اصرار پر اس کو شائع کیا گیا۔ بے نظیر رسالہ ہے ہر ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا اور حرز جاں بنانا ضروری ہے۔

حب دنیا از دل خود دور کن در یاد موت

مال و عزت را ہمیں جا ترک کردہ رفتگان

ترجمہ: دنیا کی محبت اپنے دل سے دور کر موت کی یاد میں۔ مال و عزت جانے والے یہیں چھوڑ کر گئے ہیں۔

موت کی یاد

حب مال، حب جاہ یہی چیزیں ہیں جو انسان کو طاعات سے روک کر معاصی پر ابھارتی اور آمادہ کرتی ہیں اس رسالہ کا مطالعہ کرنے سے مال و جاہ کی حقیقت بے وقعت ہو کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کی بے وقعتی بے ثباتی، ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پہلے جو دنیا سے جا چکے ہیں جنہوں نے مال و دولت جاہ و عزت میں خوب خوب کمال حاصل کیا۔ اونچے اور مضبوط مکان و قلعے تعمیر کئے۔ بڑی بڑی جائیدادیں حاصل کیں بڑے بڑے عہدے حاصل کئے لاکھوں کروڑوں کا خزانہ جمع کیا۔ مگر جب گئے تو سب چھوڑ گئے۔ کچھ بھی ساتھ نہ گیا۔ سکندر جب گیا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ ہر انسان کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں یہیں چھوڑ کر جانا ہے۔

در وجوب لمحیہ ہم دارد کتابے پر اثر

ریش دشمن چوں بخواندش ریش راشد پاسباں

ترجمہ: ڈاڑھی کے وجوب کے بیان میں بھی حضرت کی ایک بڑی موثر کتاب ہے۔ ڈاڑھی کے دشمن نے جب اس کو پڑھا تو وہ ڈاڑھی کا محافظ ہو گیا۔

ڈاڑھی کا وجوب

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا رسالہ ہے جس میں ڈاڑھی کا وجوب اور اس کی فضیلت، ڈاڑھی منڈانے کی وعیدیں اور مضرتیں دل نشیں اور پراثر انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر اس رسالہ کو ایسے لوگوں کے سامنے جو ڈاڑھی کے دشمن ہیں پڑھا جائے اور وہ دل کے کانوں سے سنیں تو وہ یقیناً سچی توبہ کر کے ڈاڑھی کے محافظ بن جائیں۔ بہت سے لوگوں نے اس رسالہ کی برکت سے توبہ کی اور ڈاڑھی رکھ لی اور جو لوگ ڈاڑھی کے دشمن تھے وہ خود ڈاڑھی کے محافظ بن گئے۔



اوجز ولامع، خصائل، کوکب و حج ووداع

برموطا، بربخاری، ترمذی شرح عیال

ترجمہ: اوجز المسالک، لامع الدراری، خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم الکوکب الدرری، حجة الوداع، موطا پر بخاری پر، ترمذی پر واضح شرحیں ہیں۔

اوجز

اس سے اوجز المسالک شرح عربی موطا امام مالک کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مشہور تالیف ہے اپنی قدیم شہرت کی وجہ سے مستغنی عن التعارف ہے۔ چھ ضخیم جلدوں میں مکمل کتاب متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ ممالک عربیہ بالخصوص مغاربہ جو مالکی ہیں اس کتاب کے بڑے خواہش مند اور مداح رہے ہیں۔ اس شرح میں جو خصوصیات اور خوبیاں ہیں وہ تو بیان سے باہر ہیں لیکن حل لغات حل مطالب وغیرہ لوازمات شرح کے بعد جن خاص امور کا اہتمام فرمایا گیا ہے وہ بالاجمال یہ ہیں۔

(۱) ہر راوی کی تحقیق نہایت مختصر طور پر کی گئی ہے۔

(۲) ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب خود صاحب مذہب کی کتابوں سے معہ

حوالہ نقل کیا گیا ہے۔

(۳) مذہب حنفیہ کی ترجیح کے بعد مختصر طور سے دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

(۴) ہر باب میں جملہ فقہی مسائل اور اصولی مباحث کے باوجود اختصار کی

رعایت کی گئی ہے کہ جلد اکتا جانے والی طبائع طول کو پسند نہیں کرتیں۔

(۵) کتاب سے قبل ایک نہایت مبسوط مقدمہ ہے جس میں سات باب ہیں

مختلف فوائد ہیں، جن میں علم حدیث کے خزائن جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جس کی خوبیوں

کا اندازہ دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

یہ کتاب ۱۳۳۵ھ میں جبکہ مدینہ منورہ (زاد ہا اللہ شرفا و کرامۃ) میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے ساتھ قیام تھا وہاں ”بذل الجہود“ کی تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ ماہ ربیع الاول میں شروع کی گئی بذل الجہود فی حل ابی داؤد کے لکھنے سے جب فرصت ملتی تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ”اوجز“ کی تالیف میں مشغول ہو جاتے اور جب ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ میں ”بذل الجہود“ سے فراغت ہو گئی تو پورا وقت اس میں صرف ہونے لگا۔ عجیب اتفاق کہ جس کتاب کا امام الحرمین صاحب موطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ (زاد ہا اللہ شرفا و کرامۃ) میں درس دیا اس کی اس بے مثال شرح کی بھی وہاں ہی ابتدا کی گئی۔ اور اس مبارک جگہ کی بے انتہا برکتوں کی وجہ سے ہی تین ماہ سے کم ہی میں ڈیڑھ جلد تیار ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۳۳۶ھ میں ہندوستان واپس آنا ہوا اور بقیہ ساڑھے چار جلدیں تیس سال کی مشقت میں تمام ہوئیں۔ اسی طرح حدیث نبوی سے متعلق بے انتہا معلومات کا ذخیرہ و خزائنہ ”اوجز المسالک“ کی شکل میں جسے مستقل کتب خانہ کہنا بجا ہے امت کے ہاتھ آیا اور اب اس گنجینہ علوم و معارف کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خاص شاگرد رشید اور معتمد خاص حضرت مولانا مفتی تقی الدین مظاہری ندوی دامت برکاتہم نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ اٹھارہ ضخیم جلدوں میں بہت عمدہ کاغذ اعلیٰ معیار کے ساتھ طبع کرایا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا مفتی تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی شایان شان اس کا بدلہ عطا فرمائے صحت دی نیت کے ساتھ موصوف کا سایہ دراز فرمائے زیادہ سے زیادہ مستفیض فرمائے آمین۔

۱۔ مقدمہ اوجز المسالک۔

لامع

اس سے ”لامع الدراری شرح علی جامع البخاری“ کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں حضرت قطب العالم وقطب الارشاد سید الطائفہ مولانا الحاج رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی وہ تقریرات ہیں جو حضرت قدس سرہ نے ۱۳ھ کے آخری دورہ حدیث شریف میں اردو میں ارشاد فرمائی تھیں اور چونکہ یہ آخری دورہ حدیث شریف حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کی وجہ سے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کی سفارش پر شروع فرمایا تھا۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ورنہ تو نزول ماء کی وجہ سے درس موقوف فر چکے تھے۔ اس لئے محدث گنگوہی قدس سرہ نے اس آخری اور بے مثال دروہ شریف میں علوم و معارف کا خوب خوب مینھ برسایا اور حضرت اقدس محدث گنگوہی کے لائق اور قدر داں و حقیقت شناس شاگرد اور خادم خاص اور کاتب خطوط و فتاویٰ حضرت مولانا محمد تکی صاحب نور اللہ مرقدہ نے زمانہ طالب علمی ہی میں ان تقریرات کو عربی میں قلم بند فرما کر علمی دنیا پر احسان عظیم فرمایا۔ اس طرح یہ قیمتی ذخیرہ حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور اکابر محدثین ہندوستان کو جب اس کا علم ہوا تو زکر کثیر صرف کر کے اس کی قلمی نقلیں کرائیں اور اس کی اشاعت کا تقاضہ اور اصرار کیا۔ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ نے بہت زیادہ تقاضہ فرمایا گو ”اوجسز“ کی مشغولی کی وجہ سے فرصت نہ مل سکی آخر آخری ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ کو لامع الدراری پر تحشیہ اور تعلیق کا کام شروع فرمایا مگر افسوس کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۶ھ کو وصال ہو گیا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

لَکِنْ کَثْرَةُ الْمَشَاغِلِ لَمْ تُمَكِّنْنِي فِي حَيَاتِهِ مِنَ النَّظَرِ فِيهِ
غَيْرَ عِدَّةِ أَوْ رَاقٍ طَبَعْتُ فِيهَا أَرْبَعَةَ أَوْ رَاقٍ فِي حَيَاتِهِ وَلَمَّا
قَدَّمْتُهَا إِلَيْهِ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ سُورُورًا وَبَهْجَةً.

لیکن کثرت مشاغل نے مجھے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہند اور اوراق کے علاوہ اس میں نظر کرنے کی مہلت نہ دی۔ انہیں میں سے چار ورق طبع کرا کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے تو آں محترم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔

اس تالیف میں خاص طور سے امام بخاری کے تراجم کے اغراض اور احادیث کی مطابقت پر وضاحت سے کلام کیا گیا ہے۔ اور ایسی تحقیقات نادرہ بھی کی گئی ہیں جو دوسری شروح میں نہیں۔ مکمل کتاب تین جلدوں میں ہے۔ شروع میں ایک سوباون صفحہ کا بسیط مقدمہ ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنی اس تعلیق کو سیکڑوں کتابوں سے جواہرات چن چن کر مزین فرمایا ہے۔ اس طرح یہ شرح لا جواب دوسری تمام شروحات بخاری سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

جب اس کتاب کی تکمیل ہوئی تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ اپنی مسرتوں میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کے لئے ۱۳ جون ۱۲۵۸ھ جمعہ کے دن آپ نے ہندوستان کے مخصوص علماء کرام کو مدعو فرمایا اور دور دور سے علماء کرام اس تقریب سعید میں شرکت کرنے کے لئے سہارنپور آئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے شرکاء تقریب کی قسم قسم کے کھانوں اور میٹھائیوں سے ضیافت فرمائی۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ارشد اور معتمد خاص حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی حفظہ اللہ تعالیٰ نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی تقریر بخاری شریف اردو جو بہت زیادہ مقبول ہے کو بھی عربی میں منتقل کر کے اس میں شامل فرمادیا نیز حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو الالباب والتراجم، جو مائے ناز تصنیف ہے اور بخاری شریف کے ابواب و تراجم پر حاصل بحث کی گئی ہے کو بھی اس میں شامل فرمادیا اس طرح حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ دیگر تصانیف سے بھی حدیث پاک سے متعلق علوم و معارف کو اس میں شامل فرمادیا اور مزید تصنیفات کے ساتھ ”الکنز المتواری کے نام سے اعلیٰ کاغذ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع فرما رہے ہیں جس کی متعدد ضخیم جلدیں الحمد للہ شائع ہو چکی ہیں شروع بخاری شریف میں یہ بہت ہی ممتاز اور قیمتی اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت قبول فرمائے آمین اور حضرت مولانا بلکہ عبد الحفیظ مکی حفظہ اللہ تعالیٰ کو پوری امت کی طرف سے بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

خصائل

اس سے اشارہ ”خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی“ کی طرف ہے ”شمائل ترمذی“ کو سیرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

احادیث پاک کی دوسری کتابوں میں بھی خصائل پاک اور سیرت مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا گیا ہے مگر منتشر طور، پر یکجائی طور پر خاص ترتیب کے ساتھ خصائل پاک اور سیرت مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چار سو احادیث کو امام الحدیث ابن الحافظ

ابن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی نے چھپن بابوں میں جمع فرمایا ہے، مگر اس کا فائدہ اہل علم اور عربی داں حضرات تک ہی مخصوص تھا۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے امت پر بڑا ہی احسان فرمایا کہ اردو میں اس کا ترجمہ اور شرح فرمائی کہ جس سے اردو داں حضرات بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم علیہ الف الف صلوات و تحیات کے اخلاق، اوصاف عادات، معمولات سے واقفیت حاصل کر کے ان کو حرز جاں بنا سکتے ہیں خدائے پاک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اس کا بہت بہت اجر عظیم عطا فرمائے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات سے نوازے آمین۔

۱۳۴۲ھ میں ”بذل المجہود فی حل ابی داؤد“ کی طباعت کے سلسلہ میں متفرق طور پر چند روز حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قیام نظام الدین ہوا۔ وہاں جناب محترم محمد عثمان صاحب (جن کے حضرت مولانا محمد تکی صاحب نور اللہ مرقدہ سے لمبھی مراسم تھے) نے اصرار کیا بمقتضائے حدیث ”ان من ابر البر صلة الرجل اهل و د ابیہ بعد ان یولی“ (رواہ مسلم)

ترجمہ: بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اسکے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے قبول فرمالیا اور ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۴۳ھ شب جمعہ میں اس سے فراغت ہوئی اور خدائے پاک نے حضرت اقدس قدس سرہ کی دوسری تصنیفات کی طرح اس کتاب کو بھی وہ قبولیت عامہ بخشی کہ متعدد بار طبع ہونے کی نوبت آ چکی۔

کوکب

”الکوکب الدرری علی جامع الترمذی“ کی طرف اشارہ ہے یہ بھی امام خصائل۔ ۲ خصائل نبوی ص ۲۶۴۔

المحدثین قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی ان تقریرات کا مجموعہ ہیں جو درس ترمذی میں حضرت اقدس قدس سرہ نے فرمائی تھیں اور حضرت کے خادم خاص کاتب خطوط و فتاویٰ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ نے ان نایاب جواہرات کو عربی زبان میں ضبط فرمالیا تھا (ترمذی کا درس حضرت قدس سرہ نے ۱۳۱۱ھ اوائل ذیقعدہ میں شروع فرمایا تھا اور ۱۳۱۲ھ ۱۸ ذی الحجہ کو کچھ کم ایک سال میں ختم ہوا۔ اس کے بعد دوسری حدیث کی کتابوں کا درس شروع فرمایا) امام المحدثین قدس سرہ نے اپنے قدر شناس شاگرد کی رعایت میں وہ علوم و معارف بیان فرمائے کہ باید و شاید گویا زندگی بھر کے بحرات کا نچوڑ اور علوم و معارف کے دریا اپنے قدر داں شاگرد کے سامنے انڈیل اور بہا دیئے اور لائق ترین شاگرد نے بھی پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اور ان کو ملت کی ایک امانت سمجھ کر بذریعہ تحریر اس قیمتی خزانہ کو محفوظ کر دیا اور ان کی لائق ترین فرزند حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ نے پوری امانت کو تحشیہ و تعلیق کے ذریعہ مزید چار چاند لگا کر امت کے حوالہ کر دیا اور شائع فرما کر زندہ جاوید بنا دیا۔ خدائے پاک ان تینوں حضرات کو خوب خوب اجر عظیم عطا فرمائے آمین۔

حج و دواع

”جزء حجۃ الودع والعمرات“ کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے اپنی ابتداء مدرسہ ۴۲ھ میں ایک دن ڈیڑھ رات میں لکھا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حج کے قصہ کو مسلسل متن بنایا ہے اور اس کے متعلق اختلاف و روایات ائمہ اربعہ کے مذاہب اور مختلف روایات میں جمع کی طرف اشارات بھی کئے گئے ہیں اور مجمل رعایات کا محمل بتایا گیا ہے۔ اور بہت سے

ایسے واقعات میں احکام کی تعیین کی گئی ہے جس سے عام طور سے شرح نے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ تالیف کے بعد سے اکابر مدرسین کتاب الحج پڑھاتے وقت اس رسالہ کو زیر نظر رکھتے تھے، بہت سے حضرات نے اس کی طباعت کا مشورہ دیا۔ مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ یہ مجمل اشارات ہیں۔ طباعت کے لئے نہیں ہیں بلکہ بطور یادداشت کے ہیں ۸۹ھ میں مدینہ پاک کے قیام میں بلا کسی سبب کے اس کی طباعت کا داعیہ پیدا ہوا اور مدینہ پاک سے واپسی پر ذی قعدہ ۸۹ھ میں اس کا از سر نو سننا شروع کیا جس میں کئی ماہ لگ گئے اور اس کے اختتام پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے خواب دیکھا کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا ذکر ضرور ہونا چاہئے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کا ذکر تالیف فرما کر اضافہ کیا گیا۔

حضرت اقدس قدس سرہ کی تصنیفات و تالیفات ان کے علاوہ بھی ہیں جیسے تاریخ مشائخ چشت، تاریخ مظاہر، فضائل تبلیغ، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم، آپ بیتی جو حضرت اقدس قدس سرہ کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ بے بہا معلومات اور بزرگوں کے حالات کا نایاب ذخیرہ ہے جس کا ہر طالب علم کو مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ رسالہ اشراک و غیرہ اختلاف الائمہ الابواب والترجم صحیح البخاری، تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات، شریعت و طریقت وغیرہ وغیرہ۔

عمل بر عزیمت

در مسائل در فتاویٰ بر عزیمت میرود

اندر و ہرگز نیابی ہیچ کسلے را نشان

ترجمہ: مسائل و فتاویٰ میں (دینی امور میں) عزیمت پر عمل فرماتے ہیں۔

(دینی امور میں) تو حضرت قدس سرہ کے اندر ہر گز بھی کسی سستی کا نام و نشان نہیں پاسکتا۔

تشریح: یوں تو حضرت قدس سرہ کی پوری زندگی عمل بر عزیمت کے واقعات سے بھر پور ہے۔ مگر تقریباً نصف صدی تک تدریسی اہم خدمت انجام دینے پر کبھی تنخواہ نہ لینا اور جو ابتداء اکابر کے حکم اور اصرار پر تنخواہیں لیں بعد میں ان سب کو بھی واپس کر دینا حضرت کے عمل بر عزیمت کی روشن دلیل ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

مدرسی کی تنخواہ آپ نے کبھی قبول نہ کی جب آپ کے شیخ و مرشد نے یہ حکم دیا کہ آپ یہ رقم لے لیں اور اس کو دوسرے جج (۱۳۴۴ھ) جس میں آپ اپنے استاد کے معاون و رفیق کار کی حیثیت سے بذل المجہود کی تکمیل کے لئے تشریف لے گئے تھے) خرچ کریں۔ تو آپ نے تعمیل ارشاد میں اس کو قبول تو کر لیا لیکن بعد میں پھر کل رقم مدرسہ میں داخل کر دی۔ اس طرح حدیث کی یہ خدمت اس پورے طویل عرصہ تک آپ نے بلا معاوضہ اور خالصۃً اجر و ثواب کی نیت سے انجام دی اور اس کا مادی بدلہ قبول کرنے کے بھی روادار نہ ہوئے۔ دو مرتبہ آپ کو دوسری جگہوں سے بڑے گرانقدر مشاہیر پر مدرسہ کی پیش کش ہوئی جو اس برائے نام تنخواہ سے بہت زیادہ تھی اور اخلاص و عالی ہمتی کے اس سخت امتحان سے آپ کو گزرنا پڑا۔ اس لئے کہ یہ وہ پیش کش تھی جس کے بہت سے

لوگ دل و جان سے متمنی تھے۔ لیکن آپ نے پورے عزم و استقامت اور یقین و اعتماد کے ساتھ اس سے معذرت کر دی۔ اس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر ایسا دیا جس کا شاید تصور بھی اس وقت آپ کو نہ آنا ہوگا۔ اور ہر طرح کے انعامات و الطاف سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

یہی کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ہی عمل بر عزیمت کا نمونہ ہے جس کی تفصیل کے لئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں عمل بر عزیمت کا یہ اعلیٰ وصف نسبت رشیدی و خلیلی کا آئینہ دار ہے۔ آپ بقی نمبر ۶۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے عمل بر عزیمت کا واقعہ

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ اپنے معاملہ میں آپ کا تقویٰ اور احتیاط اس قدر تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا میں قول راجح پر اقرب الی الاحتیاط کو اختیار فرماتے تھے۔ باوجود ضرورت کے احتیاط کو ہر گز نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کی احتیاط کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ نے اپنے امراض میں کیسا ہی شدید مرض کیوں نہ ہوا کبھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔ مرض الموت میں جب تک اس قدر طاقت رہی کہ وہ آدمیوں کے سہارے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکیں اس وقت تک اسی طرح پڑھی کہ دو تین آدمیوں نے بمشکل اٹھایا اور دونوں جانبوں سے کمر میں ہاتھ

ڈال کر لے کر کھڑے ہو گئے اور قیام و رکوع و سجود انہیں کے سہارے سے نماز ادا کی۔ ہر چند خدام نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر نماز ادا کر لیجئے۔ مگر نہ کچھ جواب دیا نہ قبول فرمایا ایک روز مولوی محمد تکی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس وقت بھی جائز نہیں تو پھر وہ کون سا وقت اور کون سی حالت ہوگی جس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قادر بقدرۃ الغیر تو قادر ہوتا ہے۔ اور جب میرے دوست ایسے ہیں کہ مجھ کو اٹھا کر نماز پڑھاتے ہیں تو میں کیوں کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہوں۔ آخر جب نوبت ضعف اس قدر پہنچ گئی کہ دوسروں کے سہارے بھی کھڑے ہونے کی قدرت نہ رہی اس وقت چند وقت کی نمازیں آپ نے بیٹھ کر پڑھیں۔ گویا بتلادیا کہ اتباع شرع اس کو کہتے ہیں۔ تقویٰ اس کا نام ہے۔ اختیار احوط اسی طرح ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الرشید ص ۶۴)

دوسرا واقعہ

قطب الاقطاب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک اور واقعہ حضرت اقدس سیدی و مولائی حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے واسطے سے نقل فرمایا ہے۔

مفتی محمود حسن صاحب نے بروایت اپنے والد صاحب حضرت قطب عالم مولانا گنگوہی کا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ نزول آب کے بعد حضرت سے آنکھ بنوانے کے لئے عرض کیا گیا

تو آپ نے انکار فرمایا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت کی کوئی نماز قضا نہ ہونے دوں گا۔ فجر اول وقت اور ظہر آخر وقت میں پڑھ لیں گے۔ البتہ چند روز تک سجدہ زمین پر نہ فرمائیں۔ اونچا تکیہ رکھ کر اس پر کر لیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ چند دن کی نمازیں تو بہت ہوتی ہے ایک سجدہ بھی اس طرح گوارہ نہیں کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ درس حدیث دیتے تھے۔ اب یہ فیض بند ہو گیا آنکھ بنوانے سے پھر یہ فیض جاری ہو جائے گا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ اس میں میرے کسی عمل کو کیا دخل ہے۔ جب تک قدرت نے چاہا جاری رہا جب چاہا بند ہو گیا۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس میں حرج ہی کیا ہے۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں بصارت سلب ہونے پر جنت کی بشارت ہے۔ مجھ کو یہ نعمت ملی ہے۔ میں اس کو کیوں ضائع کروں۔ چنانچہ اخیر تک آنکھ نہ بنوائی۔

(آپ بقی نمبر: ۶ ص ۲۱۲)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے عمل بر عزیمت کا واقعہ

سیدی و مولائی حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے واسطے سے ہی حضرت اقدس الحاج مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کا واقعہ ”آپ بقی“ میں بیان کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

مفتی محمود حسن صاحب نے ایک اور واقعہ بروایت مولوی منفعیت صاحب وکیل۔ بیان کیا سخت ترین گرمی اور لو کا زمانہ تھا۔

رمضان مبارک کا مہینہ تھا حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی طبیعت ناساز چل رہی تھی پیچش کی شدید تکلیف تھی حرمت نے کئی روتک دوا سے افطار پر قناعت کی کوئی غذا نہیں کھائی جمعہ کا دن آیا۔ مولوی عبداللہ جان وکیل بھی مدرسہ جمعہ پڑھنے کیلئے آئے انہوں نے دیکھا کہ چہرہ نہایت پژمردہ ہے اور ضعف و نقاہت کے آثار نمایاں ہیں وہ تو یہ حالت دیکھ کر ستون کے پیچھے ہو کر رونے لگے۔ مولانا حافظ عبداللطیف صاحب (ناظم مدرسہ مظاہر العلوم) نے عرض کیا کہ حضرت کا کئی روز سے فاقہ ہے۔ تکلیف زیادہ ہے روزہ قضا فرمادیتے آخر فقہا نے رخصت لکھی ہی ہے اور مولوی عبداللہ جان تو رو رہے ہیں۔ حضرت قدس سرہ کا چہرہ فوراً متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیسی بات کہتے ہیں۔ ارے روزہ اور پھر رمضان کا روزہ پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہیں کہ مولوی عبداللہ جان جیسا کوہ وقار انسان بھی متاثر ہو جائے۔

انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمان

(آپ بیتی نمبر: ۶ ص ۲۱۲)

حضرت اقدس شیخ المشائخ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی دوسرے اوصاف عالیہ کے مثل عمل بر عزیمت میں بھی ان دونوں بزرگوں کا نمونہ ہے اور عمل بر عزیمت حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہے۔

عمل بر رخصت کی وجہ

گاہ رخصت را پسندد در عمل بہر خدا
تا گمان حرمتش را دفع سازد از میاں
ترجمہ: کبھی خدا کے لئے رخصت پر عمل کرنے کو اختیار فرماتے ہیں تاکہ اس کی حرمت کے گمان کو دفع فرمادیں۔

تشریح: اور تاکہ اس حدیث پاک کے مقتضا پر عمل ہو جائے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتِيَ رُخْصَةً كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُؤْتِيَ عَزَائِمُهُ. (الطريقة المحمدية ص ۱۶)

”حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کئے جانے کو ایسا ہی پسند کرتا ہے جیسا اپنی عزیمتوں پر عمل کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُحِبُّ أَنْ تُؤْتِيَ رُخْصَةً كَمَا يُكْرَهُ أَنْ تُؤْتِيَ مَعْصِيَتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ خُذِيْمَةٌ كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُتْرَكَ مَعْصِيَتُهُ. (حوالہ بالا)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رخصتوں پر عمل کئے جانے کو ایسا ہی پسند کرتا ہے جیسا کہ اپنی نافرمانی کئے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ اور خذیمہ کی روایت میں ہے، جیسا کہ اپنی نافرمانی ترک کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔“

اور حضرت ابو درداء اور واثلہ بن اسقع اور ابو امامۃ اور انس رضی اللہ عنہم
اجمعین سے روایت ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُقْبَلَ
رُخْصَتُهُ كَمَا يُحِبُّ الْعَبْدُ مَغْفِرَةَ رَبِّهِ. (حوالہ بالا)

”کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ
تبارک تعالیٰ اپنی رخصتوں کے قبول کئے جانے کو ایسا ہی پسند کرتا ہے جیسا بندہ اپنے
رب کی مغفرت کو پسند کرتا ہے۔“

نور عینین

آن سراپا رشد و خلت نائب خیر الوری

نور عین شہ رشید وشہ خلیل سروراں

ترجمہ: آپ سراپا رشد و خلت خیر الوری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب
ہیں۔ شاہ رشید احمد و شاہ خلیل احمد سرداروں کی آنکھ کا نور ہیں۔

تشریح: خیر الوری (مخلوق میں سب سے بہتر) یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہونا ظاہر ہے حدیث شریف میں ہے۔

أَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةَ الْأَنْبِيَاءِ لَمْ يُورَثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَمًا وَلَكِنْ وَرَثُوا
الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ. (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۰)

”بے شک علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام نے دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا اور لیکن علم کا وارث بنایا پس جس
نے اس کو لیا اس نے بڑا حصہ لیا (یعنی بڑی قیمتی چیز حاصل کی)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

شہ رشید: اس سے اشارہ قطب زمانہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب
نور اللہ مرقدہ محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی طرف ہے جو گنگوہ کے انصاری ایوبی
خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔

خاندان

جن کا داد ہیال اور نانیہال دونوں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ
عنہ پر منتہی ہوتے ہیں حضرت محدث گنگوہی کے اسلاف دراصل قصبہ رامپور نہاراں
ضلع سہانر پور کے رہنے والے تھے آپ کے دادا حاجی پیر بخش دلیری، شجاعت جرات
و ہمت کے پیکر تھے۔ اور کئی قصبوں میں اپنے ان اوصاف کی بنا پر مشہور تھے وہ کسی
موقع پر گنگوہ منتقل ہوئے اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔

حاجی پیر بخش کے صاحبزادہ مولانا ہدایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو
اپنے زمانہ میں اہل فضل و کمال میں شمار کئے جاتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب
مجددی نقشبندی کے خلیفہ اور مجاز تھے۔ انہوں نے ۱۲۵۲ھ میں ۳۵ سال کی عمر میں
انتقال کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ان ہی کے صاحبزادے تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۲۴۲ھ میں ہوئی سات سال کے تھے کہ والد ماجد کا
انتقال ہو گیا۔

طلب علم اور اساتذہ

ابتدائی تعلیم قصبہ گنگوہ میں ہی حاصل کی، اس کے بعد وہلی جا کر استاد العلماء

حضرت مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور مفتی صدر الدین آزادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث حاصل کیا اور علوم حدیث کی تکمیل کے بعد گنگوہ میں درس و تدریس کا مشغلہ جاری کیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی اجازت و خلافت حاصل کر کے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ”نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں“۔

أَحَدُ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِينَ وَالْفَضَلَاءِ الْمُدَقِّقِينَ لَمْ يَكُنْ مِثْلَهُ
فِي زَمَانِهِ فِي الصِّدْقِ وَالْعِفَافِ وَالتَّوَكُّلِ وَالْفِقْهِ وَالشَّهَادَةِ
وَالْإِقْدَامِ فِي الْمَخَاطِرِ وَالصَّلَاةِ فِي الدِّينِ وَالشَّدَةِ فِي
الْمَذْهَبِ وَكَانَ آيَةً بَاهِرَةً وَنِعْمَةً ظَاهِرَةً فِي التَّقْوَى وَاتِّبَاعِ
سُنَّةِ النَّبَوِيَّةِ وَالْعَمَلِ بِالْعَزِيمَةِ وَالْإِسْتِقَامَةِ عَلَى الشَّرِيعَةِ
وَرَفْضِ الْبِدْعِ وَالْمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ وَمُحَارَبَتِهَا بِكُلِّ طَرِيقٍ
وَالْحِرْصِ عَلَى نَشْرِ السُّنَّةِ وَأَعْلَاءِ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ
وَالصَّدَقِ بِالْحَقِّ وَبَيَانِ حُكْمِ الشَّرْعِيِّ أَنْتَهَتْ إِلَيْهِ الْأَمَامَةُ
فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَرِيَاسَةِ تَرْبِيَةِ الْمُرِيدِينَ وَتَرْكِيبَةِ
النَّفُوسِ وَالِدُّعَاءِ إِلَى اللَّهِ وَإِحْيَاءِ السُّنَّةِ وَأَمَاتَةِ الْبِدْعِ.

(نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ: وہ علم و تحقیق کے ماہر علماء میں تھے اور ایسے فضلاء میں تھے کہ جن کو بحث و تحقیق کا ذوق تھا۔ ان جیسا عالم جو صدق و پاکبازی توکل اور فہم دین بلند کردار اور خطرہ کی پرواہ نہ کرنے والا، دین میں پختگی کا ثبوت دینے والا اور مسلک میں مضبوط

او کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا۔ وہ ایک روشن نشانی تھے اور اللہ تعالیٰ کا کھلا ہوا انعام تھے۔ تقویٰ ہو یا اتباع سنت، عزیمت پر عمل ہو یا شریعت پر استقامت، ترک بدعات ہو یا ان کا مقابلہ سنت کی نشر و اشاعت کی کوشش ہو اور شعائر اسلام کی بلندی کی فکر حق کا اعلان ہو یا حکم شرعی کی وضاحت۔ ان کی ذات وہ ذات تھی کہ جن میں ہر علم و عمل کی قیادت و امامت اور مریدین اور سالکین کی تربیت کا آخری مرتبہ نظر آتا ہے۔ ان میں دعوت الی اللہ اور احیاء سنت اور محو بدعت بدرجہ اتم موجود تھی۔

مولانا سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۲ھ کو علمی مراکز کے دورہ میں جب کہ ان کی عمر چھپیس سال کی تھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے جو دیکھا اور حضرت کی شخصیت سے جتنا متاثر ہوئے انہیں کے الفاظ میں پڑے وہ لکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب بقیۃ السلف ہیں ان کا وجود مغنمات میں سے ہے۔ اس تورع استقامت کا دوسرا شخص ان کے سوا اس زمانہ عالم پر آشوب میں نظر نہیں آتا۔ علم الہی میں جو کوئی ہو اس کی خبر نہیں مولوی صاحب کے اوصاف میں سب سے بڑا وصف تورع ہے جو تمام اوصاف کو شامل ہے، کف لسان اور صدق گفتار میں مولوی صاحب ضرب المثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے صدقے میں اس روسیہ کے حال پر رحم فرمائے اس کے دل کی تاریکی دور ہو اور کسی قدر چاشنی احسان کی عطا فرمائے۔

الہی عبدک العاصی اتاک
مقراً بالذنوب وقد دعاک

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ.

شاہ^۲ زکرم بر من درویش نگر
بر حال من خستہ ودل ریش نگر

ہر چند نیم لائق، بخشاش تو
بر من مگر بر کرم خویش نگر

حضرت گنگوہی^۳ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی نظر میں

امام العارفین قدوۃ الکالمین، زبدۃ الواصلین حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی
نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے یہ الفاظ جو انہوں نے اپنے مریدین و متعلقین اور
عقیدت مندوں کو بطور نصیحت ”ضیاء القلوب“ میں تحریر فرمائے ہیں ملاحظہ ہوں۔

ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت دار ادت دار و مولوی
رشید احمد صاحب سلمہ، مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع
کمالات، علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اور اراق بلکہ
بمدارج فوق از من شمارند اگر چہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ او شاں
بجائے من و من بمقام ادشاں شدم و صحبت او شاں را غنیمت دانند

۱۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ
کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا۔ بیان القرآن۔ ۲۔ اے بادشاہ مجھ فقیر محتاج پر نظر
کرم فرما مجھ خستہ و زخمی دل کی حالت زار پر نظر فرما، ہر چند کہ میں تیری بخشاش کے لائق نہیں ہوں۔ مگر
مجھے مت دیکھ اپنے کرم پر نظر فرما۔

کہ اس چنیں کسان دریں زمان نایاب اند و از خدمت با برکت
ایشاں فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در
نظر شاں تحصیل نمایند ان شاء اللہ بے بہرہ نخواہند ماند اللہ تعالیٰ در
عمر ایشاں برکت دہاد و از تمامی نعماء عرفانی و کمالات قربت خود
مشرف گرداناد و بمراتب عالیات رساناد و از نور ہدایت شاں عالم
را منور گرداناد و تاقیامت فیض او شاں جاری دارد و حرمتہ النبی و آلہ
الامجاد۔ الخ (ضیاء القلوب ص ۶۰)

”جو شخص اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت رکھتا ہے۔ مولوی رشید احمد
صاحب سلمہ، مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو جو تمام علوم ظاہری و باطنی کمالات کے
جامع ہیں۔ مجھ فقیر کے قائم مقام بلکہ مجھ سے بہت درجے اوپر سمجھیں اگر چہ بظاہر
معاملہ برعکس ہو گیا کہ وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں (کہ وہ مجھ سے بیعت
ہو گئے) اور ان کی صحبت کو غنیمت جانیں کہ ایسے حضرات اس زمانہ میں نایاب ہیں۔
اور ان کی با برکت خدمت سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ اور طریق سلوک جو اس رسالہ
میں لکھا گیا ہے۔ ان کی زیر نگرانی حاصل کریں ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہیں گے،
اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دیوے۔ اور اپنی تمام عرفانی نعمتوں اور کمالات قربت
سے مشرف فرماوے۔ اور مراتب عالیہ تک پہنچاوے اور ان کے نور ہدایت سے عالم کو
منور بناوے اور قیامت تک ان کے فیض کو جاری فرماوے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزرگ آل کے صدقے میں۔ (آمین)“

اور فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور اہل اللہ کی صحبت و خدمت اختیار کریں خصوصاً عزیز جناب

مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں۔
مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری اور باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للہیت کی راہ سے ہیں۔ ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۲)

ایک اور مکتوب مبارک میں تحریر فرماتے ہیں۔
مگر تعلق قلبی و ہمت باطنی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔ (حوالہ بالا ص ۱۰)
ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شئی اس کو ہلا نہیں سکتی ہے۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۶)

اور مکاتیب مبارکہ کے شروع میں۔
منبع علوم و شریعت و طریقت محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ۔

جامع فضل و کمال، عارف باللہ، سراپا خیر و برکت، جامع شریعت و طریقت، جیسے القاب و خطابات کثرت سے موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو مکاتیب رشیدیہ۔

ایک مکتوب والا میں یہ شعر بھی موجود ہے۔

سسلام علیکم، چو در خاطری
گرز چشم دوری بدل حاضری

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۲)

۱۔ آپ پر سلامتی ہو جب کہ آپ میرے دل میں ہیں، اگرچہ آپ میری آنکھ سے دور ہیں مگر دل میں حاضر ہیں۔

ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرمایا۔

مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القاء ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہیات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت و محرومی وادبار ہے۔ خارج کرنا چہ معنی، فقیر تو تم علماء صلحاء کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح کو نین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلاوے و مارے، وہ شخص مدبر ہے جو تم مقدس و مقتدائے زمان سے کچھ دل میں کینہ یا سوء ظن یا بد عقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔

فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و افعال و اقوال کو شیخ حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے۔ اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے۔ الخ۔

(تذکرۃ الرشید دوسرا حصہ ص ۱۸۲، ص ۱۸۷)

ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا۔ اعلیٰ حضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ۔

میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں۔ میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہنچ لیا تھا۔ اگر حق تعالیٰ کو اصلاح خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھو میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خدا تعالیٰ کو

ایک بڑا کام لینا منظور تھا اس لئے کمر پکڑ کر نیچے اتارا گیا اور بستی میں رکھا گیا ہے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۵۷)

غرض کہ بے شمار خلق خدا کو صحیح انسانیت کا سبق پڑھا کر اور لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کو زندہ، دماغوں کو صیقل اور اخلاق کو آراستہ کر کے، لاکھوں بندگان خدا کا راستہ دکھا کر ہزاروں ساکان طریق کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ سے ملا کر اور سیکڑوں نجوم ہدایت کو روشن و منور بنا کر اور بہت سوں کے سینوں کو اسرار و معارف سے بھر کر اور کسی کو علم و عرفاں کے دریا کے دریا پلا کر رشد و ہدایت کا آفتاب و مہتاب بنا کر ۱۳۲۳ھ میں وہ قطب الاقطاب اپنی عمر کے اٹھتر سال سات ماہ تین یوم پورے کر کے ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ بروز جمعہ بعد اذان جمعہ رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔

انا لله وانا الیہ راجعون



حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

شہ خلیل: اس سے اشارہ جامع کمالات علوم ظاہری و باطنی حضرت اقدس الحاج مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ و برو اللہ مضجعہ کی ذات ہابرکت کی طرف ہے۔

ایوبی خاندان

علامہ موصوف والد ماجد کی طرف سے انصاری ایوبی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے صدیقی تھے آپ کا پدری سلسلہ نسب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ جن کا نسبی تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنی النجار سے تھا۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ جدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبدالمطلب ابن ہاشم کی والدہ اسی شاخ سے تعلق رکھتی تھیں اور جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں رحمت دو عالم محبوب کبریا حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اور سات مہینے تک ان کا گھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک قیام گاہ بنا رہا۔

مبارک منز لے کاں خانہ راما ہے چینیں باشد

ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشا ہے چینیں باشد

کیا مبارک منزل ہے جس گھر کے لئے ایسا چاند ہو، کیا مبارک ملک ہے جس کے لئے ایسا بادشاہ ہو۔

میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خیر و برکت عطا فرمائی کہ مسلسل اولیاء اللہ اور اہل فضل و کمال پیدا ہوتے رہے ہیں۔

خاندان کی بعض مشہور شخصیتیں

غازی ابو منصور بن ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی چھٹی پشت میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت کے مالک گذرے ہیں جنہوں نے علم و عمل، معرفت و سلوک، زہد و تقویٰ اور توحید و سنت کی مشعلیں روشن کیں اور ہزاروں بندگان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنے، وہ مدتوں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے ہم عصر علماء اور مشائخ ان کے علم و فضل، زہد و تقویٰ جرأت و بیباکی، اظہار حق، استغناء و قناعت پر متفق تھے۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری کے اخلاف میں سے مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے عرب و عجم کے ممالک میں سکونت اختیار کی اور سیف و قلم، تلقین و ارشاد سے خلق خدا کی خدمت کی

خواجہ جمال الدین جو شیخ الاسلام کے پر پوتے تھے۔ ہندوستان تشریف لائے ان کی اولاد میں مخدوم بدر الدین نے دہلی کو اپنا وطن بنایا اور قطب مینار کے قریب مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس کا مشغلہ جاری کیا۔

علماء فرنگی محل (لکھنؤ) بھی اسی خانوادہ ایوبی سے تعلق رکھتے ہیں اور شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ ہروی کے اخلاف میں ہیں ان کے مورث اعلیٰ جو سب سے پہلے سیہالی ضلع بارہ بنکی (یو، پی) میں منتقل ہوئے وہ ملا نظام الدین بن علاء الدین ہیں انہیں کی اولاد میں ملا قطب الدین شہید سیہالی گزرے ہیں۔ ملا قطب الدین سیہالی میں پیدا ہوئے اور زندگی بھر درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا یہ ۱۱۵۰ھ میں شہید ہوئے، ان کی شہادت کے بعد ان کے فرزند رشید ملا نظام الدین چودہ پندرہ برس

کی عمر میں اپنے گھر کے لئے پٹے قافلہ کو لے کر لکھنؤ پہنچے اور فرنگی محل میں قیام کیا۔ یہ ملا نظام الدین وہ ہیں جن کو علمی دنیا بانی درس نظامی استاد الہند ملا نظام الدین محمد محل فرنگی کے نام کے ساتھ عقیدت و احترام سے یاد کرتی ہے، اور انہیں کا درس نظامی ہمارے اطراف کے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔

ملا نظام الدین کے اخلاف میں مسلسل ایسے اہل علم اور اصحاب قلم حضرات گذرے ہیں جن سے ہندوستان کیا عرب ممالک کے اصحاب فضل و کمال نے بھی استفادہ کیا اور آج بھی ان حضرات کی تصانیف سے اہل علم مستغنی نہیں ہیں۔

ملا نظام الدین کے بلند پایہ صاحبزادے اور خلف الرشید ملک العلماء مولانا عبدالعلی بحر العلوم کا نام لینا ہی کافی ہے آخر میں اس خاندان کے چشم و چراغ، فخر المینا خیرین عبدالحی فرنگی محلی ۱۳۰۴ھ تھے جن کی تصانیف کی تعداد ایک سو دس ہے جن میں سے چھپاسی کتابیں عربی میں ہیں۔

مولانا عبدالحی فرنگی کے علاوہ مولانا عبدالحق، مولانا انوار الحق مولانا عبد الوالی، مولانا عبدالرزاق، مولانا اظہار الحق، ملا حسن، ملا مبین، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد یوسف، مولانا ولی اللہ مولانا جمال الدین مولانا محمد نعیم، مولانا عبدالباری، مولانا عبد الوہاب ابن مولانا عبدالرزاق کے صاحبزادہ تھے (جو مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے بانی ہیں) انجمن خدام الکعبہ اور جمعۃ علماء ہند کی بنیاد رکھی غرض کہ اس مبارک خاندان میں برابر علماء اہل فتاویٰ اصحاب درس اور اہل قلم پیدا ہوتے رہے ہیں، اسی خانوادے کے چشم و چراغ شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ برد اللہ مضجعہ تھے۔ جیسا کہ اوپر گزرا اور مولانا انصاری علی جنہوں نے پورے خاندان میں علم و فضل میں امتیاز حاصل کیا اسی خاندان سے تھے۔

شاہ ابو المعالی (جو نسلا حسنی سید تھے خاندان چشتیہ کے ایک نامور شیخ تھے) کے پوتے شاہ نظام الدین کی صاحبزادی سے شیخ غلام محمد ایوبی کی شادی ہو کر اس ایوبی خانوادے کو خاندان سیادت سے تعلق کا شرف حاصل ہوا جو کوئی معمولی شرف نہیں۔

نانیہالی سلسلہ اور اس کی مشہور و ممتاز شخصیتیں

عمدۃ المحققین فخر المحدثین علامہ مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا نانیہالی خاندان قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور کا مشہور ممتاز صدیقی خاندان تھا۔ جس کا سلسلہ نسب حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ شیخ محمد ہاشم صدیقی نے قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور کو اپنا وطن بنایا۔ صدیقیوں کا یہ خانوادہ جو نانوتہ میں قیام پذیر ہوا درحقیقت علمی اور دینی شخصیتوں کا خانوادہ تھا، آخر دور میں استاذ العلماء مولانا مملوک العلی صاحب جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے حقیقی نانا تھے اور مولانا محمد یعقوب صاحب جو آپ کے حقیقی ماموں تھے، نیز مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) اسی خانوادہ صدیقی کے چشم و چراغ تھے ان میں کا ہر ایک میدان علم و عمل کا شہسوار اور کاروان فضل و کمال کا امیر تھا۔ گویا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا پورا نانیہالی علم و عمل کا کہکشاں اور سلوک و معرفت کا بحر رواں تھا۔ ان میں سے کوئی مدرسہ دارالعلوم کا بانی بنا اور کوئی مدرسہ مظاہر العلوم کا۔ ہر ایک نے مسند علم دارشاہ بچھائی اور بزم معرفت و سلوک سجائی، اس خاندان کے بزرگوں نے علمی و دینی خدمات کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی آزادی اور راہ حق میں ایثار و قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ ان دونوں خاندان کی تفصیل کے لئے تو

بڑی تصنیف کی ضرورت ہے۔

ایں سلسلہ طلائے ناب است
ایں خانہ ہمہ آفتاب است
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب^{رحمۃ}

اس ایوبی و صدیقی دونوں خاندان کے چشم و چراغ بقیۃ السلف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تھے۔

ولادت اور بسم اللہ

اواخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنی نانیہالی قصبہ نانوتہ ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت مولانا مملوک العلی صاحب (جو فلک علم نیرین امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور قاسم الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد مظہر صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جیسی مقدس و مشہور ہستیوں کے استاذ تھے) نے پانچ سال کی عمر میں بسم اللہ پڑھائی۔

تکمیل علوم اور اساتذہ کرام

اس کے بعد اپنے زمانہ کے ارباب فضل و کمال مولانا انصار علی صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری۔ مولانا سخاوت علی صاحب مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مولانا سعادت حسین بہاری، مولانا فیض الحسن صاحب سے علم حاصل کیا اور ان کے علاوہ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بڑھانوی (جو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے ارشد تلامذہ

ہونے کے علاوہ داماد بھی تھے) اور شیخ المشائخ مولانا شیخ احمد وحلان مفتی شافعیہ اور محدث دارالبحر ت استاد اکل شیخ اسماعیل الرومی اور حضرت مولانا سید احمد البرزنجی مفتی الشافعیہ ببلدۃ الرسول اور شیخ بدرالدین محدث دمشق سے سند حدیث حاصل کی۔

بیعت و سلوک

اور قطب علام قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سے بیعت ہوئے درخواست بیعت پر حضرت محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے بغرض امتحان طلب صادق فرمایا۔

کہ میاں تم پیر زادہ ہو خود پیر ہو تمہیں کسی سے مرید ہونے کی کیا ضرورت، مگر اللہ کے خلیل کی قابلیت کہ یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھرا لائے اور عرض کیا۔

”کہ حضرت کیسی پیر زادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں، بیعت کا حاجت مند ہی نہیں بلکہ سر تا پا احتیاج ہوں، چھاتی سے لگائے یاد رکھو دیجئے۔ میں تو حضرت کا غلام بن چکا“

یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلنے تھے اور حضرت قدس سرہ کے چہرے پر انبساط کی لہر دوڑنی تھی کہ حضرت نے فرمایا بس، بس بہت اچھا اور اس کے بعد فوراً بیعت کر لیا۔

طلب گار باید صبور و جمل
کہ نشنیدہ ام کیمیا گر ملول

طلب گار کو بہت صبر و تحمل والا ہونا چاہئے اس لئے کہ میں نے کسی کیمیا گر کو اکتا جانے والا نہیں سنا۔

غلام نواز آقا کی محبانہ کشش نے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہی آپ کو محبوب بنالیا اور آپ یہ عہد کئے ہوئے گنگوہ سے رخصت ہوئے کہ حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا یا آئندہ فرمائیں گے اس پر مرمٹوں گا اور جان کھپا دوں گا کہ طلب کا منتہی یہی ہے۔

بحرے است بحر عشق کہ ہمیش کنارہ نیست

آنجا جز ایں کہ جان بسپارند چارہ نیست
دریائے عشق ایسا دریا ہے کہ اس کا کوئی کنارہ نہیں اس جگہ جان سپرد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

اور اس کو حقیقت بنا کر دکھادیا اور بالکل اس شعر کا مصداق ہو گئے۔

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

میں نے اپنی پونجی تیرے سپرد کر دی کم زیادہ کا حساب تو جان۔
اور اپنے شیخ مرشد سے نسبت خاصہ تامہ حاصل ہوئی۔ جس کو فنایت تامہ، اعتماد کامل اور آخری درجہ میں فنا فی الشیخ اور نسبت اتحادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت گنگوہی کی نظر میں

اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو اپنے شیخ کی جامعیت و ہمرنگی کا، بلکہ ایک درجہ میں محبوبیت کا شرف ملا جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔

”میاں جو میں وہی خلیل احمد“

اور یہ شروع میں بھی گذر چکا کہ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

اب التفات بندہ کا آپ کی طرف ساکنا ہے، نہ معطیانہ۔

من دق باب الکریم الفتح (مکاتیب رشدیہ)

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا۔

تم کو اپنا فخر و باعث نجات جانتا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط

ہوں۔ (ایضاً)

ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرمایا۔

پس نسبت (یادداشت و احسان) کہ شمع اس کا میرے سعید ازلی

قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندہ

ناساز کر کے اپنا وسیلہ قرار دے مطمئن بیٹھا ہے۔ (ایضاً)

حضرت حاجی امداد صاحب مہاجر مکیؒ کی جانب سے اجازت و خلافت

حتیٰ کہ ۱۲۹ھ میں جب آپ دوسرے حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو

حضرت امام ربانی مرشد العرب و النجم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحبؒ قدس سرہ

کی خدمت میں لکھا کہ۔

مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوتے ہیں حضرت ان کی حالت پر مطلع ہو کر

مسرور ہوں گے۔

چنانچہ جب آپ حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت آپ کی باطنی کیفیت کا مشاہدہ

فرما کر نہایت خوش ہوئے اور جب آپ رخصت ہونے لگے تو چھاتی سے لگایا اور اپنی

دستار مبارک سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔ امام ربانی کے نام مبارک باد کا خط

اور حضرت کے نام خلافت نامہ مزین بمہر آپ کے حوالہ فرما کر رخصت کیا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا کمال ادب

حضرت نے اس شاہی عطیہ کو ایک خاص احترام کے ساتھ قبول کیا اور وہ

دستار مبارک اسی بندش پر جو اعلیٰ حضرت کی باندھی ہوئی تھی جگہ جگہ سوئی سے سی لیا کہ

اس سے بل جدا نہ ہونے پائیں۔

جب گنگوہہ حاضر ہوئے تو دونوں عطیے امام ربانی کے سامنے رکھ دیئے حضرت

نے فرمایا ”مبارک ہو“ یہ تو اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ بندہ تو اس

لاق نہیں، یہ حضور کی بندہ نوازی ہے اور میرے لئے تو وہی مبارک ہے جو حضرت کی

طرف سے عطا ہو، حضرت امام ربانی آپ کے اس حسن ادب سے بہت خوش ہوئے

اور خلافت نامہ پر دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالہ کیا۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی نظر میں

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ قدس سرہ نے ایک

مکتوب میں تحریر فرمایا۔

”تم میرے سلسلہ کے فخر ہو مجھے تم سے بہت خوشی اور مسرت ہے“

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوریؒ کی نظر میں

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری جیسے مبصر اور شیخ

کامل نے اپنے جانشین حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری قدس سرہ کو

وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ۔

سیاسیات میں جو کچھ مراجعت کرنی ہو حضرت شیخ الہند کی طرف کی

جائے مگر سلوک میں حضرت سہارنپوری کی طرف میں نے حضرت

کو اس لائن میں بہت اونچا پایا۔

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب)

ان شہادتوں سے ناظرین کسی قدر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کیا تھے اور آج تو جو سلسلہ چشتیہ صابریہ کا چراغ روشن ہے اور سلوک و تصوف کی جو کچھ رونق اور گرم بازاری نظر آتی ہے وہ دراصل آپ ہی کا فیض ہے۔ آپ کے دو چیدہ اور برگزیدہ خلفاء کی مختلف الجہت کوششوں اور مقبولیت کا نتیجہ ہے۔

میری مراد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے ہے۔ اول الذکر نے اپنی عہد آفریں اور عالم گیر دعوتی اور تبلیغی تحریک وجد و جہد سے جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک اور ایشیا و افریقہ سے لے کر یورپ و امریکہ تک پہنچ چکی ہے، اور آخر الذکر نے اپنی تصنیفات، درس حدیث اور بیعت و ارشاد کے ذریعہ اس طریق اور سلسلہ کے فیوض اس طرح عام کئے ہیں کہ اس سے پہلے اس کی نظیر آسانی سے تلاش نہیں کی جاسکتی۔

(مقدمہ حیات خلیل)

مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو ”نور ہی نور ہیں“

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی ۱۳۱۷ھ کے ایک خلیفہ و مجاز جو صاحب جذب اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ان کا واقعہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی قدس سرہ کے واسطے سے پہلے گزر چکا کہ۔

جس وقت (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب) مسجد الحرام میں طواف قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر مولانا محبت الدینؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے

اپنا درود پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لئے چلے تو مولانا محبت الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کو آئے کہ وہی جگہ مولانا کے نشست کی تھی مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں کہ آج حرم میں کون آ گیا یہ کہہ کر مصافحہ و معانقہ ہوا اور حضرت سعی کے لئے آگے بڑھ گئے۔ مولانا محبت الدین صاحب اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میں ظفر مولانا خلیل احمد صاحب تو ”نور ہی نور ہیں“ ان میں نور کے سوا کچھ نہیں پھر فرمایا کہ میں نے مولانا رشید احمد صاحب کو نہیں دیکھا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ قطب الارشاد تھے، مگر میں نے مولانا کے خلفاء کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ واقعی قطب الارشاد تھے جو ایسے ایسے کامل بنا گئے۔

(حیات خلیل ص ۳۳۷)

مراقبہ کے وقت انوار کی بارش کی کثرت حضرت مولانا محبت

الدین صاحبؒ کی شہادت

حضرت اقدس سیدی و مولائی حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے یہ بھی سنایا۔

کہ حضرت مولانا محبت الدین صاحب قدس سرہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب مولانا خلیل احمد صاحب کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر مراقب ہو کر

بیٹھتے ہیں تو انوار کی اس قدر بارش ہوتی ہے کہ میں دوپہر کے وقت سورج کی طرف تو دیکھ سکتا ہوں مگر اس وقت مولانا کے چہرہ کی طرف نظر نہیں کر سکتا۔

وفات و تدفین

غرض کہ اپنی عمر کے ستر سال ڈیڑھ ماہ پورے کر کے سراپا تسلیم و رضا، نور مجسم، آفتاب علم و عمل ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ یوم چہار شنبہ کو اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ سے جا ملا اور دیرینہ تمنا و آرزو پوری ہوئی جو صد ہا مرتبہ آپ کی زبان اور قلم سے نکلی تھی کہ کاش میری مٹی بقیع کی خاک پاک میں مل جائے الحمد للہ پوری ہو گئی اور قبہ اہل بیت کے متصل، عشاء سے قبل تدفین عمل میں آئی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوتا کرۃ الخلیل ”حیات خلیل“۔

ان دونوں حضرات کی حضرت شیخ قدس سرہ سے شفقت و محبت کا ذکر قدرے شروع کتاب میں ہو چکا ہے اور تفصیل کے لئے آپ ہفتی نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

شہ حسین احمد، شہ الیاس، شہ عبد الرحیم

جامہائے عشق دادندش بجوش ساقیاں

ترجمہ: شہ حسین احمد، شہ الیاس، شہ عبد الرحیم نے حضرت قدس سرہ کو

جامہائے عشق ساقیوں کے جوش کے ساتھ دیئے ہیں۔



حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ
شہ حسین احمد: اس سے مراد علم و عمل شریعت و طریقت کے مجمع البحرین شیخ
الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کی ذات
گرامی ہے۔

ولادت

۱۲۴۶ھ ماہ شوال کی انیسویں تاریخ کی شب میں گیارہ بجے دوشنبہ کے دن
گذر جانے کے بعد یعنی شب سہ شنبہ میں مقام بانگر موصول اناؤ (جہاں حضرت کے
والد صاحب بسلسلہ ملازمت مقیم تھے) میں پیدائش ہوئی آبائی وطن قصبہ ٹانڈہ ضلع
فیض آباد ہے۔

خاندان

اس خاندان سادات حسینی قصبہ ٹانڈہ کے مورث اعلیٰ شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ
(جو حضرت شاہ داؤد چشتی قلندر چشتی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے) ہیں جو الہداد پور
قصبہ ٹانڈہ میں پہلے اقامت گزریں ہوئے، اس زمانہ میں قوم جہر کا ٹانڈہ کے گرد و نواح
میں تمام دیہات وغیرہ پر قبضہ اور تصرف تھا۔ اور وہ مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔
حضرت شاہ نور الحق صاحب مرحوم نے پہنچ کر ان کو دعوت اسلام دی۔ مگر وہ لوگ اور
راجہ مقابلہ پر آئے۔ آپ نے بزور کرامت ان کو زک دی۔ ان کا راجہ قلعہ چھوڑ کر
بھاگ گیا آپ نے وہیں اقامت فرمائی اور اس موضع کا نام الہداد پور رکھا، جس کی وجہ
تسمیہ ظاہر ہے، قلعہ کے آثار اب تک موجود ہیں۔ شمالی دیوار اور مشرقی برجوں کے
باقی ماندہ پتھر وغیرہ باقی ہیں اسی قلعہ میں آپ کے اور تمام اولاد کے مزار اب تک بنتے

چلے آئے ہیں۔

حضرت مخدوم سید نور الحق ٹانڈوی قدس سرہ العزیز حضرت سید احمد توختہ تمثال رسول صلی اللہ علیہ وسلم (قدس سرہ) کی اولاد سے تھے اور وہ حضرت سید حسین اصغر بن حضرت امام علی زین العابدین ابن شہید کربلا حضرت امام حسین علی جدہ و علیہم السلام کی اولاد سے تھے، یہ متفق علیہ نسا بین ہے۔ (عمدة الطالب، منبع الانساب، کنز الانساب)

حضرت سید احمد توختہ (تمثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے کوئی اوپر کے اجداد سے حضرت سلطان الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے خلیفہ تھے ان کو حضرت نے دعادی تھی کہ تمہاری نسل میں بکثرت اولیاء اللہ ہوں گے اور ہمیشہ ایک قطب ہوا کرے گا۔ (چنانچہ ان کی نسل میں بکثرت اولیاء کرام گذرے ہیں)

شیخ الاسلام کے والد سید حبیب اللہ صاحب

ولادت: حضرت شیخ الاسلام زید مجدہ کے والد بزرگوار حضرت سید حبیب اللہ ہیں جو ”الہدایہ پور“ ہی میں ۷۵۰ھ سے چار پانچ سال قبل پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے تعلق

حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے علوم عربیہ کی تکمیل نہ کر سکے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس اللہ سرہ سے بیعت ہوئے اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ذکر و فکر و مراقبہ میں جدوجہد کی اور بڑے درجہ تک اس میں کامیاب ہوئے کشف ان کا بہت قوی اور زیادہ تھا۔ متعدد مکاشفت ان کے صحیح ثابت ہوئے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ سے کمال عشق تھا اور گویا

فانی الشیخ کا درجہ حاصل تھا۔ خود حضرت مولانا فضل الرحمن قدس سرہ کو ان سے بڑا تعلق خاطر تھا۔ ایک روز بھرے مجمع میں فرمایا۔

مدرس (حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب) تو سید اور پیر زادے ہیں ان کے موراعلیٰ شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ رات میرے پاس وہ آئے تھے اور مجھے کہتے تھے کہ میرے بیٹے حبیب اللہ کا خیال رکھو۔ بھئی یہ تو بڑے پیر زادے ہیں۔

اس کے بعد سے مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ کی نظر التفات ان پر اور زیادہ ہو گئی اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ نے زندگی میں ظاہر اگو خلافت و اجازت نہیں دی۔ مگر بعد از وفات خواب میں اجازت مرحمت فرمائی جس کی وجہ سے ٹانڈہ میں انہوں نے دو شخصوں کو بیعت بھی کیا تھا۔

حضرت مولانا گنج مراد آبادی قدس سرہ کی وفات کے بعد فراق مرشد میں بڑے مغموم و بے چین رہتے تھے، اور ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ عزم مصمم کر لیا کہ اب ہندوستان نہیں رہنا۔ اور عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ بھڑک اٹھی ہر دم یہی پیچ و تاب رہنے لگا اور یہ دھن پیدا ہو گئی کہ تمام گھرانہ کو لے کر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا و کرامتہ) ہی چلنا چاہئے دوستوں رشتہ داروں نے سمجھایا مگر۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہاں تک ان کا جوش اور عشق بڑھا کہ زمانہ سفر حجاز میں جب کہ گورنمنٹ کی طرف سے سختیاں بہت ہو رہی تھیں۔ الہ آباد کے قریطینہ کی سختیاں دکھلا کر ایک

صاحب نے کہا کہ اس سال ارادہ نہ کیجئے۔ تو فرمانے لگے کہ اگر مجھ کو یہ کہا جائے کہ تم کو توپ کے منہ پر باندھ کر گولا چلائیں گے۔ اور تو مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ غرض کہ جائداد وغیرہ فروخت کر کے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کی بڑی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا مگر سب کو برداشت کیا۔

فراق مرشد میں اشعار کا نمونہ

فراق مرشد میں متعدد قصائد لکھے جن سے ان کے کمال عشق و فنائیت کا پتہ چلتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

ایں جمال و حسن عالم سوز تو
ایں رخ پر نور دل افروز تو
کرد بسمل صد ہزاراں جبرئیل
ناوک مزگاں سینہ دوز تو

دیگر

جان و دل را می برد یک آن تو
ایں چه حسن است عجائب شان تو
سوخت از دردت حبیب ارچه عجب
اے بسا جبرئیل شد قربان تو

دیگر

اے بہار باغ رضواں کوئے تو
بلبل سدرہ اسیر سوئے تو

سجدہ ریزاں آمدہ سویت حبیب
اے ہزاراں کعبہ درا بروئے تو
دیگر

چار ونا چار جو محفل سے تیری جاتے ہیں
حسرت ورنج و قلق ساتھ وہ لے جاتے ہیں
جان سے جانا ہے تیرے پاس سے جاناں جانا
جیئے جاتے ہیں مگر مردہ بنے جاتے ہیں

ایک ہم ہی رہے اس بزم میں باقی ساقی
لوگ میخانے سے پی پی کے چلے جاتے ہیں
اے رسول عربی آپ کی فرقت کے قاتل
پل محشر سے سبک پار اتر جاتے ہیں

سر رہے یا نہ رہے پر رہے سودا سر میں
عشق احمد کا خدایا یہی ہم چاہتے ہیں
اس حبیب دل خستہ پہ نظر ہو جائے
درد مندوں کی دوا آپ کئے جاتے ہیں

جذبہ جہاد

کمال تدین کی وجہ سے اپنے بیٹوں کو دینی تعلیم ہی میں لگایا۔ ایک دفعہ اپنی

سب اولاد کو جمع کر کے فرمایا میں نے تم سبھوں کو اس لئے پرورش کیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو اور کچھ کر کے شہادت حاصل کرو۔

علم دین کی قدر و عظمت

بعض احباب نے حضرت شیخ الاسلام کے متعلق طب پڑھانے کا مشورہ

دیا تو فرمایا۔

کہ کیا حسین احمد کو گھوڑے پر سوار کرانے کے بعد میں گدھے پر سوار کروں گا، اس کو علوم دینیہ کی تعلیم دلائی گئی ہے، اس سے بڑھ کر کون سی تعلیم ہے۔

حالات کی ناسازگاری اور پھر سفر ہجرت کی وجہ سے بڑی بڑی پریشانیاں جھیلیں مگر اپنے تینوں بیٹوں (مولانا محمد صدیق صاحب مولانا سید احمد صاحب، شیخ الاسلام مولانا مدنی صاحب) کی علوم دینیہ سے تکمیل کرائی۔

حضرت گنگوہیؒ کے دربار سے وابستگی

اور اس کے بعد قطب الاقطاب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے دربار سے وابستگی کرائی اور نہ صرف ہندوستان میں رہتے ہوئے بلکہ مدینہ منورہ سے مستقل اسی مقصد کے لئے سفر مصارف برداشت کر کے ہندوستان حضرت قطب عالم کے دربار دُربار کی خاکِ روپی کے لئے بھیجا اور جب کہ اخیر میں مولانا سید احمد صاحب کو کئی برس گنگوہ شریف کے قیام میں لگ گئے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ سید احمد اگر کسی قابل ہو گیا ہو تو اس کو اجازت دے کر یہاں بھیج دیجئے مجھ کو اس کی ضرورت ہے اور اگر کسی قابل نہیں ہو تو بہتر ہے کہ آپ کی چوکھٹ پر سر مار مار کر وہیں مرجائے۔ اس

کلام پر حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولوی سید احمد صاحب کے والد چونکہ سلوک اور طریقت سے واقف ہیں اس لئے اس کی قدر و منزلت جانتے ہیں۔

اجازت و خلافت

آخر حضرت مولانا سید محمد صدیق صاحب، اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ہما۔ ہر دو بھائی کو بارگاہِ رشیدی سے خلافت و اجازت کی نعمت عظمیٰ میسر آئی اور حضرت مولانا سید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو گو حضرت قطب عالم حضرت گنگوہی کے دربار سے شرفِ اجازت حاصل نہ ہوا مگر بعد میں حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے اجازت عطا فرمائی۔

مدرسہ شرعیہ کی بنیاد

حضرت مولانا سید احمد صاحب مرحوم نے مدرسہ شرعیہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام مدرسۃ العلوم الشرعیہ لیتامی المدینۃ النبویہ رکھا جس سے بڑا فیض پہنچا اور خدائے پاک تاقیامت اس کے فیض کو جاری رکھے۔ (آمین)

شیخ الاسلام صاحب کا دارالعلوم دیوبند میں تحصیلِ علوم اور اساتذہ کا تذکرہ حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ نے دارالعلوم دیوبند میں صفر ۱۳۰۹ھ سے شعبان ۱۳۱۶ھ تقریباً ساڑھے چھ برس کی مدت میں مختلف علوم و فنون سے متعلق سترھ کتابیں جو سترہ فنون سے متعلق تھیں پڑھیں زیادہ تر حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز سے استفادہ کیا اور ان کے علاوہ مولانا ذوالفقار علی صاحب والدہ ماجدہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما مولانا عبد العلی

صاحب مولانا خلیل احمد صاحب مولانا الحکیم محمد حسن صاحب مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب مولانا غلام رسول صاحب، مولانا منفعت علی صاحب، مولانا حافظ احمد صاحب مولانا حبیب الرحمن صاحب (نور اللہ مراد ہم) سے بھی اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب وغیرہم سے بھی علم حاصل کیا۔

محنت و جفاکشی

اور زمانہ طالب علمی میں بڑی محنت و جفاکشی کے ساتھ کمال حاصل کیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے ایام امتحان میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ رات کو کتاب ابتداء سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا۔ اور تمام رات میں صرف ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم سوتا تھا۔ نیند کے دور کرنے کے لئے نمکین چائے کا انتظام کرتا تھا۔ جب بھی نیند غالب آتی تھی اس چائے کو پیتا تھا جس سے گھنٹہ دو گھنٹہ کو نیند جاتی رہتی ہے۔

(نقش حیات ج ۱ ص ۲۶/۲۷)

اس محنت و جفاکشی اور علمی انہماک کو دیکھ کر تمام اساتذہ شفقت فرماتے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تو اولاد کی طرح شفقت فرماتے تھے۔

مدینہ منورہ کے لئے واپسی

آخر ۱۳۱۶ھ میں فراغت کے بعد مدینہ منورہ کے لئے واپسی ہوئی۔ واپسی سے قبل حضرت قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت ہو چکے تھے۔ مگر محدث گنگوہی قدس سرہ نے ذکر وغیرہ تلقین نہ فرمایا تھا۔ بلکہ فرمایا تھا کہ ذکر

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ سے حاصل کر لینا۔

حضرت شیخ الہند کی ہدایت

جب ہندوستان سے واپسی ہوئی تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے پرزور طریقہ پر ہدایت فرمائی کہ پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے ایک دو طالب علم ہی ہوں۔

سلسلہ تدریس اور حضرت حاجی صاحب سے اکتساب فیض چنانچہ مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) پہنچ کر گمنامی کے ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی رہا اور سید الطائفہ قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کا سلام و پیام پہنچایا اور عرض کیا کہ حضرت نے ہم کو بیعت تو کر لیا تھا مگر تلقین ذکر آپ سے حاصل کرنے کو فرمایا تھا۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے پاس انفاس کی تلقین فرمائی۔

گنگوہ کا سفر اور اجازت و خلافت

۱۳۱۸ھ میں حضرت قطب عالم حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کا والا نامہ پہنچا کہ اگرچہ وہاں سب کچھ ہے مگر بہتر ہوتا کہ تو ایک مہینہ کے لئے گنگوہ آ جاتا۔ چنانچہ پھر گنگوہ کا سفر فرمایا۔ پہلے دیوبند حاضری دی پھر پیدل چل کر گنگوہ آستانہ رشیدی پر حاضری دی اور اشغال طریقت میں ہمہ تن مشغول ہو کر کمال حاصل کیا اور حضرت قطب عالم نے اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔

مدینہ منورہ کا قیام اور حلقہ درس کی وسعت و مقبولیت

اس کے بعد ۱۳۲۰ھ میں پھر مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) حج سے فراغت

کرتے ہوئے مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا و کرامتہ) پہنچے اور ۱۳۲۶ھ تک برابر درس و تدریس میں مشغول رہے حتیٰ کہ روز آنہ چودہ چودہ اسباق مختلف فنون کی کتابوں کے پڑھاتے اور رات دن میں تین گھنٹہ تقریباً سوتے اور بقیہ وقت علمی مشغولی ہی میں گذرتا۔ اور خدائے پاک نے وہ قبولیت عام نصیب فرمائی کہ روز بروز حلقہ درس وسیع ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ دوسرے حلقہائے درس میں اس کی مثال نہ تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو حسد بھی ہوا اور لوگوں نے مختلف تدبیریں بھی کیں۔ ناکام کرنے کی اور مختلف افواہیں بھی پھیلائیں۔ حکام کو بدظن کرنے کی کوشش بھی کی گئی کہ کسی طرح ان کو نکلوا دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور حضرت کے حلقہ درس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

شیخ الہند سے بخاری شریف ترمذی شریف پڑھنے کے لئے

حاضری اور دارالعلوم دیوبند کی مدرسے

۱۳۲۶ھ میں پھر ہندوستان واپسی ہوئی دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی و بخاری شریف دوبارہ پڑھی اور ایک مدت تک مختلف فنون کو پڑھانے کی وجہ سے مختلف علوم و فنون مستحضر ہونے کی وجہ سے جو شبہات و اشکالات ہوئے ان کو حل کیا۔ اس کے بعد ۱۳۲۷ھ شوال میں دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمت سپرد کی گئی اور سفر حضر میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی خدمت گزاری کا موقع نصیب ہوا۔

حجاز و ہند کا سفر

۱۳۲۹ھ میں بارادہ حج پھر حجاز مقدس کا سفر ہوا اور ۱۳۳۱ھ میں اواخر محرم میں پھر دیوبند واپسی ہوئی اور ۱۳۳۱ھ میں پھر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا و کرامتہ) کا ارادہ

ہوا اور مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفا و کرامتہ) میں حج سے فارغ ہو کر ۱۳۳۲ھ ۲ محرم میں مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا و کرامتہ) پہنچے۔

شیخ الہند کی گرفتاری اور شیخ الاسلام کا حق خدمت

۱۳۳۳ھ میں مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند قدس سرہ العزیز سفر حجاز مقدس فرمایا اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا و کرامتہ) پہنچے۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے مکان پر ہی قیام ہوا۔

۱۳۳۴ھ جمادی الثانیہ کو حضرت شیخ الہند قدس سرہ اپنے رفقاء کے ساتھ واپسی کے ارادہ سے جدہ پہنچے مگر اس وقت وہاں بد امنی پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کوئی سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔ آخر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی اور رمضان المبارک طائف میں گذر ابعده حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی تھی مگر شیخ الہند قدس سرہ کے متعلق افواہیں پھیلی ہوئی تھیں اس لئے حضرت کو گرفتار کر لیا گیا۔ ۳۵ھ سے لے کر ۳۸ھ تک بند رکھا گیا۔ ۳۸ھ میں رہائی ہوئی پوری مدت میں حضرت شیخ الاسلام استاد محترم حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ساتھ رہے اور وہ حق خدمت ادا فرمایا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جس طرح حضرت شیخ الاسلام کی علمی زندگی کا منبع فیض حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز تھے اسی طرح سیاست سے تعلق اور برطانوی سامراج کے مقابلہ میں عزم انقلاب کا سرچشمہ بھی۔

خلق خدا کے ساتھ ہمدردی و غم خواری

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و خیالات اور جذبات ہی تھے کہ شیخ الاسلام قدس سرہ کی پوری زندگی تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ جذبات حریت، ترقی

ملت حب وطن، ہمدردی خلق خدا، غم خواری نوع انسانیت اور ان کے لئے بے پناہ ایثار و قربانی جیسے اوصاف سے معمور رہی اور دینی ملی جذبات نے جس طرح خوف و خشیت الہی کی کھٹک اس مقدس ہستی کے دل میں پیدا کی اسی طرح خدمت خلق کے پاک احساسات اس کے قلب حق آگاہ پر کچھ کم اثر انداز نہیں ہوئے اور درد و کرب کی یہی ملی جلی کیفیت پیہم کی صورت میں نمودار ہوئی جس نے اس کو چین و آرام، راحت و سکون سے قطعاً آشنا بنا دیا تھا۔

ہمدردی خلق کا عجیب واقعہ

گو شیخ الاسلام قدس سرہ کی پوری زندگی اسی درد و کرب میں گزری مگر ۱۹۴۷ء میں جب کہ لوگ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان جا رہے تھے اس وقت کا ایک واقعہ حضرت اقدس الحاج مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور نور اللہ مرقدہ نے بیان فرمایا ہے جس سے حضرت شیخ الاسلام کی بے پناہ ہمدردی خلق کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

اس لئے یہ دونوں حضرات (یعنی شیخ الاسلام حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری قدس اللہ سرہما) مشترک طور پر واپس تشریف لائے اور بعد مغرب کچے گھر میں یہ سیہ کار اور دونوں اکابر مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور اس کی ابتدا حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے کی کہ حضرت (خطاب حضرت مدنی کو تھا) اپنے سے تعلق رکھنے والے تو سارے مشرقی اور مغربی پنجاب کے تھے اور حضرت قدس سرہ اعلیٰ حضرت رائے پوری کے متعلقین بھی زیادہ تر ان ہی دو جگہ کے تھے۔ مشرقی تو سارا مغربی

کے طرف منتقل ہو گیا۔ ان سب حضرات کا بہت اصرار ہو رہا ہے کہ میں بھی پاکستان چلا جاؤں۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت اقدس رائے پوری کو پاکی مسلمانوں کی ضرورتوں کا بار بار احساس دلاتے تھے اور خود اپنا جانا بھی حضرت رائے پوری کے تشریف بری پر محمول کئے ہوئے تھے اور یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ میرا تو مکان بھی مغربی میں ہے اور ان سب مظلوموں کی دلداری بھی اسی میں ہے۔ شروع رمضان ہی سے ان کا اصرار ہو رہا ہے مگر آپ دونوں حضرات کے مشورہ پر میں نے معلق کر رکھا ہے۔ یہاں تو پھر بھی اللہ کے فضل سے اہل اللہ ہیں۔ مگر وہاں اللہ اللہ کرنے والوں کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا کچھ شہید ہو گئے کچھ اجڑ گئے اور تقریباً حضرت کی گفتگو کا رخ یہ تھا کہ وہاں قیام ضروری ہے۔ اس سب کو سن کر حضرت مدنی قدس سرہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہماری اسکیم تو فیل ہو گئی ورنہ نہ تو یہ قتل و غارت ہوتا اور نہ یہ تبادلہ آبادی ہوتا۔ حضرت مدنی کا فارمولہ یہ تھا کہ صوبے سب آزاد ہوں۔ داخلی امور میں سب خود مختار خارجی امور، فوج ڈاک خانہ وغیرہ سب مرکز کے تحت، مرکز میں ہندو مسلم کی تعداد سب برابر ہوں گے، ۴۵، ۴۵ اور دس جملہ اقلیتیں گاندھی جی نے تو اس کو منظور کر لیا تھا مگر مسٹر جناح نے اس کا انکار کر دیا حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر ہماری تجویز مان لیتے تو نہ کشت و خون کی نوبت آتی اور نہ تبادلہ آبادی کی۔ اب میں تو کسی کو جانے سے نہیں روکتا اگرچہ میرا وطن مدینہ اور محمود

(چھوٹے بھائی) وہاں بلانے پر اصرار بھی کر رہا ہے مگر ہندوستانی مسلمانوں کو اس بے سرو سامانی اور دہشت اور قتل و غارت گری میں چھوڑ کر میں نہیں جاسکتا اور جسے اپنی جان و مال عزت و آبرو دین اور دنیا یہاں کے مسلمانوں پر نثار کرنی ہو وہ یہاں ٹھہرے اور جس کو تحمل نہ ہو وہ ضرور چلا جاوے۔ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد پر میں جلدی سے بول پڑا کہ میں تو حضرت ہی کے ساتھ ہوں۔ حضرت اقدس رائے پوری نے فرمایا کہ تم دونوں کو چھوڑ کر میرا جانا بھی مشکل ہے۔ (آپ بیتی نمبر: ۳۷ ص ۲۹)

شیخ الاسلام کے شیخ الحدیث کے ساتھ بے پناہ تعلق کے چند واقعات حضرت شیخ الاسلام الحاج مولانا سید حسین صاحب مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کو حضرت اقدس شیخ الحدیث شیخ زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے جو بے پناہ تعلق تھا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

تعلق کی ابتداء

جس کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی عمر بارہ برس سے بھی کم تھی، اور گنگوہ اپنے والد محترم قدس سرہ کے پاس قیام تھا۔ ۱۷۷۲ھ میں حضرت مدنی قدس سرہ نے تقریباً دو ماہ قیام گنگوہ شریف میں کیا مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ حضرت عصر کی نماز خانقاہ کی مسجد میں پڑھا کر سیدھے حضرت قطب عالم کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ مغرب تک وہاں مراقب رہتے اور غروب آفتاب سے سات منٹ پہلے اٹھتے۔ حضرت مولانا یحییٰ صاحب قدس اللہ

سرہ العزیز کا مکان خانقاہ کے راستہ میں تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی والدہ نور اللہ مرقدہ ہائیکئی نوع کی افطاری پھلکیاں وغیرہ تیار کر کے رکھتیں اور دسترخوان بچھا کر اس پر آٹھ دس طرح کی افطاریاں رکھ دیتیں اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ دروازہ کے باہر کھڑے ہو جاتے اور جب دور سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آتا دیکھتے تو والدہ سے کہتے کہ آگئے آگئے والدہ محترمہ جلدی سے پردہ میں ہو جاتیں اتنے میں حضرت مدنی قدس سرہ دروازہ تک پہنچ جاتے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دروازہ سے آجاؤ، تشریف لے آؤ کا شور مچاتے حضرت مدنی قدس سرہ اندر تشریف لاتے اور بہت المینان سے افطار فرما کر مسجد تشریف لے جاتے۔

اس کے بعد سے تعلق و محبت میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت مدنی کا ایک معمول

حضرت مدنی قدس سرہ کا دیوبند سے رڑکی یا پنجاب یا چھوٹی لائن پر جانے آنے میں اگر ایک گھنٹہ کا بھی وقفہ ملتا تو واپسی کا تانگہ لے کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کے لئے مکان پر ضرور تشریف لاتے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی میں تحریر کرایا ہے۔ اور انہیں شفقتوں نے مجھے اپنے دوا کا بر حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری قدس سرہما کی شان میں بہت گستاخ بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ ان دونوں اکابر کا اس سیہ کار کے ساتھ تعلق اور اس ناکارہ کا ان دونوں بزرگوں کے ساتھ

گستاخانہ برتاؤ دیکھنے والے ابھی تک ہزاروں موجود ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی میں حضرت مدنی قدس سرہ کی شفقت و محبت سے متعلق متعدد واقعات لکھوائے ہیں مختصر اچندر عرض کرتا ہوں۔

رات بارہ بجے تشریف آوری

تقسیم سے پہلے جو آخری حج حضرت مدنی قدس سرہ کا ہوا تو بندہ کے نام تار آیا کہ میں فلاں تاریخ کو فرنیئر سے پہنچوں گا۔ اور وہ صبح کے چار بجے اسٹیشن پر آتا تھا۔ میں بہت اطمینان سے اوپر بیٹھا لکھ رہا تھا کہ بارہ بجے کے قریب میرے زینے پر نہایت شدت سے زور زور پاؤں مار کر کسی کے چڑھنے کی آواز آئی میں نے دیکھا تو حضرت شیخ الاسلام صاحب میرے کمرے پر پہنچ گئے ہیں۔ ایک دم اٹھا اور اپنی حماقت سے گستاخانہ لفظ کہا کہ مشائخ حدیث، مشائخ سلوک حج سے آتے ہوئے بھی تو جھوٹ اور دھوکہ دہی سے احتراز نہیں فرماتے۔ یہ فرنیئر کا وقت ہے اور یہ کہہ کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ حضرت ایک دم چمٹ گئے اور خوب معاف فرمایا جس کی لذت اب تک یاد ہے حضرت قدس سرہ نے (اللہ تعالیٰ بہت بلند درجات عطا فرمائے اور حضرتین مولانا مدنی و رائے پوری کی شفقتوں کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے) یہ ارشاد فرمایا کہ جب کراچی میل میں لاہور پہنچا تو کسی نے کہا کہ کلکتہ میل سامنے چھوٹ رہا ہے۔ وہ دو گھنٹہ لیٹ تھا میں چھڑی اور مشال ہاتھ میں لے کر چلتی

گاڑی میں کلکتہ میل میں سوار ہو گیا ساتھیوں کو بھی ایک دو کے سوا جٹکو میں لاہور کے اسٹیشن پر ریل سے اترتے ہوئے کہہ کے آیا کہ میں سہارنپور اسٹیشن پر ملوں گا کسی کو خبر نہیں ہے مستورات اور سامان فرنیئر سے آرہا ہے۔ میں نے سوچا کہ دو گھنٹہ تم سے مل لوں گا۔ (آپ بیتی نمبر: ۳۴ ص ۸۵، ۸۶۔)

حضرت مدنیؒ اور اساتذہ دارالعلوم کی آمد

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ دو پہر کا وقت گرمیوں کا زمانہ ایک بجے دو پہر کو میں اپنے گھر کے دروازہ میں سویا کرتا تھا کیوں کہ بجلی کے پٹھے کا دور نہیں شروع ہوا تھا میں سونے کے لئے لیٹا سرہانے کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو حضرت مدنی قدس سرہ کھڑے ہیں میں نے جلدی سے اٹھ کر مصافحہ کیا اور پہلا سوال یہ کیا کہ حضرت کھانا۔ تو ارشاد فرمایا کہ اگر کھانا کھا لیتے تو تمہارے یہاں کیوں آتے حضرت کے پیچھے پیچھے علامہ ابراہیم مرحوم اور ان کے پیچھے نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا مبارک علی صاحب مرحوم اور یکے بعد دیگرے ایک لائن لمبی تھی میں نے اس وقت شمار بھی نہ کیا بعد میں معلوم ہوا کہ بارہ تھے۔ حضرت قدس سرہ تو کچے گھر میں آگئے اور پیچھے پیچھے جملہ رفقاء اور میں ننگے پاؤں اندر گیا اور اپنی بچیوں سے پوچھا کہ حضرت کئی آدمیوں کے ساتھ ہیں کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا

کہ نہ روٹی کا کوئی ٹکڑا اور نہ کچھ سالن جس کی وجہ یہ تھی کہ کھانے کے وقت بے اطلاع آٹھ دس مہمان عین وقت پر پہونچے تھے اس لئے کچھ نہیں رہا تھا۔ بلکہ بچیوں نے بھی آدھی بھوک کھائی تھی۔ اللہ جل شانہ ہر دو میری بیویوں اور سب بچیوں کو بہت ہی جزائے خیر دے مہمانوں کے سلسلے میں ان سے بہت ہی راحت پہنچی ہے۔ تیس چالیس مہمانوں کا کھانا آدھ پون گھنٹے میں تیار کر دینا ان کے یہاں بہت ہی معمولی بات رہی بشرطیکہ گھر پر کئی ہوں میں نے ان سے کہا کہ جلدی سے ایک آٹا گوندھے اور ایک جلدی سے دیکھی میں مصالحہ بھونے اور میں باہر ننگے پاؤں گیا۔ حضرت قدس سرہ کی کرامت کہ سڑک پر پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ میرا قدیمی قصاب صوفی کرم الہی جو ہمیشہ سے میرے یہاں گوشت لاتا ہے اور مجھے بھی اس سے محبت و تعلق ہے اس کے سوا کسی کا گوشت پسند نہیں آتا بہت آہستہ آہستہ بہت دور سے آرہا ہے میں ننگے پاؤں اس کی طرف بھاگا اور اس کو آواز دی کہ جلدی آدھ جلدی سے آیا۔ میرے سوال پر اس نے کہا کہ گوشت بھی ہے اور قیمہ بھی ہے۔ میں نے کہا کہ قیمہ مجھے دے اور جلدی سے دونوں ہاتھوں میں سارا قیمہ جو تین سیر کے قریب ہوگا لے کر گھر پہنچا تو دونوں چولہوں میں آگ جل چکی تھی ایک پر تو ا رکھا تھا اور ایک پر مصالحہ بھن رہا تھا۔ میں نے جلدی سے وہ گوشت مصالحہ میں ڈال کر کہا کہ جلدی سے پکاؤ اور دو بچیوں سے کہا کہ توے پر بیٹھو ایک پیڑے بنا کر روٹی

بنائے اور دوسری توے پر سینکے وہ بجائے دو کے تین بیٹھ گئیں ایک گوشت بھون رہی تھی اور اس وقت چار ہی گھر پر تھیں اور میں نے باہر آ کر شور مچایا کہ بھائی کسی نے دسترخوان نہیں بچھایا ارے بھائی دسترخوان بچھاؤ اور ہاتھ دھلاؤ۔ حضرت قدس سرہ سمجھے کہ کھانا تیار رکھا ہوگا۔ سب کے ہاتھ دھلائے اور ترتیب سے بیٹھنے اور دسترخوان بچھانے میں دو تین منٹ لگ گئے میں اندر گیا تو دس بارہ روٹی تیار ہو چکی تھیں اور قیمہ بھی نیم برشت ہو چکا تھا۔ میں اطمینان سے تین رکابی میں قیمہ لایا اور تین جگہ روٹیاں رکھیں ایک دم حضرت قدس سرہ کو خیال ہوا کہ پہلے کا کچھ نہیں حال ہی کا پکا ہوا ہے۔ حضرت کو تعجب نہیں ہوا کہ بارہا حضرت کو سابقہ پڑ چکا تھا۔ لیکن علامہ ابراہیم مرحوم جو فن معقول کے مشہور امام تھے فرمانے لگے کہ کیا آپ کو ہمارے آنے کا پہلے سے علم تھا یا آپ کو کشف ہو گیا تھا۔ میں نے کہا کہ جناب کے یہاں بیٹھنے کے بعد یہ گوشت قصاب کے یہاں سے خریدا گیا ہے فرمانے لگے کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ میں نے کہا کہ ہر بات معقول نہیں ہوتی کچھ معقول سے بالاتر بھی ہوتی ہیں حضرت مدنی نے علامہ سے فرمایا کہ مناظرہ نہ کرو جلدی سے کھا لو دیر ہو رہی ہے۔ ان کے یہاں تو یہ قصے چلتے ہی رہتے ہیں اور پھر مجھ سے فرمایا کہ ان میں سے میرے ساتھ کوئی نہیں مولانا محمد اشفاق صاحب (اعلیٰ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے دارالعلوم کے ممبر شوری) کا جب سے

انتقال ہوا جس کو کئی روز گزر گئے روز رائے پور جانے کا ارادہ کرتا رہا لیکن جب سبق کے بعد گھر جاتا تو کوئی نہ کوئی اہم مہمان یا کوئی مانع پیش آ جاتا تھا۔ اسی لئے آج میں نے ارادہ کیا کہ سبق پڑھا کر درس گاہ سے سیدھا ریل پر چلا جاؤں میں رائے پور کا ارادہ کئی دن سے کر ہی رہا تھا۔ ان لوگوں میں سے جس جس نے سنا پیچھے ہو گئے۔ ان میں سے بعض سے ملاقات دیو بند کے اسٹیشن پر ہوئی۔ اور بعض سے سہارنپور کے اسٹیشن پر میرے ساتھ ان میں سے کوئی نہیں، کھانا کھا کر جب ہی رائے پور چلے گئے۔ اتنا مجھے خوب یاد ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ کے دروازے میں مصافحہ کے وقت سے گیارہویں منٹ پر دسترخوان بچھ گیا تھا۔

حضرت مدنیؒ کی بے تکلفی کا عجیب واقعہ

میرے حضرت مدنی قدس سرہ نور اللہ مرقدہ کے صرف کھانے ہی کے مد میں اگر شفقتیں اور واقعات گنواؤں تو ان کا احاطہ بھی بہت دشوار ہے۔

بارہا اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور میں دارالطلبہ میں سبق میں تھا حضرت نے دروازہ پر کسی بچہ کو آواز دے کر ارشاد فرمایا کہ حسین احمد کا سلام کہہ دو اور کہہ دو کہ جو کھانے کو رکھا ہے جلدی بھیج دو گاڑی کا وقت قریب ہے اور جب اندر سے بچیوں کی یہ آواز سنتے کہ اباجی کو جلدی سے مدرسہ سے بلا لاؤ تو حضرت للکار کر فرماتے کہ مجھے اباجی کی ضرورت نہیں ہے کھانے کی

ضرورت ہے۔ ہو تو بھجوا دو ورنہ میں جا رہا ہوں کئی دفعہ اس کی نوبت آئی کہ میرے دارالطلبہ سے آنے تک حضرت کھانا شروع فرما دیتے یا تناول فرمالیتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ آپ کا آپ کے گھر والوں نے حرج کیا ہے میں نے نہیں بلوایا۔

ایک دوسرے کی رعایت

حضرت قدس سرہ کا معمول جمعرات کے سفر کا ہمیشہ سے تھا اور کبھی جمعہ کو بھی آتے جاتے سہارنپور کا نمبر آ جاتا میری عادت اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے زمانہ سے جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانے کی ہمیشہ رہی۔ مجھے پہلے کھا کر جمعہ کی نماز میں لطف نہیں آتا اور حضرت قدس سرہ کا معمول ہمیشہ جمعہ سے پہلے کھانے کا تھا خواہ وقت قلیل ہی ہو۔ سفر میں تو ہمیشہ میزبان ان کی رعایت کرتے اور میں تابع ہوتا مگر سہارنپور میں خوب رسہ کشی ہوتی میری خاطر حضرت تو فرماتے کہ میں جمعہ کے بعد کھاؤں گا اور میں کہتا کہ نہیں حضرت میں جمعہ سے پہلے کھاؤں گا۔ مگر اس میں حضرت قبول نہ فرماتے اور غلبہ جمعہ کے بعد کو ہو جاتا اور میں بھی جھوٹا سچا اصرار کر کے خاموش ہو جاتا۔

گھر سے کھانا منگوانا

ایک مرتبہ حضرت سفر سے تشریف لائے جمعہ کا دن گیارہ بجے کے قریب فیصلہ جمعہ کے بعد کھانے پر ہو گیا کھانے کے

دوران میں ایک صاحب شہر کے آگے اور بہت اصرار سے اپنے ادارہ میں چند منٹ کے لئے تشریف لے جانے کا وعدہ لے گئے میں نے مخالفت بھی کی کہ حضرت وہاں جا کر دیر بہت ہو جائے گی یہ صاحب جلدی نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت قدس سرہ کو ساڑھے چار بجے کے ایکس پریس سے سیدھے دہلی جانا تھا کہ وہاں کسی اجتماع میں عشاء کے بعد شرکت کا وعدہ تھا۔ مگر حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ نور اللہ مرقدہما تو دلداری و دل جوئی کے پتلے تھے قبول فرمایا تین بجے کے قریب ان کی کار میں ان کے ادارے میں گئے۔ کار نے راستہ میں بہت پریشان کیا۔ اور ان صاحب نے حسب عادت بہت تاخیر کی اور جب اسٹیشن پہنچے تو گاڑی چھوٹ چکی تھی مگر چہرہ انور پر ذرا بھی ناگواری یا ملال کا اثر نہ تھا۔ دہلی تو حضرت نے تار دیا کہ دوسری گاڑی سے آؤں گا۔ اور خادم کو توشہ دان دے کر بھیجا کہ شیخ الحدیث صاحب سے کہو جو کچھ رکھا ہو دیدیں۔ معلوم ہوا کہ اسٹیشن پر بہت سے مخلصوں نے خوشامد اور منت سماجت کی کہ کھانا ہم لائیں۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ کھانا وہیں سے آئے گا کس کس شفقت کو یاد کروں اور رُؤوں اور رولاؤں۔

بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کرلو

ایک دفعہ حضرت تشریف لائے۔ گرمی کا موسم میں نے حضرت کے خادم سے پوچھا کہ تھرمس میں برف ہے وہ یہ سمجھے کہ

پینے کے واسطے پوچھا۔ وہ کہنے لگے کہ تھوڑا سا ہے لاؤں۔ میں نے کہا کہ پینے کو نہیں پوچھتا بلکہ میرے تھرمس میں سے اپنے تھرمس میں بھر لو وہ کوئی نئے خادم تھے کہنے لگے کہ نہیں حضرت اس میں ہے۔ حضرت نے فرمایا جتنی جگہ ہے اس میں بھر لو بخیل کا مال ہے جتنا ہو وصول کرلو۔

گاجر کے حلوے کا واقعہ

ایک مرتبہ میرے پاس دہلی کے ایک صاحب نے گاجر کے حلوے کا ایک پیکٹ بذریعہ ڈاک بھیجا اور اسی دن معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں میں نے احترام و اشتیاق میں اس کو اپنے کمرہ کے سامنے چھینکے پر رکھوا دیا۔ اس زمانہ میں میرا قیام مستقل اوپر کے کمرہ میں شب و روز رہتا تھا حضرت کے تشریف لاتے ہی میں نے ایک مخلص سے کہا کہ بھائی چھینکے سے پیکٹ اٹھا کر کھول کر حضرت کی خدمت میں پیش کرو حضرت نے خود ہی پیش قدمی فرمائی اور چھینکے پر سے اس کو اتار لیا۔ اور اس کپڑے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ تو بادشاہ تھے ان کی نگاہ میں ایسی معمولی چیزیں کیا تھیں۔ اور میں بقول ان کے بخیل اول تو مجھے اس کپڑے پر قلق ہوا کہ کیسا ضائع ہوا اور حضرت نے ایک دو انگلی تو اس میں سے خود نوش فرمائیں اور باقی سارا جس کی مقدار اندازاً دو سیر ہوگی ایک ایک لقمہ سارے مجمع کو جو حضرت قدس سرہ کے ساتھ ان کے آنے پر ہمیشہ ہو جاتے تھے تقسیم فرما دیا اور میری نہ تو اضع فرمائی اور نہ

فرمائی اور نہ چکھایا۔ اور سارا ختم کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ بخیل اس کو پھر چھینکے پر رکھ دیتا۔

کھدر پہننے کی وجہ

حضرت نور اللہ مرقدہ کو کھدر سے تو عشق تھا اور ولایت کپڑے سے نفرت تھی یہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے لیکن اس سیاہ کار کے حال پر ایک مزید شفقت یہ تھی کہ میرے بدن پر جب بھی ودیسی کرتا دیکھتے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایسے زور سے چاک فرماتے کہ نیچے تک وہ پھٹ جاتا۔ حضرت قدس سرہ کی حیات تک ڈر کے مارے کھدر کا میرے یہاں بہت اہتمام رہا۔ چونکہ حضرت قدس سرہ کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا نہ دن نہ رات اس لئے گرمی میں بھی کھدر کا کرتا جھک مار کر پہننا پڑتا۔

میرا سامان کچے گھر میں جائے گا

جب اعلیٰ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے بعض اعذار کی وجہ سے مدرسہ کے جلسہ میں تشریف آوری سے عذر فرمادیا تو میرے حضرت قدس سرہ حضرت مدنی کو تار دیا جو اس وقت کلکتہ تشریف فرما تھے کہ جلسہ میں تمہاری شرکت ضروری ہے۔ حضرت مدنی کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے کسی دوسری جگہ تشریف لے جانا تھا وہاں التواء کا تار دے کر فوراً سہارنپور تشریف لے آئے چونکہ خاص طور سے بلائے گئے تھے اس لئے مدرسہ کے

مہمان خانہ میں حضرت مدنی کے قیام کا اہتمام میرے حضرت قدس سرہ نے فرمایا تھا۔ تاں کہ سے اتر کر حضرت مدنی مدرسہ میں تشریف لے گئے میرے حضرت سے مصافحہ اور دست بوسی فرمائی خدام سامان لے کر پیچھے پیچھے آ رہے تھے میرے حضرت نے فرمایا سامان اوپر مہمان خانہ میں لے جاؤ، حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا کہ میرا سامان کچے گھر میں جائے گا۔

مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت نہ فرمانے کی وجہ اس کے بعد سے جب تک مظاہر العلوم کا سالانہ جلسہ ہوتا رہا جو تقسیم ہند تک بڑے اہتمام سے ہوتا رہا اور اس کے بعد سے بعض مجبور یوں کی وجہ سے بند ہو گیا۔ حضرت ہمیشہ دو مرتبہ کے علاوہ سالانہ جلسہ میں تشریف لاتے رہے اور گویا حکیم الامت کے بعد مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے واعظ حضرت شیخ الاسلام ہی بن گئے تھے دو مرتبہ تشریف نہ لائے ایک مرتبہ تو جلسہ کے موقع پر حضرت مدح صحابہ کے سلسلہ میں لکھنؤ جیل میں تھے اس سال جلسہ میں بعض مقررین نے کچھ خلفشار پھیلا کر جلسہ کو بند کرنے کی کوشش بھی کی اور ایک مرتبہ باوجود دو بند تشریف فرما ہونے کے میری حماقت سے تشریف آوری نہ ہوئی۔ میں تو مطمئن رہا کہ حضرت کو جلسہ کی تاریخ معلوم ہے دفتر سے ضابطہ کا خط اور اشتہار جا چکا ہے اور خود حضرت کو بھی مدرسہ کے جلسہ کا اہتمام رہتا تھا مجھ سے اکثر ایک دو

ماہ قبل دریافت کر لیا کرتے تھے کہ اپنے جلسہ کی تاریخ نوٹ کر ادو کبھی میری تاریخ کہیں دوسری جگہ کی ہو جائے اور تم خفا ہو اس لئے میں بالکل مطمئن تھا۔ حضرت تشریف نہ لائے اور دیوبند میں مقیم رہے۔ جلسہ کے دن شام کو تشریف لائے اس لئے کہ بعض خصوصی مہمانوں سے خود حضرت کو بھی ملنا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت آج تو بڑا انتظار کرایا خیر تو ہے۔ حضرت نے فرمایا تم نے بلایا ہی نہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت مدرسہ سے مطبوعہ اشتہار اور خط دونوں گئے۔ حضرت نے فرمایا وہ تو گئے تھے مگر اب تک کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ مدرسہ کے خط کے ساتھ یا علیحدہ مستقل حکم نامہ تمہارا بھی جاتا تھا اب کے نہیں گیا میں نے سمجھا کہ میری آمد تمہارے نزدیک مناسب نہیں ہے مجھے اس وقت اپنی حماقت پر بہت ہی قلق ہوا اس کے بعد سے کبھی مستقل عریضہ نہیں چھوڑا۔ اتنے واقعات اس وقت ذہن میں ہیں کہ اوجز کی چھ جلدیں حضرت مدنی ورائے پوری کے حالات میں آسکتی ہیں۔

اوجز و کوکب دیکھنے کا اہتمام

حضرت مدنی قدس سرہ کو ترمذی کے سبق میں کوکب الدری دیکھنے کا بہت اہتمام تھا اور طلبہ کو ترغیب بھی فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی مستقل سفر دیوبند سے سہارنپور کا اوجز و کوکب کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آپ نے کوکب کا حاشیہ لکھا ہے یا

اوجز کا اشتہار دیا ہر جگہ دو تین لفظ لکھ کر لکھ دیتے ہیں کہ ”والبسط فی الاوجز“ ایک دفعہ کوکب دیکھو اور ایک دفعہ اوجز دیکھو۔ حضرت اکثر بہت ہی شفقت سے کوکب اور اوجز کے مضامین پر اصل مآخذ کا بھی مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ آپ نے کہاں سے لکھ دیا اس کا مآخذ دکھائیے اس کے متعلق بعض واقعات تالیفات میں گذر گئے، ایک اہم واقعہ تو جزء الاستحاضہ میں گذر گیا۔

امام بخاریؒ کے جملہ اعتراضات اٹھ گئے

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ نے میری دیوبند حاضری پر یہ ارشاد فرمایا کہ تم نے اوجز کی کتاب الحج میں ایک ایسی اچھی بات لکھی ہے جس سے بہت ہی دل خوش ہوا اور امام بخاری کے بہت سے اعتراضات تمہاری تقریر سے اٹھ گئے۔ حضرت سبق کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اور میرے حضرت کے ارشاد پر ندامت سے کچھ ایسا سر جھکا کہ تفصیل نہ پوچھ سکا کہ میری کون سی تحریر تھی جس سے امام بخاری کے جملہ اعتراضات ختم ہو گئے بعد میں بھی کئی مرتبہ خیال آیا مگر حیا کی وجہ سے نہ پوچھ سکا۔

لامع الدراری کی وجہ تالیف

لامع الدراری بھی دراصل حضرت کے شدید اصرار پر لکھی

گئی۔ کوکب کے بعد سے حضرت اس کی طباعت کا بہت ہی اصرار فرما رہے تھے اور میں اوجز کی تکمیل کا عذر کر دیتا۔ ایک مرتبہ بہت

یہی مصیبت ہے کہ جہاں عشاء کے بعد کتاب ہاتھ میں لی نیند کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ بیٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ اخیر شب میں کتاب دیکھنے کی حضرت کو خصوصی عادت تھی۔ اور یہ ناکارہ اس سے عاجز تھا۔ تھوڑی دیر سو کر ایک دو بجے اٹھ کر صبح تک کتاب دیکھنا حضرت کے یہاں بہت معمولی چیز تھی۔ بسا اوقات اس کی نوبت آئی کہ حضرت تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ایک مضمون لکھنا ہے۔ اس کے مأخذ نشان رکھ کر میرے سرہانے رکھ دو۔ اس وقت شروع رات میں دیکھنا میرے بس کا نہیں اٹھ کر دیکھوں گا میں جن جن کتابوں میں فوراً ملتا وہ حضرت کے سرہانے رکھ دیتا۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ معاہدات یہود کی ضرورت ہے اس کی روایات جہاں جہاں ہوں اور اس قسم کے جہاں مضامین ہوں نشانات لگا کر رکھ لینا کل رات کو یہاں سوؤں گا۔ حوالہ نقل کر کے لے جاؤں گا۔

سونے کے لئے تشریف آوری

میرے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا عجیب دستور میرے ساتھ سا لہا سال یہ رہا اکثر مہینے دو مہینے میں ایک پھیرا کبھی تو سونے کی مد میں ہوتا اور کبھی کوئی اہم مضمون لکھنے کے واسطے حضرت تشریف لاتے اور فرماتے تین راتیں ہو گئیں سوئے ہوئے نیند کا بڑا خمار ہے دیوبند میں سونے کی جگہ بالکل نہیں۔ میں نے

سوچا تیرے یہاں سوؤں گا۔ میں نے عرض کرتا ضرور میں کچے گھر میں گرمی میں باہر اور سردی میں اندر کمرے میں چار پائی بچھا کر حضرت کو لٹا کر کسی تیل ملنے والے کو سرہانے بیٹھا کر اور باہر کا قفل لگا کر تالی اپنے ساتھ لے کر اوپر چلا جاتا۔

حضرت قدس سرہ کا معمول گرمی ہو یا سردی اگر شب کو سونے کی نوبت آتی تو کچے گھر ہی میں آرام فرماتے تھے سردی میں تو کوئی دقت نہ تھی لیکن گرمی میں بہت ہی اصرار کرتا کہ مدرسہ کی چھت پر بہت ہی اچھی ہوا آئے گی منت خوشامد کرتا۔ حضرت فرماتے کہ مجھے جیل کی کوٹھریوں کی عادت ہے۔

ایک دفعہ حضرت قدس سرہ اور مولانا عزیز گل صاحب اور دو مہمان مغرب کے وقت تشریف لائے۔ علی الصباح گنگوہ جانا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ گرمی بڑی شدید ہے۔ برسات کا زمانہ تھا۔ آج تو مدرسہ کی چھت پر بڑے کمرے میں چار پائی بچھوا دوں بڑی اچھی ہوا آئے گی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو کچے گھر ہی میں سوؤں گا ان لوگوں کیلئے بچھوادیتجئے۔ میں نے مولانا عزیز گل صاحب سے اللہ ان کو بہت ہی خوش رکھے پوچھا کہ آپ کی وہاں چار پائیاں بچھوادوں۔ جو مولانا عزیز گل سے کبھی مل چکا ہوگا وہ ان کے طرز گفتگو سے خوب واقف ہوگا کہنے لگے ہم بھی وہیں مریں گے جہاں یہ مرے گا۔

آبھہ کے سفر کا واقعہ

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت رائے پوری ثانی کا معمول یہ رہا کہ سفر ہو یا حضران دونوں حضرات کی چار پائی مجمع سے علیحدہ ہوتی تھی۔ اور یہ ناکارہ اس ضابطہ سے دونوں کے یہاں مستثنیٰ تھا۔

ایک مرتبہ آبھہ حضرت مدنی تشریف لے گئے یہ سیہ کار بھی ساتھ تھا۔ حسب معمول رفقاء کی چار پائیاں مختلف کمروں میں بچھیں۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ان کی چار پائی میرے ہی کمرہ میں ہوگی۔ آبھہ والے بھی حضرت قدس سرہ کے ساتھ بے تکلف تھے کہنے لگے کہ حضرت جی یہ کیا بات ہے کہ خادم لوگوں کی چار پائیاں تو دور ہوں۔ ان کی کیا خصوصیت ہے کہ حضرت ہی کے پاس ہوں قبل اس کے کہ حضرت قدس سرہ جواب مرحمت فرماویں میں بول پڑا کہ میں اسی کی وجہ بتلاؤں وہ یہ ہے یہ دونوں حضرات رات کو بہت مشغول رہتے ہیں۔ اور آدمیوں کے قرب سے ان کا حرج ہوتا ہے اور میں تو ایسا ہوں جیسے تمہاری یہ بکری یہاں بندھ رہی ہے۔ ایک چار پائی کے قریب وہ بھی بندھی ہوئی ہے۔ ایک میں بھی ہوں۔ جانوروں سے حرج نہیں ہوتا۔ آدمیوں سے ہوتا ہے۔

حضرت مدنیؒ کا رات کو رونا

میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحب اور حضرت

مدنی قدس سرہ کو اخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سنا۔ بسا اوقات ان اکابر کے رونے سے مجھ جیسے کی آنکھ بھی کھل جاتی تھی جس کی آنکھ سونے کے بعد بڑی مشکل سے کھلتی ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہندی کے دوہے بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے میں ہندی سے واقف نہیں اس لئے مضامین کا تو پتہ نہیں چلتا تھا لیکن رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے جیسے کوئی بچہ کو پیٹ رہا ہو اور وہ رورہا ہو ہمت و جفا کشی اور مشقت سے اٹھنا تو میں نے اپنے سارے اکابر میں حضرت مدنی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا۔

ہر ہفتہ تشریف آوری

ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر حضرت سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے اہل شہر نے اصرار کیا کہ آج ہمارے یہاں سیرت کا جلسہ ہے۔ ذکر یا نے کہہ دیا کہ اب مولود کا نام سیرت ہو گیا۔ نہ معلوم حضرت مدنی قدس سرہ کس خیال میں تھے سختی سے انکار فرما دیا کہ میں نہیں آؤں گا اور خوب ڈانٹا کہ تم لوگوں کو عقیدت ساری ۱۲ ربیع الاول ہی کو آتی ہے۔ سال میں کبھی تو بیق ہوتی ہے جلسہ کرنے کی۔ لوگوں نے کہا حضرت ہم تو ہر وقت متمنی رہتے ہیں۔ کوئی مانتا نہیں۔ سنتا نہیں۔ حضرت نے فرما دیا کہ کوئی سننے کے لئے تیار ہو تو میں سنانے کے لئے تیار ہوں۔ لوگوں نے

اپنی حماقت سے استقبال کا خوب اظہار کیا۔ حضرت قدس سرہ نے ہر ہفتہ تشریف لانے کا وعدہ فرمالیا۔ اور جمعرات کی رات اس کے لئے متعین ہو گئی۔ اس لئے کہ جمعہ حضرت کا کئی کئی ماہ کا پہلے موعود ہوتا تھا۔ تقریباً چارہ ماہ مسلسل اگر دوسری جگہ کا طویل سفر نہ ہوتا تو حضرت جمعرات کی شب میں ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے تشریف لاتے اسٹیشن سے سیدھے جامع مسجد جاتے اور نماز کے بعد وعظ شروع فرماتے ساڑھے بارہ ایک بجے اس سیہ کار کے مکان پر تشریف لاتے۔ چونکہ مجھے معمول معلوم تھا اور میری پہلی اہلیہ مرحومہ کو حضرت قدس سرہ کے لئے کھانے یا پینے کی چیزوں کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا۔ وہ بارہ بجے چائے کا پانی رکھ دیتی اور حضرت کی آواز اوپر چڑھنے کی جب آتی کہ میرا قیام اس وقت اوپر کے کمرہ میں تھا چائے دم کرتی اور زور سے کھڑکا کرتیں اور میں جلدی سے آکر چائے لے جاتا حضرت کو اس وقت چونکہ تعب ہوتا تھا اس لئے پیتے تو تھے رغبت سے اور بار بار مجھ سے فرماتے کہ آپ اس غریب کو نا وقت ستاتے ہیں۔ میں عرض کرتا کہ میں نے نہیں کہا اس نے اپنے شوق سے خود پکائی۔ اور چونکہ مجھے معمول معلوم تھا۔ اس لئے چار پائی اور بستر پہلے سے تیار ہوتا۔ حضرت چائے پی کر آرام فرماتے۔ میں نے اختیاری سونا اور اختیاری جاگنا اپنے اکابر میں صرف اپنے حضرت قدس سرہ اور حضرت مدنی میں دیکھا حضرت سہارنپوری قدس سرہ کو بارہا دیکھا کہ ریل پر

تشریف لے جا کر گاڑی اگر دس پندرہ منٹ لیٹ ہوتی تو حضرت فرماتے کہ میں تو اتنے میں سولوں گا اور کوئی خادم جلدی سے بستر پلیٹ فارم پر کھول دیتا اور حضرت تکیہ پر سر رکھتے ہی سو جاتے اور دس منٹ کے اندر خود اٹھ جاتے۔ میرے حضرت قدس سرہ کبھی کبھی یہ بھی ارشاد فرماتے کہ سونے کے ارادے کے بعد مجھے تکیہ پر سر رکھنے کی خبر نہیں ہوتی ہے۔

حضرت مدنیؒ کا نیند پر قابو

بہر حال حضرت مدنی قدس سرہ کی نیند اس قدر قابو کی تھی کہ سیکڑوں دفعہ میرے یہاں رات دن میں آرام فرمانے کی نوبت آئی اور میں نے حضرت کی راحت کی وجہ سے اسکی کوشش کی کہ کوئی حرکت نہ ہو اور کوئی نہ بولے چاہے گاڑی نکل جائے۔ مگر حضرت قدس سرہ گاڑی سے آدھ گھنٹہ پہلے ایک دم اٹھ کر بیٹھ جاتے اس ہفتہ واری آمد میں بھی رات کو ساڑھے چار پر گاڑی جاتی تھی۔ اور چار بجے سے پانچ سات منٹ قبل اٹھ جانا طے شدہ تھا میں حضرت کے اٹھتے ہی کسی شخص کو تانگہ کیلئے بھیجتا اور پہلی اہلیہ مرحومہ اس وقت بھی چائے تیار رکھتی اس وقت کی چائے پر حضرت زیادہ ناراض ہوتے تھے کہ میں دیوبند جا کر پی لوں گا۔ چائے کے وقت پہنچ جاؤں گا۔ میرے اصرار پر کبھی تو پی لیتے اور کبھی عتاباً انکار فرمادیتے۔ کیا کیا مناظر آنکھوں کے سامنے آ گئے پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔

درخت خریدنے کے لئے تشریف آوری

ایک دفعہ حضرت قدس سرہ تا نگہ پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ وقت تنگ ہے مدینہ پاک کیلئے درخت خریدنے ہیں کہ حج کیلئے تشریف لے جا رہے تھے۔ فرمایا کہ تا نگہ پر بیٹھ جاؤ۔ تا نگہ ہی میں ملاقات ہو جائے گی ٹھہرنے کا وقت نہیں ہے جلدی واپسی ہے میں نے جلدی سے مولوی نصیر کو آواز دی اور ان کو بھی تا نگہ میں اس خیال سے بٹھالیا کہ حضرت تو درخت خرید کر خود ہی اٹھالیں گے۔ اور مجھے شرم آئیگی اور مجھ سے اٹھنے مشکل ہوں گے۔ اسلئے مولوی نصیر اٹھالیں گے۔ راستہ میں حضرت نے فرمایا حج کو نہیں چلتے میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس وقت بڑی مشغولی ہے اسے نصیر کو لیتے جائیں۔ کرایہ میرے ذمہ اور بقیہ اخراجات کھانے پینے کے آپ کے ذمے حضرت نے فرمایا کہ ضرور میں نے اور حضرت قدس سرہ نے نصیر پر اصرار کیا مگر اس نے بھی عذر کر دیا۔ اتنے میں ایک بہت لمبی چوڑی تعمیر آگئی۔ قربان خاں مرحوم کے باغ میں جانا تھا۔ جن کا دفتر تو شاہ مدار میں تھا پہلے وہاں گئے ان کا دوسرا باغ کچہری سے دور تھا وہاں جاتے ہوئے اس تعمیر کو گذرے میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اسلئے کہ مجھے چالیس سالہ قیام سہارنپور میں وہاں جانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ حضرت نے فرمایا آپ اس کو نہیں جانتے میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت میں تو یہاں کبھی نہیں

آیا فرمایا کہ یہ کچہری ہے وہ دیوانی ہے یہ کلکٹری ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ حضرت کی برکت نے کچہری تک تو پہنچا دیا۔ آپ جیل بھی پہنچا کر رہیں گے۔ فرمایا تم لوگوں کی اس بے تعلقی نے انگریزوں کو ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔ تم کچہری سے اتنا ڈرتے ہو جیسے سانپ سے ڈرتے ہو۔

فرمایا کہ ہمارے مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ ایک میراث کے مسئلے کی تصدیق کے لئے سمن پہنچ گیا۔ کچہری آنے کے ڈر سے بخار آ گیا میں نے عرض کیا کہ حضرت والی قوت کہاں سے لاویں۔ فرمایا کہ یہ سب بزدلی کی باتیں ہیں۔ غرض بہت پودے خریدے حضرت قدس سرہ کا ہمیشہ کا معمول رہا کہ جب کبھی مدینہ پاک تشریف لے جاتے تو سید محمود صاحب کے باغ کیلئے بہت سے پتھلوں اور پھولوں کے اور بہت سے پودے کثرت سے لے جاتے مگر ہمیشہ خراب ہو گئے۔ بالآخر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے دو تین درخت بار آور ہو گئے گذشتہ سال ۸۲ھ میں جب مدینہ پاک قیام تھا تو سید صاحب زید مجدہم نے اپنے باغ کے آم خوب کھلائے۔ اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔

عطر عود لانے کا معمول

حضرت مدنی قدس سرہ کی کیا شفتیتیں لکھواؤں حضرت

اقدس کا معمول تقسیم اسباق سے پہلے تک سلہٹ کثرت سے تشریف بری کا تھا۔ اور جب بھی تشریف لے جانا ہوتا تھا تو اس سیہ کار کے لئے ایک عطر عود کی شیشی لانے کا معمول تھا۔ ۶۰ ھ میں حضرت قدس سرہ نے ایک عطر عود کی شیشی مرحمت فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ ستر سال کا ہے۔ اور ستر روپیہ تولہ اس کی قیمت ہے اس کا قانون یہ ہے کہ اس کی قیمت میں ایک روپیہ سالانہ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اب چونکہ یہ ستر سال کا ہے اس لئے اس وقت اس کی قیمت ستر روپیہ ہے میں نے بھی اس کو بڑی احتیاط سے اس پر چٹ لگا کر اور یہی عبارت لکھ کر ایک ڈبہ میں محفوظ رکھ دیا تھا۔ اپنے بچل کی وجہ سے خود تو اب تک استعمال نہیں کیا۔ البتہ گذشتہ سال ۸۹ ھ میں حضرت قدس سرہ کے برادر خور حضرت الحاج سید محمود صاحب کی خدمت میں اس کا ایک ربع پیش کیا تھا۔ اگر میرے مرنے کے وقت کسی کو یاد رہے اور مل جاوے تو اس میں سے تھوڑا سا میرے کفن پر بھی مل دیں۔ اس وقت ۹۰ ھ میں تو اس کی قیمت سو روپے فی تولہ ہوگئی ہوگی کیوں کہ اس کی عمر سو سال ہے۔ واقعی شیشی کھولنے سے کمرہ مہک جاتا ہے۔

جنت میں میرے بغیر جانا نہ ہوگا

ایک قصہ لکھوانے کا تو نہیں ہے۔ مگر میرے دوستوں کا اصرار ہے کہ ضرور لکھواؤں۔ حضرت کی شفقتیں تو بے پایاں تھیں اور جتنی

حضرت کی شفقتیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میری گستاخیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ ایک دفعہ کچھ تذکرہ اکابر کا اور جنت کا چل رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں میرے بغیر جانا نہیں ہوگا۔ حضرت نے نہایت سادگی میں بلا تامل فرمایا کہ ہاں ضرور ایک سال بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میرے تو ذہن میں ہی نہیں رہا۔ حضرت تشریف لائے میں دارالطلبہ میں تھا۔ مجھے آدمی بلانے گیا۔ اتنے میں آتا رہا ایک صاحب مدرسہ کے قریب ہی اپنے گھر آموں کے لئے لے گئے میں جب دارالطلبہ سے آیا تو معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کے یہاں چلے گئے ہیں۔ وہاں پہنچا تو آم بھیکے ہوئے تھے اور حضرت تشریف فرما میرا انتظار فرما رہے تھے۔ میں نے کہا ایسا کیا تقاضہ تھا پہلے ہی تشریف لے آئے۔ حضرت نے فرمایا ہر جگہ ساتھ لے جانے کا وعدہ تو نہیں کر رکھا جہاں کا وعدہ ہے وہاں کا ہے۔ مجھے اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کہ حضرت کو ایک سال کے بعد تک کیسے یاد رہا۔ اس کے بعد تو پھر انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اپنی مغفرت کی بھی ڈھارس بندھ چلی ورنہ ”وامتازو الیوم ایہا المجرمون“ کا خوف غالب رہتا تھا اور ہے اللہ تعالیٰ ان اکابر کی جوتیوں میں اس سیہ کار کو بھی جگہ دیدے تو اس کے لطف و کرم سے کیا بعید ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ کی شفقت و محبت کے قصے لا تعداد و لا تحصى ہیں اور یاد بھی بہت ہیں بہت سی چیزوں میں خود نمائی بھی مانع ہو جاتی ہے۔

بخار کی خبر سن کر تشریف آوری

ایک دفعہ اس سیہ کار کو معمولی سا بخار ہوا۔ کسی جانے والے طالب علم سے حضرت نے خیریت دریافت کی اس نے کہہ دیا بخار ہو رہا ہے۔ حضرت اسی وقت اسی گاڑی سے تشریف لے آئے اور کچے گھر کے دروازہ میں قدم رکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

لَعَالَتْ كِي أَشْجَى وَمَا بَكَ عِلَّةٌ
تُرِيدِينَ قَتْلِي قَدْ ظَفَرْتُ بِذَلِكَ

میں ایک دم حضرت کی آمد پر کھڑا ہو گیا۔ فرمایا اچھے خاصے ہو شور مچا رکھا ہے بخار کا میں نے عرض کیا میں نے حضور کی خدمت میں کون سا تار یا ٹیلیفون کیا تھا کہ میں مر رہا ہوں۔ فرمایا ساری دنیا میں شور مچ گیا بخار کا۔ بخار والا یوں نہیں کھڑا ہوا کرتا، میں نے عرض کیا۔

ان کے دیکھنے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی حضرت کی تشریف آوری کی برکت سے بخار جاتا رہا۔

ماہ مبارک میں اہتمام

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کا ماہ مبارک کا معمول نقل فرمایا ہے۔ وہ ہوا۔

اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا تو یہ بھی اہتمام تھا

۱۔ توبہ تکلف بیمار بن گئی تاکہ میں رنجیدہ ہو جاؤں۔ حالانکہ تجھے کوئی بیماری نہیں۔ بے شک تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔

کہ حضرت اقدس باوجود اپنے مشاغل اور ماہ مبارک کے اہتمام کے ایک کارڈ ماہ مبارک میں اگر ہیں نہ لکھوں تب بھی حضرت اقدس شیخ الاسلام قدس سرہ تحریر فرمایا کرتے تھے عموماً اس میں ایک یا دو شعر ہوا کرتے تھے یہ سارے کارڈ کہیں محفوظ ہیں اور وہ اشعار اتنے اونچے ہوتے تھے کہ یہ ناکارہ اس کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتا۔ مگر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے تعلق کے اظہار اور شفقت کو یاد کر کے رونے کے سوا اب کچھ نہیں ایک کارڈ کا مضمون جو حضرت نے متعدد رمضانوں میں لکھا تھا۔ یہ تھا۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

وہ حضرات جو کہ خاک کو ایک نظر میں کیمیا بنا دیتے ہیں، کیا اچھا ہو کہ ایک گوشہ چشم ہماری طرف بھی فرماویں۔

ایک ماہ مبارک کے کارڈ کا یہ شعر تھا۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے ابر کرم بہر سخا کچھ تو ادھر بھی

مجھے یہ شعر اسی طرح یاد ہے کارڈ سامنے نہیں بعض خطوط میں عربی کے اشعار تحریر فرمائے۔ (آپ بیتی نمبر: ۵/ص: ۱۳۱)

شاہ الیاس

اس سے مراد حضرت اقدس الحاج شاہ مولانا محمد الیاس صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات گرامی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب^۲

جو رئیس المبلغین اور امام تبلیغ کے نام سے پکارے جاتے ہیں حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے حقیقی چچا ہوتے ہیں۔

خاندان کی بعض شخصیتیں

اور اس خاندان مشائخ کے ہونہار فرزند ہیں جس کے نامور فرزند حضرت مفتی الہی بخش (جن کی ولادت ۱۱۶۲ھ اور وفات ۱۲۴۵ھ میں ہے) اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے مشہور و ممتاز تلامذہ میں سے تھے اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے اور کمال اخلاص و للہیت کی وجہ سے شیخ وقت ہونے کے باوجود ساٹھ پینسٹھ برس کی عمر میں اپنے شیخ کے جواں سال خلیفہ حضرت سید احمد شہید (جو حضرت مفتی صاحب سے تقریباً ۳۸ سال چھوٹے تھے) سے بیعت ہوئے۔

اور مفتی صاحب کے فرزند مولانا ابوالحسن صاحب جن کی مثنوی گلزار ابراہیم جوان کی مشہور تالیف بحر حقیقت کا ایک جز ہے۔ بڑی مقبول عارفانہ مثنوی ہے۔ جس کے متعلق حضرت قطب عالم محدث گنگوہی قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھے اس طریق (معرفت و سلوک) کا شوق اس مثنوی سے ہوا۔

اور ان کے صاحبزادے مولانا نور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چاروں صاحبزادے مولانا ضیاء الحسن، مولانا اکبر، مولانا سلیمان، حکیم مولوی ابراہیم صاحب۔

اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب (جو مفتی صاحب کے حقیقی بھتیجے تھے اور محدث زمانہ حضرت شاہ اسحاق صاحب کے نہایت عزیز شاگرد حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب کے مجاز تھے۔ اور تقویٰ اور تورع جن کا خاص جوہر تھا۔ مشہور و مسلم

بات ہے کہ ان کے معدہ نے کبھی مشتبہ چیز قبول نہیں کی جیسے حضرات ہیں۔ ذہن و ذکاوت، علم و ادب سے فطری مناسبت اور خدا کی طرف رجوع و انابت اس خاندان کی خصوصیات ہیں (جس کی طرف اشارہ اس کتاب کی ابتدائی سطور میں گذرا۔ اور تفصیل کے لئے مشائخ کا مدللہ دیکھی جائے)

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب^۲

خود حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے والد محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب اونچے درجہ کے بزرگ تھے، ذکر و عبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید و دین کی تعلیم شب و روز کا مشغلہ تھا۔ خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آنکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھتے۔ اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر پانی پلاتے پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا فرماتے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی اس خدمت کی توفیق دی میں اس قابل نہ تھا۔ عام اجتماع و ہجوم کے زمانہ میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضاء الہی اور قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر خلق خدا کی راحت و رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے۔ ہر وقت ذاکر و شاعر اور باخدا رہتے، مختلف اوقات و حالات کے متعلق حدیث پاک میں جواز کار و اور ادوار دہوئے ہیں ان کی پابندی کرتے تھے اور آپ کو اس طرح مرتبہ احسان حاصل تھا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اسی وجہ سے جب انہوں نے قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سے طریق سلوک کے حصول کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا۔

آپ کو اس کی حاجت نہیں جو اس طریق اور ان ذکر و اذکار کا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے کے بعد یوں کہے کہ قاعدہ بغدادی میں نے نہیں پڑھا اس کو بھی پڑھ لوں۔

رات کا اہتمام

رات کو اس کا خاص اہتمام تھا کہ گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی جاگتا رہے۔ ۱۲/۱ بجے تک بنگلے صاحبزادے مولانا تکی صاحب مطالعہ میں مشغول رہتے۔ اس وقت مولانا اسماعیل صاحب بیدار ہو جاتے اور مولانا تکی صاحب سو جاتے پچھلے پہر بڑے صاحبزادے مولانا محمد صاحب کو بیدار کر دیتے۔

تبلیغ کی ابتداء

میوات سے تعلق بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب قدس سرہ کے زمانہ حیات سے ہی شروع ہوا چونکہ دہلی سے باہر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے قریب چونٹھ کھنبہ کے نام سے جو تاریخی عمارت ہے اس کے سرخ پھانک پر ایک عمارت میں مرزا الہی بخش صاحب (جو بہادر شاہ کے سدھی تھے) کے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں قیام تھا۔ ایک مرتبہ اس فکر و تلاش میں نکلے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا نظر پڑے تو اس کو مسجد میں لے آئیں اور اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لیں چند مسلمان نظر آئے ان سے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے کہا مزدوری کے لئے کہا کیا مزدوری ملے گی۔ انہوں نے بتایا۔ فرمایا اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے منظور کر لیا ان کو مسجد میں

لے آئے اور نماز سکھانے اور قرآن پاک پڑھانے لگے۔ یومیہ مزدوری ان کو دے دیتے اور ان کو پڑھنے سیکھنے میں مشغول رکھتے کچھ دنوں کے بعد نماز کی عادت پڑ گئی اور مزدوری چھوٹ گئی یہ بنگلہ والی مسجد کے مدرسہ کی بنیاد تھی اور یہی پہلے طالب علم تھے اس کے بعد دس بارہ میواتی طالب علم برابر مدرسہ میں رہتے اور ان کا کھانا مرزا الہی بخش مرحوم کے یہاں سے آتا۔ کسے خبر تھی کہ یہ مسجد کبھی تبلیغی جماعت کا مرکز بنے گی۔

وفات

۳۲ شوال ۱۳۱۵ھ، ۲۶ فروری ۱۹۹۸ء انتقال فرمایا ”غفرلہ“ تاریخ وفات ہے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے کئی بار نماز جنازہ پڑھی گئی جس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہو گئی تو ایک صاحب اور ایک بزرگ نے یہ دیکھا کہ مولانا اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کرو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ میرے انتظار میں ہیں۔

اولاد

مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ کے تین صاحبزادے تھے پہلی بیوی سے مولانا محمد صاحب جو سب سے بڑے تھے اور اپنے والد کے جانشین ہوئے اور دوسری بیوی سے (جو حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قدس سرہ کی نواسی تھیں جن سے پہلی بیوی سے انتقال کے بعد نکاح کیا تھا) دو صاحبزادے مولانا محمد تکی صاحب (حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے والد محترم) اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ولادت اور بچپن

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی اختر الیاس تاریخی نام ہے حضرت کا بچپن اپنے نہال کاندھلہ اور اپنے والد صاحب مرحوم کے پاس نظام الدین میں گذرا اس وقت کاندھلہ کا یہ صدیقی شیوخ کا خاندان دینداری کا گہوارہ تھا۔ مرد تو مرد عورتوں کی دین داری، عبادت گذاری، شب بیداری، ذکر و تلاوت کے قصے اور ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں (جس کا کچھ حال اس کتاب کی ابتدائی سطور میں گذرا) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے ایک روز اس قسم کے حالات بیان فرمانے کے بعد فرمایا یہ وہ گودیں ہیں جن میں ہم نے پرورش پائی ہے۔ اب وہ گودیں دنیا میں کہاں سے آئیں گی۔ (حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت)

بچپن ہی میں خاندان کے دستور و رواج کے مطابق قرآن پاک حفظ کر لیا۔ چونکہ قرآن پاک کے حفظ کا خاندان میں عام رواج تھا کہ خاندان کی مسجد کی ڈیڑھ صف میں مؤذن کے سوا کوئی غیر حافظ نہ ہوتا تھا۔

اختر تجھ سے صحابہ کی خشبو آتی ہے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے اندر بچپن سے ہی نجابت و سعادت اور بزرگی کے آثار موجود تھے امی بی (جو حضرت کی نانی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی تھیں اور رابعہ سیرت بی بی تھیں) حضرت پر بہت ہی شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی

الکراتی ہیں۔

حضرت شیخ الہند کا ارشاد

اور حضرت میں ابتداء سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی ایک جھلک تھی جس کو دیکھ کر حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ۔

جب میں مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آ جاتے ہیں۔

بچپن سے جذبہ جہاد

حضرت کے ہم عمر وہم مکتب ریاض الاسلام صاحب کاندھلوی متولی ریاض الاسلام بیان کرتے ہیں کہ۔

جب ہم مکتب میں پڑھتے تھے ایک دن آپ لکڑی لے کر آئے اور

کہا آؤ میاں ریاض الاسلام چلو بے نمازیوں پر جہاد کریں۔

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارہ بلندی

اس کے سر پر ہوش مند ہوتے ہی بلندی کا ستارہ چمکتا تھا۔

قیام گنگوہ

۱۳۱۲ھ یا ۱۳۱۵ھ کے شروع میں حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ تعلیم کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہمراہ گنگوہ لے گئے جو اس وقت علماء و فضلاء کا مرکز تھا۔ حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ اور قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس سرہ کی صحبت اور مجالس کی دولت حضرت کو شب و روز حاصل تھی دینی

جذبات کی پرورش نیز دین کی سمجھ اور اس کا سلیقہ پیدا کرنے میں ان کی میا اثر صحبتوں اور مجالس کو جو دخل ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں مولانا کی دینی اور روحانی زندگی میں اس ابتدائی ماحول کا فیض برابر شامل رہا انسان کی زندگی میں مقام و ماحول کا اثر قبول کرنے کے لئے جو بہترین زمانہ ہو سکتا ہے حضرت قدس سرہ کا وہ زمانہ گنگوہی شریف کے روحانی ماحول میں گذرا حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات ہوئی تو بیس سال کے جوان تھے تو گویا دس برس کا عرصہ قطب الاقطاب قدس سرہ کی صحبت میں گذرا۔

حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کامل استاد اور مربی تھے۔ جو تعلیم میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم میں درسی کتب اکثر نہیں پڑھاتے تھے۔ بلکہ خود اصول و قواعد لکھ کر سہ حرفی و دو حرفی لفظ بناتے تھے کہ ان کی گردانیں اور تعلیلیں بناؤ استعداد آفرینی اور قوت مطالعہ کی طرف مولانا کی اصل توجہ تھی۔ بے حاشیہ شرکی کتاب عموماً طالب علم کو پڑھنے کو دیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کچھ تو ابتداء سے لاغر و نحیف تھے۔ گنگوہی کے قیام میں صحت اور خراب ہو گئی در دس کا خاص قسم کا دورہ پڑا جس کی وجہ سے مہینوں سر جھکانا حتیٰ کہ تکیہ پر سجدہ کرنا بھی ناممکن تھا۔ حضرت گنگوہی کے صاحبزادے حکیم مسعود احمد صاحب نے اپنے خصوصی طرز کے مطابق پانی پینے کا پرہیز بتایا جسے مولانا قدس سرہ نے خوب نبھایا اور کامل سات برس پانی نہیں پیا اسی شدت علالت اور خاص طور پر دماغی کمزوری کی وجہ سے تعلیم منقطع ہونے کا بڑا صدمہ اور بے کلی رہتی تھی آپ کا پڑھنے کے لئے اصرار تھا۔ اور ہمدردوں کا مشورہ مسلسل آرام کرنے کا مولانا قدس سرہ فرماتے تھے کہ ایک روز بھائی نے کہا کہ آخر پڑھ کر ہی کیا کرو گے۔ میں نے کہا۔ جی کر کیا کروں گا۔ اس اصرار اور طلب کی بنا پر پڑھنے کی اجازت ہو گئی۔ اور سلسلہ تعلیم پھر جاری ہو گیا۔

حضرت گنگوہی سے بیعت

حضرت قطب عالم محدث گنگوہی قدس سرہ باوجود یکہ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہ فرماتے تھے۔ مگر غایت تعلق اور حضرت مولانا قدس سرہ کے غیر معمولی حالات کی بنا پر ان کی خواہش و درخواست پر بیعت فرمالیا۔

حضرت گنگوہی سے قلبی تعلق

حضرت مولانا الیاس صاحب قدس سرہ کی فطرت میں شروع ہی سے محبت کی چنگاری تھی کہ حضرت قطب عالم قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس سرہ سے ایسا قلبی تعلق ہو گیا تھا کہ حضرت کے بغیر تسکین نہ ہوتی فرماتے تھے کہ کبھی کبھی رات کو اٹھ کر صرف چہرہ دیکھنے کے لئے جاتا زیارت کر کے پھر آ کر سو رہتا۔

حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کو بھی آپ کے حال پر ایسی ہی شفقت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے بھائی سے کہا کہ اگر حضرت اجازت دے دیں تو میں حضرت کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں۔ مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ نے حضرت سے ذکر کیا تو فرمایا مضائقہ نہیں۔ الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق اور طبیعت میں انتشار نہیں پیدا ہوگا۔

حالت ذکر

حضرت مولانا قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ محسوس ہوتا تھا حضرت سے کہا تو حضرت تھرا گئے اور فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے یہی شکایت حاجی صاحب سے کی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا۔

بس بے اختیار اسی وقت پیدل دہلی روانہ ہو گیا۔ یہ یاد نہیں رہا کہ میں اس قدر بیمار اور کمزور تھا کہ بالا خانہ سے اترنا دشوار تھا۔ دہلی کے راستہ میں مجھے یاد آیا۔ (مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت ص ۵۱)

اکابر کی نظر میں خاص امتیاز و اعزاز

ذکر و اشغال، نوافل و عبادات کے ساتھ شروع سے ہی مجاہدانہ جذبات سینہ میں موجزن تھے، اور جذبہ و شوق، عزم و ہمت سے آپ کی زندگی کا کوئی دور خالی نہیں رہا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی انہیں اوصاف کی وجہ سے شیوخ و اکابر کے حلقہ میں بھی حضرت قدس سرہ خاص امتیاز اور اعزاز کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے کبھی کبھی اکابر کی موجودگی میں امامت کے لئے حضرت قدس سرہ کو ہی بڑھایا جاتا۔

خود ان کی اپنی شادی کے موقع پر کاندھلہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہم موجود تھے۔ نماز کا وقت آیا تو امامت کے لئے آپ کو بڑھایا۔ مولوی بدر الحسن صاحب نے ازراہ ظرافت کہا کہ اتنی بڑی بڑی گاڑیاں اور ایسا ہلکا پھلکا انجن جوڑ دیا۔ حضرات میں

سے کسی نے کہا کہ یہ تو انجن کی طاقت پر ہے۔ (مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت)

حضرت مولانا محمد تکی صاحب سے کام نہ کرنے کی شکایت

حضرت اقدس قدس سرہ چونکہ خیف و زار تھے اس لئے جسمانی مشقت کے کاموں میں حصہ نہ لے سکتے تھے اور مطالعہ اور ذکر و عبادت ہی میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے ایک دفعہ حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کے کتب خانہ کے منتظم (جو بڑے مخلص و ہمدرد تھے) نے حضرت قدس سرہ کے کچھ کام نہ کرنے کی شکایت کی تو حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ نے سنا تو بہت تکدر کا اظہار فرمایا اور فرمایا۔ حدیث میں آتا ہے ”هَلْ تُرْزَقُونَ وَتَنْصَرُونَ إِلَّا بِضَعْفَانِكُمْ“ (تم کو جو رزق ملتا ہے اور تمہاری خد کی طرف سے جو مدد کی جاتی ہے وہ تمہارے کمزور افراد ہی کی برکت سے تو ہوتی ہے) مجھے اعتقاد ہے کہ مجھے اسی بچہ کی برکت سے رزق مل رہا ہے۔ آئندہ اس سے کچھ نہ کہا جائے جو کچھ کہنا ہو مجھ سے کہا جائے۔ (حوالہ بالا)

مدرسہ مظاہر العلوم میں تقرر

شوال ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور سے ایک بڑا قافلہ حج کو روانہ ہوا جس میں مدرسہ مظاہر العلوم کے اکثر بڑے بڑے مدرسین تھے اس موقع پر متعدد نئے اساتذہ کا تقرر ہوا۔ اسی سلسلہ میں حضرت قدس سرہ بھی مدرسہ کے نئے مدرسین میں شامل ہوئے۔ اور متوسط کتابیں آپ کو دی گئیں۔ حضرات حجاج کی واپسی کے بعد دوسرے جدید اساتذہ سبکدوش ہو گئے۔ مگر حضرت قدس سرہ بدستور تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پڑھانے کے زمانہ میں مطالعہ کی طرف بڑی توجہ تھی۔ چنانچہ کنز الدقائق کے

لئے بحر الرائق، شامی اور ہدایہ دیکھتے تھے اور نور الانوار کے لئے حسامی کی شروح و توضیح و تلویح تک مطالعہ میں رہتی تھیں۔ (حوالہ بالا)

سفر حج کے لئے بے قراری

۱۳۳۳ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اور مولانا محمود حسن شیخ الہند قدس سرہما نے حج کا قصد فرمایا۔ حضرت قدس سرہ کو اس کا علم ہوا تو حج کے لئے بہت بے قرار ہوئے فرماتے تھے کہ۔

مجھے ان حضرات کے بعد ہندوستان تاریک ہوتا نظر آیا۔

اور یہاں کارہنا مشکل معلوم ہونے لگا۔ لیکن اجازت کا مرحلہ در

پیش تھا۔ عجب کش مکش کی حالت تھی۔ ہمیشہ (والدہ مولوی اکرام

الحسن) نے یہ بے قراری دیکھی تو کہا کہ میرا زیور لے لو اور چلے

جاؤ امید نہ تھی کہ والدہ صاحبہ آسانی سے اجازت دیں گی۔ اور اتنی

طویل مفارقت اور اتنا دور دراز کا سفر گوارہ کریں گی۔ مگر الحمد للہ

انہوں نے بھی اجازت دے دی۔ دوسرا مرحلہ بھائی مولانا محمد تکی

صاحب کی اجازت کا تھا۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ والدہ اجازت نہ

دیں گی۔ ان کی اجازت پر محمول کیا وہ اجازت دے چکی تھیں۔

آخری مرحلہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی اجازت کا تھا ان

کی خدمت میں خط لکھا اور سامان سفر کی سب صورتیں لکھ دیں کہ

ایک صورت یہ ہے کہ ہمیشہ کا زیور لے لیا جائے۔ دوسرے قرض۔

تیسرے بعض اعزہ روپیئے دے رہے ہیں۔ مولانا نے سفر کی

اجازت دی اور آخری صورت کو ترجیح دی۔ (حوالہ بالا)

خلاف امید شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی ہمرکابی ہو گئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ پہلے جہاز سے تشریف لے جا چکے تھے۔

آپ دوسرے جہاز سے شوال ۱۳۳۳ھ میں مولانا کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ربیع

الثانی ۱۳۳۳ھ میں واپس آ کر مدرسہ میں فرائض تدریس میں بدستور مشغول ہو گئے۔

(حوالہ بالا)

حضرت مولانا محمد تکی صاحب کی وفات

حج کے دوسرے سال ۱۰/۱۱ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ میں حضرت مولانا محمد تکی صاحب

نے انتقال فرمایا۔ یہ سانحہ حضرت مولانا کے لئے بڑا صبر آزمائہ تھا حضرت مولانا محمد تکی

صاحب قدس سرہ مربی بھی تھے۔ استاد بھی شفیق بھائی بھی تھے۔ اپنی خصوصیات اور

محبوبیت و مقبولیت کی وجہ سے پورے حلقہ احباب کو مولانا کی مفارقت کا سخت صدمہ

ہوا۔ لیکن حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے دل پر اس صدمہ کی جو چوٹ

لگی اس کا درد آخر تک محسوس ہوتا تھا۔ معمول تھا کہ جب مرحوم بھائی صاحب کا ذکر

کرتے تو ایک محویت سی طاری ہو جاتی اور سب کچھ بھول جاتے، ان کے اوصاف

و کمالات اور ان کے واقعات کا مزہ لے کر ذکر کرتے اور فرماتے۔

حضرت میرے بھائی ایسے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ ان

کی جامعیت مصالحانہ روش، اعتدال طبیعت مختلف عناصر بظاہر

اضداد کو جمع کرنے اور جمع رکھنے کی خدا داد قابلیت، غیر معمولی

ذکاوت اور سلامت فہم کے واقعات بڑی تفصیل اور دلچسپی سے

سناتے اور علوم میں آپ کے بعض تحقیقی کلمات و کلیات کا حوالہ

دیتے۔ (حوالہ بالا)

حضرت مولانا محمد صاحبؒ کی وفات

حضرت مولانا محمد صاحبؒ کی وفات کے دو سال بعد ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ شب جمعہ میں عشاء کی نماز کے بعد وتر کے سجدہ میں بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ قدس سرہ نے انتقال فرمایا۔ جو ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ حلم و تواضع رحمت و شفقت اور خشیت و انابت کی مجسم تصویر اور ”عِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْسُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (الآیۃ) کا نمونہ، کم گو، بے آزار عزت پسند، بڑی خوبیوں کے جامع بزرگ تھے باپ کی جگہ بنگلہ والی مسجد میں مقیم تھے۔

نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قیام

بھائی کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ قدس سرہ نے اس خاندان کے محبین و معتقدین کے سخت اصرار اور وہاں کی ضرورت کے احساس کی بنا پر بااجازت حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ محدث سہارنپوری قدس سرہ وہاں قیام فرمایا۔ مدرسہ کی کوئی مستقل آمدنی نہ تھی جس سے آسانی کے ساتھ اخراجات پورے ہوں۔ بڑی سختی اور تنگی سے گذران ہوتی تھی کبھی کبھی فاقہ کی نوبت آ جاتی مگر حضرت قدس سرہ کے ابرو پر بل نہ آتا۔ بعض اوقات اعلان فرمادیتے کہ آج کھانے کو نہیں ہے۔ جس کا جی چاہے چلا جائے۔ اور اپنا کہیں اور انتظام کر لے طلبہ کی بھی ایسی روحانی تربیت ہو رہی تھی کہ کوئی جانے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ بعض اوقات جنگلی پھلوں (گولر وغیرہ) سے

۱۔ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں (بیان القرآن)

پیٹ بھر لیا جاتا۔ طلبہ خود جنگل سے جا کر لکڑی کاٹ کر لاتے روٹی پکاتے اور چٹنی سے کھاتے۔

حضرت قدس سرہ کی تعمیر کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ آپ کے رفیق قدیم مدرسہ کے سابق طالب علم حاجی عبدالرحمن نو مسلم مرحوم کی سعی پر حضرت قدس سرہ کی طبیعت کے خلاف دہلی کے بعض حضرات نے کچھ حجرے تعمیر کرا دیئے۔ حضرت واپس تشریف لائے تو سخت ناراض ہوئے مدت تک حاجی صاحب سے نہیں بولے اور فرمایا۔

”اصل چیز تعلیم ہے۔۔۔۔۔ کے مدرسہ کی عمارت جب سے پکی ہوئی
تعلیم کچی ہو گئی“ (حوالہ بالا)

درس حدیث کی عظمت

حدیث کا درس دیتے تو پہلے وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے اور فرماتے کہ حدیث کا حق تو اس سے زیادہ ہے یہ اقل درجہ ہے۔ حدیث پڑھاتے وقت کسی سے بات نہ کرتے۔ کوئی معزز آدمی آ جاتا تو درس چھوڑ کر اسکی طرف التفات نہ فرماتے۔

مدرسہ کے اسباق اور طلبہ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے بڑی جانکاہی اور جان فشانی کے ساتھ طلبہ کو چھوٹے بڑے سبق خود پڑھاتے بعض ایام میں اسی، نوے طلبہ خود پڑھاتے یا طالب علموں سے پڑھواتے مشغولیت اور انہماک کا اندازہ اس سے ہوگا کہ کسی زمانہ میں مستدرک حاکم کا درس صبح کی نماز سے پہلے ہوتا تھا۔ (حوالہ بالا)

میوات میں قیام مکاتب

اور حضرت قدس سرہ نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ میوات کے علاقہ میں جگہ جگہ

قرآن پاک کی تعلیم کے مکاتب قائم کئے اور ان کے اخراجات کا بندوبست فرماتے۔
اولاً اپنی آبائی جائیداد کی آمدنی خرچ کر ڈالی پھر لوگوں کی امداد قبول کی۔ (حوالہ بالا)

عمومی دعوت و تبلیغ

مگر موقوم غفلت و جہالت کی وجہ سے بے دینی کے اس مقام پر پہنچ چکی تھی جس کا حضرت قدس سرہ کو احساس تھا اور بڑی بے کلی رہتی تھی۔ حضرت قدس سرہ نے ان مکاتب کے سلسلہ کو بھی ایسی قوم کی اصلاح کے لئے ناکافی سمجھا اس لئے عمومی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا۔

دوسرا سفر حج اور بے چینی و اضطراب

شوال ۱۲۲ھ میں حضرت قدس سرہ دوسرے سفر حج کے لئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی ہمرکابی میں تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ جب ختم ہوا اور رفقاء چلنے کے لئے جب تیار ہوئے تو انہوں نے مولانا کو عجیب بے چینی و اضطراب میں پایا۔ آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے کچھ دن توقف کے بعد رفقاء نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ سے ذکر کیا۔ آپ نے مولانا کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ تم ان سے چلنے کے لئے اصرار نہ کرو ان پر ایک حالت طاری ہے یا تو تم اتنا انتظار کرو کہ یہ از خود تمہارے ساتھ چلے جائیں یا تم خود پہلے چلے جاؤ یہ بعد میں آجائیں گے۔ چنانچہ رفقاء ٹھہر گئے۔

ہم تم سے کام لیں گے

حضرت قدس سرہ فرماتے تھے کہ مدینہ طیبہ کے اس قیام کے دوران میں مجھے اس کام کے لئے امر ہوا اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ کچھ دن میرے اس

بے چینی میں گذرے کہ میں نا تو اس کیا کر سکوں گا کسی عارف سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ بس کام لینے والے کام لیں گے۔ اس سے بڑی تسکین ہوئی۔ اور مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی اور تبلیغی گشت شروع فرمادیا۔

منظم جدوجہد

۱۵ھ میں تیسری بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اس حج سے حضرت اپنے کام اور نظام کے متعلق مزید وثوق و اطمینان اور یقین لے کر آئے اور کام کی رفتار کو بڑھا دیا۔ حج سے واپسی پر تشریف لا کر حضرت نے بڑی جماعت کے ساتھ میوات کے دو دورے کئے کم سے کم سو آدمی اس سفر میں ہر وقت ساتھ رہتے تھے باقی جا بجا مجمع بہت ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دورہ ایک مہینہ کا تھا دوسرا دورہ کچھ کم ایک مہینہ کا سفر کے وقت جماعتوں کو گاؤں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ گشت لگا کر آؤ۔

حضرت قدس سرہ نے میوات کی تحصیلوں کے نقشے اور پورے ضلع گوڑ گاؤں کا نقشہ تیار کرایا۔ سمتیں اور لائنیں قائم کی گئیں اور حضرت قدس سرہ نے ہدایت کی کہ تمام مبلغین کا رگذاری قلم بند کریں۔ گاؤں کی آبادی اور ایک گاؤں کا دوسرے سے فاصلہ لکھا جائے آس پاس کے بڑے بڑے گاؤں اور ان کے نمبر داروں کے نام لکھے جائیں اور بتلایا جائے کہ کون لوگ زیادہ آباد ہیں۔

جدوجہد کا اثر

غرض اس طرح منظم طریقہ پر جدوجہد کی گئی کہ میوات کے اندر و باہر دورہ کرنے کے لئے جماعت بکثرت بننے لگیں۔ مناسب مقامات پر جلسے و اجتماعات کئے

جاتے جس سے کچھ نئی جماعتیں تیار ہو کر اطراف و جوانب یا یوپی کا گشت کرنے کے لئے نکلتیں تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقہ میں دین اور دین داری کی ایسی عام اشاعت ہوئی اور اس تاریک خطہ میں جو صدیوں سے تاریک چلا آ رہا تھا۔ ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور نہیں مل سکتی۔

جس علاقہ میں کوسوں مسجد نظر نہیں آتی تھی۔ وہاں گاؤں گاؤں مسجدیں بن گئیں اور دیکھتے دیکھتے اس ملک میں ہزاروں مسجدیں بن کر کھڑی ہو گئیں صد ہا مکتب اور متعدد عربی کے مدرسے قائم کئے گئے حفاظ اور فارغ التحصیل علماء کی ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی۔ ہندوانہ وضع و لباس سے نفرت ہو کر اسلامی و شرعی لباس کی وقعت دلوں میں پیدا ہو گئی ہاتھوں سے کڑے اور کانوں سے مرکیان اتر گئیں۔ ڈاڑھیاں رکھنا شروع کر دیا۔ سود خوری و شراب نوشی اور دیگر جرائم و رسومات ختم کر دئے گئے۔ اور اب تو میوات و یوپی ہی کیا دنیا کے ہر ملک کا ہر خط ہر بستی ہر شہر اس سے فیضیاب ہو رہا ہے اور ہر جگہ دینی شعور، دینی طلب اس جماعت کی برکت سے بڑھ رہا ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اگر کوئی اسلامی سلطنت اپنے پورے وسائل استعمال کرتی اور لوگوں کو دین کے قریب کرنے اور واقف کرنے کے لئے بہت بڑا تنخواہ دار عملہ رکھتی یا سیکڑوں کی تعداد میں مدارس و مکاتب قائم کرتی تو اپنی سلطنت کے کسی علاقہ میں اس خوبی کے ساتھ دین نہیں پھیلا سکتی تھی اور زندگی کا انقلاب تو مادی وسائل کے قابو سے بالکل ہی باہر ہے۔ (حوالہ بالا)

مرکز اسلام میں دعوت دینے کی آرزو

حضرت قدس سرہ کو اس کی بڑی آرزو تھی جو آخر وقت تک قائم رہی (اور اب

بجہ اللہ پوری ہو گئی) کہ اگر ہندوستان کا کام کچھ جم جائے تو آپ اپنے چند مخصوص رفقاء کے ساتھ اسلام کے مرکز میں جا کر اس کام کی دعوت دیں اور وہاں اس کو شروع کریں کہ یہ دین کی سوغات ہے اور وہاں کے رہنے والے اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ”بضاعتنا ردت الینا“ کہہ کر اس کا استقبال کریں۔ اور پھر ان کے ذریعہ سے یہ دولت عالم اسلام میں گھر گھر بٹے۔ ۱۵۶ھ میں آپ کے دل میں بڑی شدت سے اس کا داعیہ پیدا ہوا اور آپ ۱۸ ذی قعدہ کو حج کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں جا کر یہ دعوت پیش کی۔

اپنے کام پر وثوق و اعتماد

حضرت قدس سرہ کو اپنے اس کام پر یقین بے حد بڑھ چکا تھا اور جوش حد سے فزوں تھا مگر اہل علم اس کام کے شایان شان توجہ نہ کر سکے تھے جس کا حضرت کو بڑا قلق اور بے چینی رہا کرتی تھی۔ روز بروز یہ یقین بڑھتا ہی جاتا تھا کہ وقت کے تمام فتنوں کا علاج اور زمانہ کے ہر تقاضے کا جواب اصل دین کی یہی کوشش ہے۔ جب کوئی نیا فتنہ پیدا ہوتا تو دل کا یہ جوش زبان اور قلم پر آ جاتا۔ ایک ایسے ہی موقع پر ایک دینی مدرسہ کے ایک ذمہ دار کو تحریر فرمایا۔

میں کون سی قوت سے سمجھاؤں اور کون سی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کون کون سی قوت سے اپنے دماغ میں بساؤں اور متیقن اور بدیہی اور معلوم کو مجھول اور مجھول کو معلوم کیوں کر بناؤں میرے نزدیک صاف صاف ان فتنوں کے دریائے اٹک اور ان ظلمات کی جمنہ کے سیل کے روکنے کی سد سکندری سوا

میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوت جہد کو اور اندرونی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مساعی کو متوجہ کر دینے کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ غیب سے اس صورت کا نمایاں ہو جانا ہی صرف اس وباء کا علاج ہے۔ جیسا کہ عادت ازلیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ وباء کے مناسب علاج بھی پیدا فرمایا کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کے پیش کئے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے استقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔

ایک مکتوب گرامی۔

از بندہ حقیر فقیرنا کارہ دو جہاں محمد الیاس غفرلہ۔

الحمد لله الذی بعزته وجلاله تتم الصالحات اللهم
لک الحمد شکراً ولک المن فضلًا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔ میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کے قرب اور اس کی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آتا ہے۔ وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام و تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجب حرمان و خسران و بد نصیبی نہ ہو۔

(حوالہ بالا)

ایک تحریر

حضرت قدس سرہ کی قربانی اور محنت و کوشش کا اندازہ لگانے کے لئے حضرت کی یہ تحریر جو حضرت نے چند میواتی احباب کو لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

میں اپنی قوت و ہمت کو تم میواتیوں پر خرچ کر چکا۔ میرے پاس بجز اس کے کہ تم لوگوں کو اور قربان کردوں۔ کوئی اور پونجی نہیں میرا ہاتھ ہٹاؤ۔ (حوالہ بالا: ص ۱۲۳)

بیماری کی خاص وجہ

ایک صاحب نے حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب علی ندوی نور اللہ مرقدہ کو حضرت قدس سرہ کی حالت لکھی جب کہ حضرت آخری مرض مرض الوفات میں مبتلا تھے۔ بفضلہ تعالیٰ حضرت کو اب کافی افاقہ ہے۔ مگر ضعف بہت ہے۔ باوجود حکماء کی تاکید کے بولنا بند نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں تبلیغ کے لئے بول کر مر جانا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ اس سے خاموش رہ کر صحت حاصل کروں۔

فرماتے ہیں کہ میری بیماری کی خاص وجہ یہی ہے کہ علماء توجہ نہیں کر رہے ہیں۔ علماء آئیں جو سمجھنے کے اہل ہیں اگر اس کے لئے ان کو قرض لینا پڑے تو نہ گھبرائیں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ میری بیماری نعمت ہے۔ اسی کو سن کر لوگ آئیں۔ مگر لوگ نہیں آتے اس کی برکتوں کا کھلا ہوا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ان کلمات کو فرماتے وقت حضرت کی وہ حالت تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا خاص

کرا آخری جملہ (حوالہ بالا: ص ۱۴۳)

مرض الوفات میں بے چینی

حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب ندوی قدس سرہ حضرت کے مرض الوفات کے وقت کے حالات لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اس موضوع (احیاء دین) کے سوا کوئی بات کہنا تو درکنار سننا تک گوارہ نہ تھا اگر کوئی شخص دوسری بات سامنے شروع کر دیتا تو اکثر اوقات برداشت نہ فرماتے۔ اور فوراً روک دیتے خدام میں سے کوئی خیریت مزاج پوچھتا تو فرماتے۔

بھائی تندرستی بیماری تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس میں کیا خیریت، خیریت تو جب ہے کہ جس کام کیلئے پیدا کئے گئے ہیں وہ کام ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو چین ہو۔ صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حال میں چھوڑا تھا۔ اس میں ادنیٰ تغیر آنے کو بھی وہ خلاف خیریت سمجھتے تھے۔

حافظ عبد الرحمن صاحب راوی ہیں کہ مولانا کے وطن کاندھلہ سے آپ کے کچھ اعزہ عیادت کیلئے آئے۔ مولانا نے پوچھا کس لئے آئے کہنے لگے آپ کی خیریت دریافت کرنے کیلئے فرمایا جو مٹنے کیلئے بنا ہے اس کی خیریت پوچھنے کیلئے کاندھلہ سے یہاں تک آؤ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین جو مٹنے والا نہیں وہ مٹا جا رہا ہے اور تم اس کی خبر نہیں لیتے۔ (حوالہ بالا:

ص ۱۶۷)

دعوت و تبلیغ سے قلبی تعلق

حضرت قدس سرہ کو اس دینی دعوت و تبلیغ سے جو قلبی تعلق تھا۔ اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ حجاز مقدس سے ایک والا نامہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے پاس آیا جس کا یہ جملہ ملاحظہ ہو۔

عین الحسن کا خط آیا جس میں تبلیغ کا ذکر نہیں تھا بھلا کیا دیکھا جاتا ہے! حضرت قدس سرہ کو اگر کسی بات سے یہ اندازہ ہوتا کہ کسی شخص کو بھری ذات سے تعلق ہے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ دین سے تعلق ہونا چاہئے۔ کسی ایسے شخص کی خدمت قبول کرنے اور اس سے راحت حاصل کرنے کے روادار نہ تھے جو محض جسمانی خدمت پر اکتفا کرتا ہو۔

ایک مرتبہ ایک میواتی سر پر تیل کی مالش کر رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد ان پر نظر پڑی۔ پہچان لیا فرمایا۔ تم کبھی تبلیغ میں حصہ نہیں لیتے۔ میں تم سے کام نہیں لے سکتا چھوڑ دو۔

ایک پیر مرد ایک مرتبہ آگے بڑھے۔ مولانا محمد منظور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ان کو مجھ سے بہت تعلق و محبت ہے مگر کبھی انہوں نے میری یہ بات نہیں مانی اور میری دعوت قبول نہیں کی یوں دل و جان سے میری خدمت کے لئے حاضر ہیں آپ ان کو لے جا کر سمجھائیے کہ اس کام میں حصہ لیں۔ اور ان سے گفتگو کی انہوں نے کہا کہ میں تو تہیہ کر کے آیا ہوں کہ اب حصہ

لوں گا۔ مولانا نے جا کر اطلاع کی۔ آنے کی اجازت دی اور ان کے ہاتھ چوم لئے۔

عوام کے ساتھ ہمدردی کا اعلیٰ نمونہ

فقہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ۔

ایک دفعہ میوات کے سفر میں حضرت کے ساتھ تھا اور ایک صاحب تھے سخت گرمی کا موسم تیز لو، دوپہر کا وقت چل کر ایک بستی میں پہنچے۔ انہوں نے پتھر کے مکان میں قیام کا انتظام کیا۔ حضرت کو ایک چار پائی پر لٹا دیا اور ہم ایک چار پائی پر برابر ہی لیٹ گئے ہمیں تو کیا نیند آتی سوچا تھا کچھ دیر حضرت آرام فرمائیں نیند آ جائے تو کچھ ٹکان دور ہو جائے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میواتیوں کی جماعت کی جماعت ملاقات کے لئے شور کرتے ہوئے آئے۔ میں جلدی سے اٹھا اور ان کو اندر آنے سے روکا اور آہستہ سے کہا کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ملنا۔ حضرت کو آواز پہنچ گئی اور فوراً اٹھ کر بے قراری سے فرمایا مفتی جی روکو موت آنے دو آنے دو اور کھڑے ہو کر سب سے مصافحہ و معافہ فرمایا خیریت معلوم کی۔ ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا مفتی صاحب جب تک طالب کے دل میں اتنی طلب پیدا نہ کر دو کہ وہ جوتی کو چپاتی سمجھنے لگے جب تک سختی کا حق نہیں۔

دعوت و تبلیغ میں فنائیت

مرض الوفات کی حالت تحریر فرماتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

جس قدر وقت موعود قریب آتا جاتا طبیعت کی نزاکت

اور بے تابی اور کام کی سرگرمی بڑھتی جا رہی تھی دعوت کے سواء کسی

چیز کے سننے اور دیکھنے کا تحمل جاتا رہا تھا۔ انتہائی ضعف و ناطقتی

کے باوجود بستر علالت پر پڑے ہوئے پورے کام کی خود نگرانی

فرما رہے تھے اور برابر دن رات میں کئی کئی بار بلا کر اس کے متعلق

جزئی ہدایات اور لوگوں کے نام پیغامات دیتے رہتے تھے، اس کا

بھی اندازہ لگاتے تھے اور برابر خیال رکھتے تھے کہ مجلسوں میں حلقہ

درس میں اور دسترخوان پر تبلیغ و دعوت کے سواء کوئی اور گفتگو تو نہیں

ہوتی۔ اگر کبھی اس کا علم ہو جاتا تو طبیعت نازک پر بڑا گراں

گذرتا۔ ذکر و تعلیم تبلیغ میں مصروف رہنے کی تاکید فرماتے رہتے

اور بجائے زجر و تنبیہ اور ملامت کے وعظ و ترغیب سے کام لیتے اور

اکثر کسی واسطہ اور کنایہ سے فرماتے اور متوجہ کرتے۔ (حوالہ بالا

ص ۱۷۳، ۱۷۴)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتخاب

۱۲ جولائی چہار شنبہ کے دن شیخ الحدیث صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب

اور مولانا ظفر احمد صاحب کو یہ پیام پہنچا کہ مجھے اپنے آدمیوں میں سے ان چند پر

اعتماد ہے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرادیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب مولوی احتشام الحسن صاحب، مولوی یوسف صاحب مولوی انعام الحسن صاحب مولوی سید رضا حسن صاحب۔

ان حضرات نے دوبارہ مشورہ کر کے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی محمد یوسف صاحب ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے لئے ”القول الجلیل“ میں جو شرائط لکھے ہیں وہ سب بحمد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں۔ عالم ہیں متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں۔ فرمایا۔

اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی میں خیر و برکت فرمائیں، مجھے منظور ہے یہ بھی فرمایا کہ پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی، اب بہت اطمینان ہو گیا، امید ہے کہ ان شاء اللہ میرے بعد کام چلے گا۔

شام کو فرمایا کہ جس کو مجھ سے بیعت کرنا ہے بیعت کر لے مشورہ ہوا کہ اس وقت تکان بہت ہے کل پر مؤخر رکھا جائے۔ ”وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا“۔

آخری شب

رات سے سفر کا اہتمام تھا پوچھا کہ کیا کل جمعہ ہے عرض کیا گیا جی ہاں! فرمایا کہ میرے کپڑوں کو دیکھ لو کہیں کوئی نجاست تو نہیں ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ نہیں ہے۔ اطمینان و خوشی ہوئی۔ چار پائی سے اتر کر وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش کی۔ مگر

ہمارداروں نے منع کیا۔ جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز شروع کی۔ مگر قضائے حاجت پیش آگئی۔ بعد میں دوسری جماعت سے حجرہ میں نماز پڑھی۔ فرمایا آج کی رات دعاء اور دم کثرت سے کراؤ۔ یہ بھی فرمایا کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں۔ مولوی انعام الحسن صاحب سے پوچھا کہ وہ دعائے کس طرح ہے ”اللَّهُمَّ اِنِّ مَغْفِرَتَكَ“۔ انہوں نے پوری دعایا دلائی۔

اللَّهُمَّ اِنِّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي وَرَحْمَتِكَ اَرْجَى عِنْدِي مِنْ عَمَلِي.

ترجمہ: اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے۔

آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرادو اور نیچے اتار دو، اور دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

یوسف آمل لے ہم تو چلے

۱۲ بجے گھبراہٹ کا ایک دورہ پڑا جس پر ڈاکٹر کوفون کیا گیا ڈاکٹر آئے اور گولی دی رات کو بار بار ”اللہ اکبر، اللہ اکبر“ کی آواز آتی رہی پچھلے پہر مولوی یوسف صاحب اور مولوی اکرام الحسن صاحب کو یاد فرمایا مولوی یوسف صاحب سے فرمایا۔ یوسف آمل لے ہم تو چلے۔ اور صبح کی اذان سے پہلے جان جاں آفریں کے سپرد کی اور عمر بھر کا تھکا مسافر جو شاید کبھی اطمینان کی نیند نہ سویا ہو۔ منزل پر پہنچ کر میٹھی نیند سویا۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً

مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ.

ترجمہ: اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (بیان)

حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ کمال عقیدت

پیارے محبوب بھائی کی یادگار و نشانی، اور اپنے داماد اور شاگرد اور بھتیجے سے جب کہ وہ شیخ وقت اور غوث زمانہ بھی ہو ایک مربی عالم شیخ وقت کو کتنا سرور کتنی خوشی ہوگی اس کا اندازہ اس وقت لگانا مشکل ہے۔ اور ان بے پناہ شفقت و محبت کے ساتھ جو ضروری تھی شاگردی و دامادی و بھتیجے ہونے کے رشتوں کے باوجود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ برد اللہ مضجعہ کا معاملہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ایسا تھا جیسا بزرگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے صنوالاب، نائب الشیخ، مربی و استاد کی شفقتیں تو میرے حال پر جتنی بھی ہونی چاہئے تھیں ظاہر ہے، مگر ان شفقتوں کے ساتھ ساتھ ان کا طرز ایسا ہو گیا تھا جس نے مجھے بہت ہی شرمندہ کر رکھا تھا۔ (آپ بقی نمبر: ۳، رو: ۴، ص: ۱۵۴)

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے بعض مکاتیب

حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے نام ایک مکتوب گرامی ملاحظہ ہو۔

بخدمت شریف عزیز محترم گرامی قدر ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ، موجب مسرت و عزت ہوا۔ آنعزیز کی تشریف آوری کا بے حد اشتیاق ہے۔ اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ تو ماشاء اللہ حضرت گر ہیں۔ ورنہ مجھ نکلے اور ناکارہ کو کون پوچھتا اگر آپ کی توجہ اور کرم نہ ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سب سے پہلے آپ نے ہی الطاف و اکرام فرمایا پھر شیخ جی نے اظہار تعلق کیا۔ اور یہ سب آپ ہی حضرات کا طفیل ہے۔ آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوں گی۔ مگر اس امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی بھی اصلاح ہو جائے۔ فقط والسلام

بندہ محمد الیاس

(مہر ڈاک خانہ ۵، فروری ۱۹۳۱ء) (اکابر کے خطوط: ص ۶۲)

مکتوب نمبر: ۲

ایک دوسرا مکتوب عالی ملاحظہ ہو۔

عزیز محترم شیخ الحدیث زادت محاسنکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے عزیز اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار کے آپ کی

خدمت میں دعاء اور ہمت کا سائل ہو کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز اس میں شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے، اللہ جل شانہ نے یہ تبلیغ کی نہایت فائدہ بخش اور اصول اسلام کو حاوی، نہایت سہل اور نہایت عظیم صورت اس ناچیز کو عنایت فرمائی ہے۔ یہ ناچیز اس نعمت عظیمہ و جلیلہ کی قدر دانی اور شکر گزاری اور تواضع میں اپنے نفس کو بہت ہی کمزور پا کر اس نعمت کے کفران سے بہت خائف ہے نیز تمہاری اس ہمت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے، حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی۔ تو ان شاء اللہ یہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم کو سیراب کریں گیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دیں۔ میری اس میں دعا سے ضرور مدد کی جیو اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔

فقط والسلام: بندہ محمد الیاس

(مہر ڈاک خانہ ۹ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ) (حوالہ بالا)

مکتوب نمبر: ۳

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

مجھے آپ کے اور حضرت حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے۔ کیوں کہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی اہمیت آپ کی متابعت اور سراحیت استقلال ہر دل

تسلیم کئے ہوئے ہے باقی سب آپ کے قلوب کی کھپتلی ہیں۔

(حوالہ بالا ص ۵۷)

مکتوب نمبر: ۴

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا۔

میراجی یوں چاہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھ دیں۔ (حوالہ بالا ص ۵۴)

اسی مکتوب گرامی کے شروع میں یہ جملہ بھی ہے۔

آپ غور فرمائیں گے تو آپ نہایت تصدیق فرمائیں گے میں آپ کی دعوات اور توجہات کا سخت ترین محتاج ہوں۔ (حوالہ بالا)

مکتوب نمبر: ۵

ایک مکتوب گرامی۔

از بندہ حقیر و فقیر، ناکارہ دو جہاں محمد الیاس غفرلہ۔

الحمد لله بعزته و جلاله تتم الصالحات اللهم لك الحمد شكراً ولك المن فضلاً.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کتنی بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کا قرب

اور اس کی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آتا ہے۔ وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجب حرمان و خسران و بد نصیبی نہ ہو ان ہی میں چند امور جلسوں میں پیش آتے ہیں خصوصاً جو قریب ترین جلسوں اور اس کے دس میل کے قریب رام گڑھ میں جو پیش آئے ہیں وہ بھی انہی میں سے ہیں اور اسی میں جو موجودہ اہم قابل تحریر ہے وہ یہ ہے کہ اس جمعہ کو طرفین کے میو میں خاص تبلیغی غرض کے لئے پہاڑ گنج کی جماعتوں کی طرف سے انعقاد جلسہ قرار پا کر نہایت فضل عظیم یہ ہے کہ اس کی پہلی شب میں مولانا حسین احمد صاحب مبلغ، محرک، محرض قرار پائے ہیں۔ خدا جانے کیوں میرے دل پر ان کی اس مقصد کے لئے تشریف آوری پہلی مرتبہ اور انوکھی ہونے کی بناء پر اثر عظیم کر رہی ہے۔ اور اسی اثر کی بناء پر سائل و طالب عاجز ہو کر آپ کی بارگاہ کی طرف ملتجی ہوں کہ اس جلسہ کے مقررین و سامعین کے باستقلال و طمانینت تامہ اس پر جنے اور نہایت جنے اور چالو ہونے کے لئے بارگاہ ایزدی میں ملتجی و داعی بخشوع و خضوع بہت استقلال سے رہیں اور اس کے لئے پوری طرح صرف ہمت فرمادیں اور بھی جس کو مناسب سمجھیں اور موقعہ ہو تو اس کی کامیابی کی دعاء، صرف ہمت میں مشغول رکھیں۔ نیز ظاہری کوئی تدبیر اس کی تثبیت تنشیط کی ذہن میں آوے اس میں سعی کریں۔ گھر میں سب بچیوں

کو اور سب ملنے والوں کو واجب۔ (۲/ جمادی الاولیٰ: ۱۳۵۸ھ)
ایک گرامی نامہ میں یہ القاب درج ہیں۔
گرامی قدر، عزیز محترم، منبع الاخلاق و الشیم، معدن
جود و کرم مخزن فضل و علم مولانا الشیخ الحافظ الحاج شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
ایک مکتوب عالی کے شروع میں ہے۔

”ستارۃ نیر من عزیزى سلمکم اللہ“ (حوالہ بالا ص ۵۲)

اہم امور میں مشورہ

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ اپنے اکثر اہم امور میں
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ضرور مشورہ لیا کرتے حضرت اقدس شیخ الحدیث
نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

ان کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات آتی تو وہ
بلا تکلف فرما دیتے کہ شیخ کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اس وقت
تک فیصلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے
ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق میں سنتا تھا کہ وہ میرے مشورہ اور
منظوری پر ر کے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو چچا جان
نے فرمایا ہمارے دوستوں کا اصرار یہ ہے کہ تبلیغی جماعت جب
گشت کے واسطے جائے تو ایک مختصر سا جھنڈا ان کے پاس ہونا
چاہئے میں نے عرض کیا کہ بالکل نہیں۔ فرمایا کہ کیوں میں نے کہا

کہ آپ کی جماعتیں تو نماز کیلئے بلائے جاتی ہیں اور مسجد میں جمع کرتی ہیں اور نماز کے لئے جھنڈا نصاباً رد ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ جزاکم اللہ بس بھائی ملتوی۔ (آپ بیتی نمبر: ۴ ص ۸۷، ۸۹)

مشکوٰۃ وترندی شریف کی بسم اللہ

ایک دفعہ اتفاقاً حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ کو دہلی جاتے ہوئے تاخیر ہوئی تو حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہ نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ کی مشکوٰۃ شریف کا شروع حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کرانے کی وجہ سے کئی ماہ مؤخر فرمایا۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

چچا جان نور اللہ مرقدہ نے عزیزان مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب سلمہ کی مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ کئی ماہ تک مؤخر کی کہ مجھے اتفاقاً حاضری میں دیر ہوتی رہی اور پھر اپنی موجودگی میں میرے شدید انکار کے باوجود خود پاس بیٹھ کر مجھ سے کرائی اور ترندی شریف کی بسم اللہ قبل از وقت یہ کہہ کر اس سیہ کار سے کرائی کہ تمہارا دوبارہ آنے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

ترندی شریف کی بسم اللہ کراتے جاؤ۔ عزیزان کو صرف ابوداؤد پڑھنے کیلئے ایک سال کے لئے سہارنپور بھیجا جس میں انہوں نے ابوداؤد کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابیں بھی دوسرے اکابر حدیث سے پڑھیں یا سنیں۔

(آپ بیتی نمبر: ۵ ص ۱۱۹)

ایک مقولہ اور اس کی شرح

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

اس ناکارہ کے چچا جان قدس سرہ کا ایک مشہور مقولہ تھا جو بار بار فرمایا کرتے کہ میری تبلیغ کا جتنا یہ (زکریا) مخالف ہے اتنا بڑے سے بڑا مخالف بھی مخالف نہ ہوگا اور میری تبلیغ کی تقویت اور حمایت جتنی اس سے حاصل ہے اتنی میرے کسی موافق سے موافق اور معین و کارکن سے بھی حاصل نہیں ہے۔ اور دونوں ارشاد ان کے بالکل صحیح تھے۔ پہلے جملہ کی شرح تو یہ ہے کہ یہ ناکارہ سیہ کار، نابکار علمی زور پر اشکالات خوب کیا کرتا تھا، یہاں بھی ایک جملہ معترضہ آ گیا میرے مخلص دوست قاری مفتی سعید مرحوم نے ایک مرتبہ مجھ سے یوں فرمایا کہ حضرت دہلوی کی چیزوں پر جتنا تم اعتراض کرتے تھے مولوی یوسف مرحوم کی باتوں پر اتنا اعتراض نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ بالکل صحیح کہا۔ چچا جان کے سامنے تو میری حیثیت تو ایک شاگرد اور خورد کی تھی، میرے اعتراض سے نہ تو ان کی شان پر کوئی اثر پڑتا تھا اور نہ کام پر، عزیز یوسف کے ساتھ میرا معاملہ بڑائی کا ہے، مجمع میں اس پر اعتراض کرنے سے کام پر بھی اثر پڑے گا اور اس کے وقار پر بھی اس لئے مجھے جو کہنا ہوتا ہے تنہائی میں کہتا ہوں۔

چچا جان نور اللہ مرقدہ کے دوسرے جملہ کا مطلب یہ تھا جس کو انہوں نے بار بار مجمع میں بھی فرمایا کہ میری بہ نسبت میرے معاصرین خاص طور سے حضرت مدنی، حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہما وغیرہ جتنا اس سے دبتے ہیں مجھ سے نہیں دبتے یہ میرے لئے وقایہ ہے، اگر یہ نہ ہو تو وہ مجھے دبائیں۔ اور یہ بالکل صحیح فرمایا ان دونوں اکابر کے یہاں اس سیہ کار کی بہت شنوائی تھی۔

ایک خواب کی تعبیر

ایک دفعہ نظام الدین میں یہ ناکارہ اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے چچا جان قدس سرہ نے خواب دیکھا کہ سب سے آگے چچا جان چل رہے ہیں ان کے پیچھے میں چل رہا ہوں میرے پیچھے حضرت اقدس مرشدی و مولائی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ تعبیر دو۔ حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے عادت کے موافق فرمایا دیا کہ اس کی تعبیر تو حضرت شیخ دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلا جو تو صاف ہے کہ میں تو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر چلا نہیں جاتا۔ مگر دوسرا جو بالکل سمجھ میں نہ آیا۔ فرمانے لگے کہ بس یہ خواب تو بہت صاف اور واقعہ ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں۔ میری پشت پناہی صرف تم سے ہو رہی ہے اگر تم نہ ہو تو میرے معاصرین مجھ کو دبائیں گے۔ اور تمہاری پشت پناہی حضرت نور اللہ

مرقدہ سے ہو رہی ہے کہ حضرت کی وجہ سے یہ حضرات تم سے دب جاتے ہیں۔ اور یہ بالکل صحیح فرمایا۔ بیسیوں واقعات اس قسم کے پیش آئے جن کا لکھنا اب بے ادبی ہے۔
(آپ بقی نمبر: ۴ ص: ۱۶۵/۱۶۷)



شاہ عبد الرحیم! اس سے مراد حضرت مولانا الحاج الشاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز خلیفہ و مجاز قطب اقطاب محدث گنگوہی قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری جن کا تذکرہ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی قدس سرہ اس طرح فرماتے ہیں۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے
حضرت ممدوح اس صدی کی وہ مقتدر ہستی تھی جو گذشتہ
صدیوں کے بزرگان مشاہیر کا نمونہ بن کر دنیا میں آئی تھی۔ شان
تفویض کی مجسم تصویر، بحر توحید کی غواص، تسلیم و رضا میں غرق اور
توکل و اعتماد میں فنا، شریعت میں آپ عالم تبحر تھے۔ مگر طریقت کا
آپ پر غلبہ تھا کہ دیکھنے والا آپ کو مولوی و عالم نہ سمجھتا تھا، یکسوئی
اور وحدت نشینی آپ کی طبیعت ثانیہ تھی مگر حق تعالیٰ کو آپ کے نور فیضان
سے عالم کو منور کرنا تھا اس لئے جس گمنامی و پنہائی کے آپ متمنی و شیدا
تھے اس میں کامیاب نہ ہوئے مخلوق کو قدرتی طور پر آپ کی طرف
کشش ہوتی اور آپ جتنا دنیا سے بھاگتے، گھبراتے اور دامن
چھڑاتے تھے اسی قدر دنیا آپ کا تعاقب کرتی لپکتی اور دامن پکڑتی
تھی آپ کے حالات عجیبہ بیان کرنے سے زبان عاجز ہے،

محبوبیت آپ پر سایہ افکن تھی اور اس لئے مخلوق کو آپ کے وجود
باوجود سے ظاہری و باطنی ہر قسم کا ہر وقت نفع پہنچتا رہتا تھا۔ آپ کا
قیام قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور میں بستی سے باہر ایک باغ میں
تھا۔ جس کے نیچے نہر جاری تھی اور دنیا ہی میں حق تعالیٰ نے آپ کو
”جنت تجری من تحتھا الانہار“ کا مصداق بنا رکھا تھا۔
آپ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں تھے اور غلبہ
کتمان و اخلاص کی وجہ سے نقشبندیہ کا آپ پر غلبہ تھا۔ کہ باغ
کے پتہ پتہ اور نہر کے قطرہ قطرہ سے ذکر اللہ سنائی دیتا اور بے وبے
حس شخص بھی حاضر خدمت ہو کر اس اندرونی لذت کو محسوس کرتا
تھا۔ جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لمحہ گزرا کرتا تھا۔
نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برندا زرہ پنہاں بحر قافلہ را
نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں اس لئے کہ قافلہ کو پوشیدہ راستہ سے حرم میں
لے جاتے ہیں۔

قرآن و سنت سے عشق

آپ سنت نبویہ کے عاشق تھے اور تعلیم قرآن مجید سے بالخصوص مانوس کہ تمام
علوم دینیہ بلکہ دین کی اصل یہی ہے اور عام طور پر اس کی طرف توجہات کے قلیل
ہو جانے سے آپ کی توجہ اس کی طرف اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ جگہ جگہ مکاتیب قرآنیہ
جاری کرنے کے آپ حریص تھے۔ اور بچوں کو صحیح صاف، سادہ لہجہ میں قرآن مجید

پڑھتا ہوا دیکھ کر آپ بہت خوش ہوا کرتے تھے۔

مثالی مدرسہ قرآن

خود آپ کے باغ میں بھی ایک مدرسہ تھا جو توکل کا مجسمہ تھا کہ نہ کوئی جانداد اس کے لئے وقف تھی نہ کہیں سے چندہ مقرر تھا بلکہ حاضر ہونے والے مخلصین میں کوئی اہل مال یا خوش حال حاضر ہوتے تو ان کے سامنے مدرسہ کا تذکرہ کرنا بھی آپ کو گراں گذرتا تھا کہ یہ تذکرہ بھی ایک قسم کا سوال ہے اور مخلوق پر اپنی حاجت کا پیش کرنا یا اس میں کسی قسم کی ان سے مدد چاہنا آپ کی طبعی غیرت کو گوارہ نہ تھا۔ بایں ظاہری بے سروسامانی کے بستی کا یا باہر کا جو بچہ بھی پڑھنے کے خیال سے آتا وہ بشوق و رغبت لیا جاتا اور اس کو اپنا محسن سمجھ کر محبت و شفقت کیساتھ فوراً داخل کر لیا جاتا تھا۔ ماشاء اللہ اس مکتب میں ستر سے زائد طلبہ تھے جن کے کھانے اور کپڑے کی تمام ضروریات خزانہ غیب سے پوری ہوا کرتی تھیں۔ ان طلبہ میں اندھے اور معذور بھی ہوتے تھے۔ جن کی کفالت والدین اور کنبہ کو بھی بار معلوم ہوتی تھی۔ اور اس لئے وہ مدرسہ میں آجاتے تھے کہ یہاں ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والے ان کو ملتے تھے۔ نیز یہاں ایسے چھوٹے نوعمر بچے بھی تھے جن کو منہ دھونا بھی اچھی طرح نہیں آتا تھا ان کے ماں باپ ناداری کی وجہ سے ان کو مکتب میں پہنچا دیتے تھے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ مدرسہ میں پہنچ جانے کے بعد ان بچوں کا ایسا دل لگتا تھا کہ پھر نکالے بھی نہ نکلتے تھے ہر خور و سال اور ناپینا و معذور بچہ کسی سمجھ دار بڑے طالب علم کی نگرانی میں دے دیا جاتا تھا کہ وہی اس کی بول و براز و خورد و نوش کی تمام ضروریات کا کفیل بنتا۔ ہاتھ پکڑ کر جنگل لے جاتا واپس لا کر حمام و سقایہ بتاتا لوٹے میں پانی لیکر منہ دھوتا اور آہستہ آہستہ ہر

تھرائی و صفائی کی پیار کے ساتھ اس کو تعلیم دیتا رہتا تھا۔ تمام عموماً گاؤں کے باشندے ہوتے تھے جن کی گذران سادہ اور جفاکشی طبعی عادت تھی۔ اس لئے حضرت کو اس کا لحاظ بھی زیادہ تھا کہ طلبہ کا ہل نہ بنیں لہذا ان کی اور مدرسہ کی تمام ضروریات کا بار خود انہیں پر تھا کہ چند طلبہ کے متعلق روٹی پکانا اور وہ مدرسہ سے چھٹی ملتے ہی سارے مدرسہ کی روٹیاں پکایا کرتے اور چند طلبہ کے ذمہ پانی لانا تھا کہ وہ وقت آتے ہی گھرے لے کر نہر پر جاتے اور جس قدر پانی کی بھی مدرسہ کے تمام طلبہ کو ضرورت ہوتی وہ گھرے اور مٹکے لبریز کر دیا کرتے تھے مسجد کا سقایہ بھی وہی بھرتے اور جنگل سے خود لکڑی کاٹ کر یا چن کر بھی طلبہ ہی لاتے تھے آٹھویں دن اپنے اور اپنے ان نا سمجھ بچوں کے جوان کی تحویل میں ہوتے کپڑے دھوتے اور نہر پر جا کر خود نہاتے اور ان کو مل کر نہلایا کرتے تھے۔

غرض ضروریات بشریہ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو ان سے نہ لیا جاتا ہو۔ اور اس طرح پر نہ ان میں کاہلی آنے پاتی تھی اور نہ ان میں وہ مادہ پیدا ہوتا تھا جس کی وجہ سے آئندہ اپنی ضروریات پورا کرنے میں ان کو عار آوے یا کسی کام کو خلاف شان سمجھیں۔ خس پوش مکان جس کی دیواریں بھی پھونس اور بانس کی تھیں ان کا مدرسہ تھا اور جنگل کی زمین جو نہ کبھی میلی ہو کہ دھلنے کی ضرورت پڑے نہ پھٹے اور نہ پرانی ہو کہ بدلنے کی حاجت پیش آوے ان کا فرش تھا۔ جس پر دینی و دنیوی ضروریات سے فارغ ہو کر آرام سے لیٹتے اور ہنسی خوشی سو کر ہنستے خوش ہوتے اٹھ بیٹھا کرتے تھے۔

صبح صادق سے ڈھائی گھنٹہ قبل آ خر شب میں سب کو جگادیا جاتا اور وہی وقت ان بچوں کے اپنا سبق یاد کرنے کا ہوتا تھا کہ چار چار پانچ پانچ طلبہ دائرہ بنا کر ایک چراغ بیچ میں رکھ کر تھوڑے تھوڑے فصل پر بیٹھ جاتے اور دن میں پڑھا ہوا سبق یاد

کرتے تھے اس طرح بچپن ہی سے ان کو اخیر شب میں اٹھنے کی عادت ہو جاتی اور وہ برکات جو اس مبارک وقت میں قدرت نے رکھی ہیں باسانی ان کو حاصل ہو جاتی تھیں۔ نو وارد طلبہ شروع شروع میں کسمپاسے مگر ساٹھ ستہ طلبہ کا با واز بلند پڑھنا ان کو میٹھی نیند سونے نہ دیتا اور آخر چار دن کے بعد وہ خود اپنے زمرہ میں شامل ہو جاتے تھے کہ نہ نیند رہتی تھی نہ خمار، یہ سنسان گھڑیوں کے چند منٹ جس میں معدہ بھی صاف اور ہلکا ہوتا تھا اور یکسوئی بھی بدرجہ کمال تھی۔ وہ دن کے چند گھنٹوں سے بڑھ کر حفظ میں مدد دیتے اور صبح کو سبق ایسا فر فر سنا تے تھے کہ تمام دن رٹنے والا کبھی ایسا نہیں سنا سکتا۔

صبغۃ اللہی مکتب

مکتب کیا تھا نائب رسول جامع شریعت و طریقت شیخ کی خانقاہ تھی۔ جس میں کچی لکڑیوں کو بآسانی سیدھا کیا جاتا اور ان اخلاق حسنہ کو عادت و خو بنا کر دلوں میں رچایا جاتا تھا جو بڑے ہو کر برسوں کے مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتیں۔

ایثار و شفقت علی الخلق کا ان بچوں میں ایک خاص مضمون ہوتا تھا اور قناعت و صبر کا ایک مخصوص رنگ۔ ایک مرتبہ صبح سویرے بندہ خس پوش مسجد میں چلا گیا جو خس پوش مدرسہ کے متصل تھی تو میں نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی جس کی عمر سات آٹھ برس کی تھی سسکیاں لے رہا اور اس کا نگران طالب علم بڑے پیارے لہجہ میں اسی اپنی دیہاتی سادہ زبان میں اس سے پوچھ رہا تھا کیوں رو رہے ہو۔ کیا ماں یا دآ رہی ہے یا پیٹ میں درد ہے۔ میں تو تیرے پاس موجود ہوں اور تیری ہر خدمت کو حاضر ہوں کچھ تو بتا کیوں پریشان ہے تاکہ اس کا انتظام کروں۔ دیر ہو گئی کہ نہ بچہ کی سسکیاں تھمیں اور نہ طالب علم پوچھنے اور بہلانے پھسلانے سے اکتایا آخر جماعت کا وقت

آیا تو اس کو گود میں اٹھا کر باہر لایا اور خدا جانے کہ کیا تدبیر کی کہ اس کو منالیا اور وضو کرا کے اس کو سنتیں پڑھانے میں لگا دیا۔ سلام پھیر کر دیکھتا ہوں تو وہ پیچھے بچوں کی صف میں بیٹھا دعا مانگ رہا ہے۔

مسجد نبوی کا نقشہ

صرف یہی ایک جگہ تھی جہاں مسجد نبوی کا نقشہ نظر آتا تھا اور بارش میں ٹپک کر سجدہ گزار پیشانی کو تر زمین سے مانوس کیا کرتی تھی اور بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ جو لطف پھونس کے سایہ میں اس سترے ریتیلے فرش پر نماز پڑھنے میں نصیب ہوا وہ آج تک کبھی اور کہیں نصیب نہیں ہوا۔

العام خداوندی کا عجیب واقعہ

حضرت کو حق تعالیٰ نے توکل کی نعمت نصیب فرمائی تھی اور اس لئے مدرسہ کا یہ بڑا کارخانہ نہ کسی محصل کا حاجتمند تھا نہ سفیر و مبلغ کا بمقتضائے۔

”ہر کسے را بہر کارے ساختند“

آپ کا ایک رنگ خاص تھا جس میں آپ مستغرق تھے اور اس لئے بلا اسباب ظاہری آپ کے سارے کام منجانب اللہ انجام پایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ملا عبد العزیز صاحب نے جو کہ آپ کے قدیم مخلص خادم اور مدرسہ کے نگران اعظم تھے آکر اطلاع دی کہ آٹا بھی ختم ہو چکا اور لکڑیاں بھی تمام ہو گئیں کل کے لئے نہ جنس کا دانہ ہے نہ پاس کوئی پیسہ۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ

دیا مگر خود فرماتے تھے دل میں اپنے مالک سے یہ دعاء ہوئی کہ اے کریم آقا تیری مخلوق جو تیرے کلام کی تلاوت و تعلیم میں مشغول ہے۔ کیا فاقہ کرے گی اس کے بعد فوراً ہی یہ مضمون دل پر جما کہ تو جان، تیرا کام اگر فاقہ ہی کرانا منظور ہے تو صبر کی توفیق بخشے کہ یہ بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ رات ہوئی اور موجودہ غلہ پک پکا کر مکے خالی ہو گئے۔ مگر آپ کی طبیعت پر نہ ہر اس نہ پریشانی آئی نہ کسی سے قرض مانگنے کا وسوسہ ہوا۔

صبح نہ ہوئی تھی کہ طالب علم جو نہانے کیلئے ندی پر گئے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا حضرت جی ندی میں لکڑیاں بھی چلی آرہی ہیں۔ خوشی کے مارے چہرہ دمک اٹھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ کریم رازق نے تمہاری روزی کا سامان بھیجا ہے جاؤ جتنی سمیٹی جائیں۔ سمیٹ لاؤ چنانچہ سارے طالب علم دوڑ پڑے اور روک لگا کر لکڑیاں لادنا شروع کر دیں کہ دو گھنٹے میں اتنا اونچا ڈھیر لگ گیا کہ جس سے زیادہ کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ لکڑیوں کی آمد بھی بند ہو گئی اور اب آٹیکسی ضرورت رہ گئی۔ دو گھنٹہ بعد ڈاکیہ آیا اور ڈیڑھ سو روپیہ کا منی آرڈر پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ مدرسۃ القرآن کے لئے بھیجتا ہوں۔ اس کے خرچ میں لائیں۔ آپ فرماتے تھے کہ بھیجنے والے کا نام پوچھا تو ایسا شخص جس کو میں جانتا بھی نہ تھا میں نے بار بار کہا کہ کسی اور کا ہوگا۔ کیوں کہ بھیجنے والا میرے ذہن میں نہیں آیا مگر ڈاکیہ نے کہا کہ پتہ آپ کا، نام آپ کا مرسل کو آپ

پہچانیں یا نہ پہچانیں، مگر اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ آپ کا ہے۔ پس آپ نے وصول فرمالیا اور یہ کہہ کر ملا عبدالعزیز کے حوالے کیا لوملا جی اللہ نے اپنے مہمانوں کے آٹے لکڑی کا سامان کر دیا۔ روٹی کا وقت آ گیا ہے اس لئے جلدی سے آٹا منگا لو کہ لکڑی موجود ہے۔ موٹی موٹی روٹیاں پکا کر نمک سے سب کھالیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لکڑیاں پورے چھ مہینے کام آئیں اور روپیہ کا تو آج تک پتہ نہ چلا کہ کس نے بھیجا تھا۔ الحمد للہ اس کے بعد مدرسہ کو کبھی ایسی صورت پیش نہیں آئی اور نہ میں نے جانا کہ مولیٰ کریم کہاں سے بھیجتے ہیں۔ اور کس سے دلواتے ہیں۔

کار ساز ماب ساز کار ما
فکر مادر کار ما آزار ما

صبر و شکر، قناعت، اخلاص، علم و یقین، تفویض و توکل، رضا و تسلیم کی آپ مجسم تصویر تھے۔ ”ہر چہ از دست دوست می رسد نیکو است“ آپ کی خوشی، مرض اور تکلیف کا کسمان آپ میں اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اس کا ظاہر کرنا یا زبان سے نکالنا بھی آپ اپنے اللہ جل جلالہ کی شکایت کرنا سمجھتے اور مخلص سے مخلص حاضر باش کو بھی پتہ نہ چلتا تھا کہ آپ کو تکلیف ہے۔

صبر و تحمل

ایک بار حاضرین نے دیکھا کہ نماز کیلئے مسجد کو جاتے وقت آپ کے پاؤں میں کنگ ہوتی ہے اور پوچھا بھی کہ حضرت

کیا کچھ تکلیف ہے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں الحمد للہ ہر طرح راحت ہے کئی دن متواتر اس حال پر گذر گئے۔ آخر چھٹے ساتویں دن مسجد کو جاتے ہوئے پا جامہ پیپ اور خون سے بھر گیا اور اس وقت خدام کو پتہ چلا کہ دل تھا جو اندر ہی اندر پک رہا تھا۔ اور آپ زبان سے ذکر فرماتے تھے نہ چلنے میں اثر محسوس ہونے دیتے تھے کہ بزبان حال اظہار نہ ہو جائے۔

دل جوئی اور مدارات

اس کے ساتھ مخلوق کی دل جوئی و مدارات بھی آپ میں کوٹ کوٹ بھری گئی تھی کہ ہر شخص یوں سمجھتا تھا حضرت کو اس سے زیادہ محبت میرے ساتھ ہے۔ اس لئے دونوں کے جمع ہو جانے کے وقت آپ کو بڑی ضیق پیش آتی، کہ جب آپ کا مرض کھل جاتا تو خدام کا اصرار ہوتا تھا دوا استعمال کرنے کا اور آپ طبعی اقتضاء سے دوا کا استعمال مکروہ سمجھتے تھے کہ جس مالک نے مرض دیا ہے وہی معالج کافی ہے۔ اور ادھر خدام سے صاف انکار فرما کر ان کی دل شکنی نہ کر سکتے تھے اس لئے مفید و مضر ہر دوا یہ سمجھ کر کہ یہ بھی من جانب اللہ ہے آپ پیتے اور دوا کے موثر ہونے کا کسی درجہ میں بھی آپ کا واہمہ نہ ہوتا تھا۔

زہر دینے والے حکیم کی دلجوئی

ایک مرتبہ ایک نادان طبیب نے مخلصانہ خدمت کا حق ادا کرتے ہوئے آپ کو زہر دے دیا کہ فوراً آپ کو قے ہو گئی اور مرض ترقی کر گیا۔ ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی، حضرت سے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ

حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہو گیا۔ مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان و ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لائے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چار پائی پر بٹھاتے اور کسی کی بھی دوا کا استعمال ہو مگر حکیم صاحب سے مشورہ لیا کرتے اور اس کو مناسب مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے ورنہ ان سے ایسی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے معالجہ کے معتقد اور میری حذاقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں اور مخلص خدام سے ایک دفعہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ۔

حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ مگر جو کچھ کیا وہ محبت و شفقت ہی کی نیت سے کیا۔ ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا تو میرے دل پر ایک برجھی لگتی ہے۔ فاعل مختار بجز مولیٰ کریم کے کوئی نہیں، جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ و اوزار کو سرزنش کرے۔

سفر حج میں رفقاء کی دلداری

دلداری خلق کا رنگ آپ پر اتنا غالب تھا کہ پیاری سے پیاری چیز اس کے مقابلہ میں چھٹی تھی، آپ سفر حج کو چلے اواسی بیاسی نفر آپ کے ساتھ ہوئے جن میں مختلف طبقات اور مختلف خیالات کے لوگ تھے اتنا جم غفیر اور ان کی خبر گیری کوئی آسان نہ تھی خصوصاً جب کہ آپ کے ساتھ اہلیہ اور بہو اور صاحب زادہ عبدالرشید مرحوم بھی تھے۔ کہ اپنے ہی انتظامات کی سنبھال مشکل تھی۔ مگر اللہ رے ہمت، نہ بیوی بچہ کا فکر ہوا نہ اپنی جان کا رفقاء میں ہر شخص کی راحت کا خیال مقدم تھا بمبئی پہنچے تو جہاز

تیار مگر سب کے ٹکٹ ملیں تو آپ سوار ہوں اور وہاں دس بارہ سے زیادہ ٹکٹ ہی باقی تھیں آخر رفقاء کو آپ نے روانہ کیا اور خود دوسرے جہاز کے انتظار میں پندرہ دن پڑے رہے۔

بیٹا بیمار ہے مگر رفیقوں کا خاص خیال

مکہ مکرمہ پہنچ کر عبدالرشید مرحوم پچیس میں مبتلا اور اتنا بیمار ہوا کہ کروٹ لینا مشکل مگر آپ کو رفقاء کے ساتھ نہ اپنی تکلیف کا حس نہ بچہ کی تکلیف کا احساس جوں توں اونٹ پر لا کر حج ہوا اور اب مدینہ منورہ کے لئے قافلہ کی تیاری کا وقت آیا تو ہر شخص کا تقاضا کہ جلدی چلو ہمارے پاس خرچ کم رہا ہے، اور اس لئے مکہ میں ٹھہر نہیں سکتے، عبدالرشید کی یہ حالت کہ اونٹ پر لیٹنا بھی مشکل چہ جائے کہ بارہ دن مسلسل کا کٹھن سفر مگر آپ نے تیاری کردی اور مطوف کو سب کا کرایہ پہنچا دیا کہ اسی قافلہ میں ہمارے ساتھ چلنے کا انتظام کرو۔

اتفاق سے بندہ بھی اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ کے ساتھ بعد میں حاضر حرم ہو کر حضرت سے مل لیا تھا یہ حال دیکھ کر حضرت تشریف لائے اور بندہ ساتھ تھا۔ حضرت نے تیز لہجہ میں مولانا سے فرمایا کہ آپ مکہ میں ہیں جنگل میں نہیں۔ اس لئے اس حالت میں کہ عبدالرشید کسی طرح سفر کے قابل نہیں آپ کیوں عجلت کر رہے ہیں۔ مولانا (رائے پوری قدس سرہ) چونکہ حضرت (سہارنپوری قدس سرہ) کا بہت ہی زیادہ احترام فرماتے تھے کہ شاید کوئی مرید اپنے پیر کا بھی اتنا احترام نہ کر سکے اس لئے گھبرا گئے اور عرض کیا کہ حضرت کیا کروں رفقاء کو اپنی خاطر تکلیف میں نہیں ڈالا جاتا کہ ان کو عجلت ہے اور خرچ کم ہو چلا وہ میری وجہ سے رکے تو ان کا مکہ میں بادل نا خواستہ وحشت کے ساتھ قیام ان کے لئے موجب

دبا ل ہو جائے گا۔ حضرت نے کہ اپنے صاف گوئی کے دوسرے رنگ میں غرق تھے۔ بیساختہ فرمایا تمہیں ان کے روکنے کی ضرورت نہیں کہہ دو جس کا دل چاہے جائے اور میں اس وقت عبدالرشید کی شدت علالت کے سبب سفر نہیں کر سکتا۔ آخر رفقاء کی مراعات آپ پر ضروری ہے تو عبدالرشید کی مراعات ان سب سے زیادہ ضروری ہے کہ رفیق سفر بھی ہے اور بیٹا بھی ہے جس کے حقوق سب پر مقدم ہیں۔

مولانا گردن جھکا کر چپ ہو رہے اور جب حضرت چلنے لگے تو اشارہ سے مجھے (مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ) رک جانے کا امر فرمایا اور پھر تنہائی میں اپنی پریشانی وضیق ظاہر فرمائی کہ سمجھتا سب کچھ ہوں مگر یہ لوگ میری معیت کے لئے گھروں سے چلے ہیں اب کس منہ سے جواب دوں کہ تم جاؤ میں نہیں جاتا۔ ان کے دل کیا کہیں گے کہ عبدالرحیم کی معیت کے شوق میں حج کو گئے اور اس نے معیت چھوڑ کر ٹکاسا جواب دے دیا اب دوسری وضیق حضرت کی گرانی خاطر پیش آ گئی کہ حضرت کے خلاف مزاج سفر کس طرح کروں۔

رہا عبدالرشید کا قصہ سوموت ہے یا حیات امر مقدر ہے اور وقت مقرر ہے جتنے دنوں کی لے کر آیا ہے اس میں ایک لمحہ کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی سب گذر ہی جائے گی۔ اب معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں کسی طرح حضرت سے بخوشی اجازت دلا دے کہ میری تو حضرت کے سامنے عرض کی ہمت ہی نہیں۔

مجھے درحقیقت دونوں حضرات سے محبت و عقیدت تھی کہ حضرت اگر داہنی آنکھ تھے تو مولانا میری بائیں آنکھ تھے اور واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بھی اس ناکارہ کے ساتھ اسی نسبت کا تعلق شفقت و تربیت کا تھا اس لئے دونوں حضرات کے رنگ سے انس و مناسبت رکھتا اور ہر ایک کا زالا حظ لیا کرتا تھا۔ میں وہاں سے رخصت

ہو کر حضرت کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ سے زیادہ حضرت کو علم ہے کہ مولانا پر رفقاء کی مراعات و ولداری خلق کا اتنا غلبہ ہے کہ اس کے ترک پر قدرت نہیں رکھتے اور عبدالرشید کی تکلیف چونکہ بیٹا ہونے کی حیثیت سے خود حضرت کی تکلیف ہے اس لئے رفقاء کی اتنی دل جوئی پر کہ ساتھ بھی نہ چھوٹنے پائے اپنی ہر تکلیف کو برداشت کرنا حضرت کو سہل ہے مگر اس وقت حضرت کے ارشاد پر ایک بڑی ضیق مولانا کو یہ پیش آ گئی کہ نہ دل داری و معیت رفقاء چھوٹ سکے اور نہ حضرت کے خلاف حکم کچھ کر سکیں۔ عجیب پریشانی ہے کہ مجھے اندیشہ ہے حضرت اس کشاکشی میں خود علیل نہ ہو جائیں۔ حضرت کو مولانا سے خود محبت تھی یہ سن کر متاثر ہوئے اور فرمایا اچھا بھئی بنام خدا سفر کریں۔ خدا حافظ و ناصر ہے۔ میں اسی وقت واپس آیا اور عرض کیا کہ حضرت اپنا قصد پورا فرمادیں کہ حضرت کی طرف سے اجازت ہے چنانچہ آپ نے بمعیت رفقاء سفر کیا اور اسی حالت میں مدینہ منورہ سے یثرب ہو کر جہاز میں سوار ہوئے۔

لخت جگر عبدالرشید کا انتقال

حتیٰ کہ عدن کے قریب عبدالرشید مرحوم راہی عالم قدس ہوا اور آپ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بیٹے کی نعش کو سمندر کے حوالہ کر کے اسی سکون سے بیٹھے رہے جو آپ کے لئے گویا فطری تھا۔

عبدالرشید کے خسر حاجی عبدالعزیز بھی شریک حج تھے اور مرحوم کی خدمت و تیمارداری انہیں کے حوالہ تھی بندہ جب سفر سے واپس ہو کر رائے پور پہنچا تو کمال حسرت کے ساتھ فرمانے لگے کہ مرحوم کی آخری سانس سے لے کر اب تک اس ارمان میں ہوں کہ حضرت کی زبان سے عبدالرشید کا نام سنوں مگر حضرت سے کوئی

تذکرہ ہی ایسا نہ سنا جس میں مرحوم کا نام لیں۔ تیرے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا کہ مجھے حضرت سے مرحوم کا نام سنوادے میں نے کہا بہتر ہے کوشش کروں گا۔

چنانچہ حاضر ہوا اور سمجھتا تھا کہ حضرت کو درحقیقت میرے ساتھ بے حد محبت ہے، اس لئے سارے سفر کی باتیں کر کے میں نے عرض کیا کہ حضرت معلوم ہوا کہ عبدالرشید مرحوم جانبر نہ ہوا۔ اور عدن کے قریب رخصت ہوا۔ حضرت اس کو گھول گئے اور کچھ جواب نہ دیا پھر میں نے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت مجھے عبدالرشید جیسا بیٹا سمجھیں۔ بس اس پر جوش آ گیا اور بیساختہ فرمایا عبدالرشید جیسے پچاس ہوں تو تجھ پر قربان اور تیرے ساتھ محبت کا مقابلہ عبدالرشید کی محبت کیسے کر سکتی ہے۔

حضرت کی یہ شفقت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حاجی عبدالعزیز صاحب کارمان پورا ہو گیا کہ انہوں نے دو مرتبہ مرحوم کا نام حضرت کی زبان سے سن لیا (تذکرۃ التحلیل از: ص ۲۴۰ تا: ص ۲۴۶)

حق و باطل کی معرفت کا معیار

ایک دن آپ کی مجلس میں بدعت و سنت کے مسائل اختلافیہ کی بحث ہونے لگی۔ آپ دیر تک سنتے رہے اور آخر میں فرمایا کہ میرے نزدیک علاوہ دلائل علمیہ کے حق و باطل پہچاننے کا ایک معیار اور بھی ہے، وہ یہ کہ قدرت نے ہر چیز میں اس کے ہم

جنس کی طرف کشش کا مادہ رکھا ہے کہ ”کبوتر با کبوتر باز باز“ اور یہ قدرت کا عطیہ جس کو فطرت کہنا چاہئے، اجسام ہوں یا اعراض سب ہی میں جاری و ساری ہے۔ پس جس فعل کے متعلق یہ شبہ ہو کہ نہ معلوم حق ہے یا باطل اس میں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی طرف میلان کن قلوب کا ہوا اور کشش کس قسم کے لوگوں کی ہے۔ پس اگر دیکھو کہ بد دین فساق فجار کو ابتداءً اس کی طرف حرکت ہوئی اور وہی قلوب جوش خروش کیساتھ اس کی طرف لپکتے ہیں، تو سمجھ لو کہ اس فعل میں ضرور ظلمت ہے۔ اگرچہ ظاہر صورت نورانی اور دینی معلوم ہوتی ہو۔ کیوں کہ اس میں نور ہوتا تو ظلمانی قلوب کو جذب نہ کرتا۔ بلکہ وہ اس سے بھاگتے اور نورانی قلوب اولیاء و صلحاء کے اس کی جانب کھینچتے۔

اور اگر کسی فعل کو دیکھو کہ دیندار اہل اللہ اس کی طرف جاتے اور عوام و بازاری اس سے بھاگتے ہیں تو سمجھ لو کہ ضرور اس فعل میں نورانیت ہے کہ اہل نور کے قلوب کو اس کی طرف کشش ہوئی اور ظلمانی قلوب نے اس سے وحشت کھائی۔

پس عوام کا کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق یہ کہنا کہ ہم تو بے پڑھے ہیں اور دونوں طرف مولوی ہیں پھر ہم کیوں کر سمجھیں کہ کون حق پر ہے۔ خدا کے نزدیک معتبر اور عذر قبول نہ ہوگا۔ بالخصوص جب کہ وہ دونوں طرف علماء ہونے کے قائل ہو کر بھی ایک طرف بحس کے ہوئے ہیں جو دلیل ہے کہ ایک شق کو ان کے

نفوس نے ترجیح دے کر اختیار کیا اور اپنے اوپر سے الزام اتارنے کے لئے مولویوں میں فیصلہ نہ کر سکنے کا عذر تراشا ہے اس طرح پر غور کرنے سے ہر پڑھے سے بے پڑھا حق اور باطل سمجھ سکتا ہے کیوں کہ دیکھ رہا ہے کہ رسومات و بدعات رائجہ کی طرف یا تو وہ بازاری عوام جھکتے ہیں جن کو نماز، روزہ تک سے وحشت و بے تعلقی ہے۔ اور یا وہ پڑھے لکھے مائل ہوتے ہیں جن کی نورانیت قلوب کو حب مال و جاہ نے داب لیا ہے اور اگر کوئی مخلص دھوکہ کھا کر ادھر چلا بھی گیا تو خود اپنے قلب کو ٹٹول لے کہ وہ کشش نہ ہوگی جو درود و نماز، روزہ جیسی کھلی اور صاف عبادتوں کی طرف اس کو ہوتی ہے۔ اور اس لئے امید ہے کہ ان شاء اللہ کسی وقت اس کا قلب اسکی رہبری کرے گا۔ اور وہ متنبہ ہو کر نور سنت کی طرف ضرور آ جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا ”الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“ (یعنی انسان اپنی پسندیدہ چیزوں کے ساتھ ہوگا) میں بھی یہی راز ہے کہ محبت سے کشش ہوتی ہے اور کشش محبوب کو محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ کہ جس درجہ کشش ہوگی اسی درجہ کی معیت لامحالہ مرتب ہوگی۔

اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اس لئے یہ کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی محبت بڑی نعمت ہے کہ جو کچھ ملتا ہے اسی کی بدولت ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت اسی محبت پر نصیب ہوئی ورنہ آپ کا مجاہدہ عملی اس درجہ نہ

تھا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بڑھادے اور محبت و کشش کے یہ اثرات تھے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے میں کبھی غلطی ہوئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس غلطی میں شریک اور شامل رہی کہ یہ غلطی کا اشتراک دوسروں کی اصابت رائے سے بہتر اور عند اللہ زیادہ وقیع تھا۔ اسی محبت کاملہ نے حضرت صدیق کو خلافت بلا فصل کا اہل بنایا۔ جس کو حضرت نے بایں الفاظ ارشاد فرمایا ”يَا بَنِي اللَّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ“ کہ جس طرح ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے کسی دوسرے کی حاکمیت کی طرف میلان نہیں کر سکتے اسی طرح وفات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے محبت مجانس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی جانشینی کی طرف جھک ہی نہیں سکتے کہ حق دار کے حق کو قائم رکھنا ایک نور یہ ہے۔ اور نورانی ذات و نورانی قلوب کا نور کی طرف طبعی میلان ضروری اور فطری امر ہے۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۵۰ تا ص ۲۵۳)

تواضع و خدمت خلق

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب قدس سرہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ بندہ حاضر ہوا تو بعد مغرب دیکھا کہ مکان سے جو کہ بستی میں باغ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھا کھانا خود لئے آرہے ہیں۔ شرم کے مارے مجھے پسینہ آ گیا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت کیا کوئی خادم نہ تھا کہ حضرت نے تکلیف فرمائی۔

بسیا خستہ فرمایا دل یوں ہی چاہا کہ خود لے کر چلوں کہ اس سے زیادہ خوشی کا وقت کون سا ہوگا۔

ایک مرتبہ حاضر ہوا تو شب کو آنکھ کھلی دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت لاٹھی لئے باغ میں پھر رہے ہیں اٹھ کر بیٹھ گیا تو حضرت پاس آئے اور فرمایا جنگلی بھینسا کبھی کبھی باغ میں گھس آتا ہے۔ اس کی نگرانی کر رہا تھا کہ مہمانوں کی نیند خراب نہ کرے۔ آپ اطمینان سے سو جائیے صبح کو معلوم ہوا کہ حضرت کی تمام رات پہرہ داری میں ہی گزری۔

ایک مرتبہ مولوی وہاج الدین صاحب جو کہ حضرت گنگوہی سے بیعت تھے رائے پور آئے رات زیادہ جا چکی تھی اور سفر کا تکان بہت تھا ایک طرف لیٹ کر سو گئے ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو دیکھا ایک شخص پائنتی بیٹھا ہوا آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبا رہا ہے۔ مگر اس احتیاط سے کہ آنکھ نہ کھل جائے۔ اول تو یہ سمجھے کہ شاید حضرت نے کسی خادم کو بھیج دیا ہو۔ مگر پھر غور کی نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرت مولانا ہیں۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور کود کر چارپائی سے نیچے آئے کہ حضرت یہ کیا غضب کیا فرمایا بھائی اس میں حرج کیا ہے آپ کو تکان بہت ہو گیا ہوگا ذرا لیٹ جائیے کہ آرام مل جائے۔ انہوں نے کہا کہ بس حضرت معاف فرمائیے میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں دباؤں۔

تواضع اور مروت گر کوئی شخص مجسم ہو
تو وہ سرتا قدم عبد الرحیم باصفا ہوگا
(تذکرۃ الخلیل ص ۲۵۴)

احیاء سنت و نکاح بیوگاں

نکاح بیوگاں آپ کی قوم میں عیب سمجھا جاتا تھا اس کی اصلاح میں آپ نے بہت کچھ تکلیفیں سہیں اور مصائب برداشت کئے عملاً اس کی سنت ثابت کرنے کے لئے خود بھی بیوہ سے نکاح کیا اور اس نکاح پر جو کچھ طعن و تشنیع اور جان کے خطرات آپ کے رفع درجات کے لئے مقدر تھے وہ پیش آ کر رہے۔ جن کو آپ نے شیر و شکر سمجھ کر پیا اور مزہ لیا۔

آپ کے جوان صاحبزادہ عبدالرشید مرحوم کا انتقال ہوا تو صبر و رضا کی آپ مجسم تصویر تھے کہ مرحوم کے خسر کو داماد کا نام باپ کی زبان سے سننے کی تمنا تھی۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا آپ کو اس کی وفات کا صدمہ ہی نہیں ہوا۔ مگر میں نے جہاں تک غور کیا حزن تو غیر اختیاری اور لازمہ بشریت ہے۔ انسان کو دو دن کے پالے ہوئے بکری کے بچہ سے بھی تعلق ہوتا ہے اور اس کے مرنے پر دل دکھتا ہے پھر بیٹا تو بیٹا ہی ہے جس کو ثمرۃ الفواد اور کلیجہ کا ٹکڑا کہا جاتا ہے۔ اس کا نو جوانی میں مرنا حزن سے کیسے خالی رہ سکتا ہے۔ لیکن اس موت کے حزن بشری و طبعی کے ساتھ ایک روحانی مسرت بھی آپ کو حاصل تھی جو طبیعت ثانیہ نہیں بلکہ طبیعت اصلیہ بن گئی تھی کہ آپ کو بیوہ بہو کے نکاح ثانی کا موقع ملا۔ اور مردہ سنت کو زندہ

کرنے کی ایک قدرت حاصل ہوئی۔

چنانچہ آپ مرحوم بیٹے کی بیوہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو تسلی دی۔ پابندی رسومات کی مذمت اور اس پر وعید اور احیاء سنت پر بشارت اور اجر و ثواب کو بیان فرما کر نکاح ثانی پر رضا مند فرمایا۔

اس کے بعد آپ نے شوہر کی تجویز میں خیال دوڑایا اور آخر ایک دن مرحوم کے خسر حاجی عبدالعزیز خاں کو جو کہ حضرت سے بیعت بھی تھے بلا کر تنہائی میں اپنا منہائے مراد ظاہر فرمایا۔ حاجی صاحب کو عبدالرشید مرحوم کی یاد تازہ ہوئی تو رونے لگے دیکھتے تھے کہ میں خسر ہوں اور حضرت اس مرحوم کے باپ ہیں۔ آنسو نکلے تھے کہ حضرت نے فرمایا۔ حاجی عبدالعزیز خاں یہ رونے کا مقام ہے یا ہنسنے کا آج خدا نے وہ دن نصیب فرمایا کہ اس کے محبوب پیغمبر کی سنت ہم ناکارہ گنہگاروں کے ہاتھوں زندہ ہو یہ سخی کی نچھاوڑ کا وقت ہے کہ اتفاق سے میسر آ گیا پس لوٹ لو جتنا لوٹا جائے۔ نہ ہوتا عبدالرشید پیدا یا نکاح سے قبل ہی مرجاتا یا بیوہ چھوڑ کر نہ جاتا تو ہم کیا کرتے اور کیوں کر یہ نعمت پاتے۔ اب تک جو کچھ ہوا محض عطاء رب تھی جس میں ہمارے کسی فعل کو دخل نہ تھا اب ان عطاؤں کے شکر یہ کا وقت آیا اور ہمارے کسب اور عمل کا دخل ہو تو ہم سے زیادہ بد نصیب کوئی نہ ہو اگر اس کی قدر نہ کریں۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں اور وقت نکلنے کے پیچھے بجز افسوس و حسرت کچھ

نہیں ہو سکتا۔ خدا اس کا محتاج نہیں کہ تم سے اپنی مردہ سنت کو زندہ کرائے مگر تمہارے لئے فخر کا موقع ہے کہ تم کو سوشہیدوں کا اجر دینے کے لئے انتخاب فرمائے۔

پھر میرے حقوق تعلقات ادا کرنے کا دن بھی یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں یہ نکاح ضابطہ پُری کا اور اوپری دل سے نہ ہو بلکہ امنگ اور چونپ سے ہو کہ حقیقت میں مسلمان کے خوش ہونے کے قابل یہی نکاح ہے چونکہ مجھے تم سے توقع ہے کہ اس وقت دین کی خاطر میرے قوت بازو ہوں گے۔ اور کر دکھاؤ گے جو مسلمان کو ایسے موقع پر کرنا چاہئے۔ لہذا مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اتنا کہتا ہوں کہ فلاں جگہ میں نے تجویز کی ہے اور زندگی کا اعتبار نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد اس خوشی کو آنکھوں سے دیکھوں۔ چنانچہ اس پر عمل ہوا اور وہ عمل ہوا کہ عمل کرنے والے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر کارنامہ آب زر سے لکھا ہوا ہر دل پر ثبت ہے۔

بہو کو آپ نے باپ کے گھر پہنچایا کہ اعلان عام اسی میں تھا۔ اور نکاح اول کا اس کو نمونہ بنانا تھا باوجودیکہ عبدالرشید کے نکاح میں آپ تشریف نہیں لے گئے بلکہ دولہا چند احباب کے ساتھ بھیج دیا تھا کہ اسی وقت اتباع شریعت اسی کو مقتضی تھا مگر اس نکاح ثانی میں آپ نے شرکت کا وعدہ فرمایا اور حالانکہ علیل و کمزور تھے مگر خاص اہتمام کے ساتھ وقت سے پہلے پہنچے۔

نکاح کا وقت آیا تو عبدالعزیز خاں کو بلایا اور چپکے سے

فرمایا دل یوں چاہتا ہے کہ بستی اور نواح کی ساری قوم کو دعوت دی جائے اگر مالی وسعت ہو تو اس خرچ کو جنت کی قیمت سمجھو کہ پھر وقت نہ ملے گا۔ عبدالعزیز خاں حیران تھے کہ پہلا نکاح تو اتنا سادہ کہ نہ خود تشریف لائے اور نہ کسی کی دعوت پسند فرمائی اور اب خلاف عادت خود مشورہ دے رہے ہیں اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرض لے کر ہی اس ضیافت عامہ پر تیار ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت کی جوتیوں کے طفیل سب کچھ دے رکھا ہے، جسے جسے ارشاد ہو دعوت دے دوں۔ یہ سن کر آپ کے چہرہ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا کہ آس پاس سب ہی کو بلاؤ اور ہمت ہو تو کھانا بھی میٹھا نمکین دونوں قسم کا پکواؤ اور دل کھول کر کھلاؤ کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ اجر و ثواب کی بکھیر لوٹنے کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ اسلئے ہمت نہ ہارو اور جتنا اعلان ہو سکے خوب کرو۔

چنانچہ سب کچھ ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ شادی میں نہ خرچ کرنا منع ہے نہ بخل و تنگی واجب یہ امور دل کی خوشی کے تابع ہیں کہ دنیا داروں کے نزدیک پہلا نکاح حوصلہ و خوشی کی دکھانے کا وقت بنتا ہے مگر دین داروں کے نزدیک جس نکاح میں اللہ کا بول بالا اور رسول کی مردہ سنت زندہ ہوتی ہو اس کی خوشی کے برابر معمولی ورسی ہزار نکاح بھی نہیں ہو سکتے کہ رسی نکاح محض رفع ضرورت ہے۔ جیسا بھی سادہ ہو جائے بہتر ہے مگر جس خرچ میں دینی مصلحت ہو

کہ جب خدا و رسول اس کے محرک ہیں۔ وہ سب صدقات کے حکم میں ہیں اور اس کا پیسہ پیسہ، ستر ستر ہزار بن کر قیامت میں ملے گا۔ غرض آپ کا حال کچھ عجیب حال تھا کہ دنیا جسے غم کہتی ہے وہ آپ کے لئے عین خوشی تھی اور دنیا کے نزدیک جس کا نام خوشی ہے وہ آپ کے نزدیک حزن و غم۔

معمرہ حال میرا مثل ابر و برق و باراں تھا
میں رونے میں بھی خنداں تھا میں ہنسنے میں بھی گریاں تھا
(تذکرہ الخلیل ص ۲۵۷ تا ص ۲۶۲ مختصراً)

آپ پر محبوبیت غالب تھی ہر کہ و مہ آپ کی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کی مجلس انوار و برکات کی مخزن تھی۔ آپ کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا۔ آپ نے چاہ کنگاں میں چھپنے کی لاکھ کوش کی مگر قدرت نے آپ کو بازار مصر میں نکال کر آخر منصہ ظہور اور تخت عروج و شہرت پر لا بٹھایا اور آپ دانہ تخم کی طرح لاکھ مٹے مگر کشت زار ہو کر مخلوق کو شکم سیر بنانے کیلئے باہر نمودار ہوئے بغیر نہ رہے آپ دنیا کے لئے رحمت الہیہ تھے کہ اجابت آپ کی دعاؤں کا استقبال کرتی اور آب منصب ارشاد و ہدایت کے تاجدار تھے کہ درخت کا پتہ پتہ اور نہر کا قطرہ قطرہ حاضرین کو ذکر اللہ کا سبق پڑھایا کرتا تھا آپ کی عمر اپنے مولیٰ کی یاد میں ختم ہوئی کہ تین برس کی عمر سے آپ کے قلب میں قطب وقت مولانا گنگوہی (قدس سرہ) کی محبت کا تخم جما اور آخر اسی میں تمام ہو گئے کہ ہڈیوں کا گودا بھی جل جل کر خشک ہو گیا۔

وہ راز ہوں جو عیاں ہو کے بھی عیاں نہ ہوا
وہ نکتہ ہوں جو بیاں ہو کے بھی بیاں نہ ہوا
رواں رواں مرا کیا عشق میں زباں نہ ہوا
بیاں نہ ہونا تھا یہ حال دل بیاں نہ ہوا
ایک مخلص طبیب نے آپ کے آخری مرض میں نبض دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت آپ کو تو بہت پرانی تپ معلوم ہوتی ہے اور ایسی ہے جیسے کسی غلبہ حزن و غم میں حادث ہوتی ہے اور اندر ہی اندر گھلاتی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ اور شیخ الہندؒ سے محبت

برسہا برس گذر جانے پر اس وقت آپ کو جوش آیا اور فرمایا۔

ہاں حکیم صاحب سچ فرمایا مجھے تپ شروع اس دن ہوئی
جس دن حضرت گنگوہی نے دنیا کو الوداع کہا اور اس کا بدن پر ظہور
اس دن ہوا جس دن خبر سنی کہ مولانا محمود حسن صاحب مالٹا میں قید
ہو گئے آج مولانا رہا ہو کر تشریف لے آویں تو کچھ نہ سہی ایک دفعہ
تو جھرجھر لے کر اٹھ ہی کھڑا ہوں گا۔

اتنا فرما کر چپ ہو گئے اور آخر اسیر مالٹا کے ہندوستان آنے سے قبل ہی دنیا سے سدھار گئے۔

مراد دل دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

۱۔ میرے دل میں ایسا درد ہے کہ اگر بیان کروں تو زبان جل جائے۔ اور اگر خاموش رہوں تو اندیشہ ہے کہ ہڈیوں کا مغز جل جائے۔

”عند الموت شوق لقاء رب“ والی حدیث پر اشکال مع جواب

ایک مرتبہ بندہ (یعنی مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی قدس سرہ) اور مولوی محمد تکی مرحوم حاضر ہوئے دونوں سے حضرت کو کمال بے تکلفی تھی اس لئے جب سب اٹھ گئے تو فرمایا مجھے ایک پریشانی ہے جس میں گھلا جاتا ہوں۔ وہ یہ کہ حدیث میں آتا ہے بندہ مؤمن کو لقاء رب کی تمنا ہوتی ہے اور میں اپنے اندر اس مضمون کو نہیں پایا۔ مولوی محمد تکی صاحب نے کہا حضرت یہ تمنا و شوق تو عند الموت ہوتا ہے اور آپ ابھی مرنے والے نہیں۔ آپ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ مرنے کو تو پڑا ہی ہوں۔ اسی لئے فکر ہے کہ شوق لقاء کیوں نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا پھر حضرت ہمارے لئے تو مبارک ہے کہ ابھی حق تعالیٰ نے اس وقت کو مؤخر فرما دیا کہ وہ وقت ہوتا تو شوق لقاء بھی غالب آتا چنانچہ آپ تندرست ہو گئے اور زندہ رہے حتیٰ کہ مولوی محمد تکی صاحب نے بھی دفعۃً انتقال فرمایا اور تیسرا روح فرسا صدمہ آپ کو پہنچا جس کو آپ نے سابق صدمات کے پہلوں میں رکھ لیا آخر جب وہ وقت آیا جس کے آپ منتظر تھے تو باوجودیکہ کروٹ لینا دشوار تھا اور نماز کیلئے بھی دو آدمی سہارا دے کر اٹھاتے اور پلنگ سے اتار کر مصلے پر بٹھا دیا کرتے تھے مگر آپ پر آستانہ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حاضری کا غلبہ ہوا اور آپ نے سفر حج کا پختہ قصد فرمالیا۔

حج و زیارت کا شوق

حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑے اہتمام سے مجمع کو اٹھا کر تنہائی حاصل کی اور مجسم شوق بن کر فرمایا میں تو تیرا انتظار ہی دیکھ رہا تھا کہ دل کی بات کہوں۔ وہ یہ ہے کہ امسال حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور تمنا ہے کہ زندہ رہوں تو پہلے جہاز پر سوار ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آفریں ہے حضرت کی ہمت پر کہ کروٹ تولی نہیں جاتی اور قصد ہے اس کٹھن سفر کا جس میں مستعد جوان بھی چور چور ہو جاتے ہیں۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا حضرت بوڑھے جوان سب ہی اس راستے میں چلتے ہیں بس مجھے تو کوئی پکڑ کر ریل میں ڈال دے تو پڑا پڑا ان شاء اللہ چلا ہی جاؤں گا۔

میں نے دیکھا کہ یہ غلبہ شوق دہنے والا نہیں تو موافقت کا پہلو لے لیا اور عرض کیا ہاں حضرت ہمت کا حمایتی خدا ہے۔ جب حضرت نے قصد فرمالیا تو ان شاء اللہ پہنچنا دشوار نہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے طلب اجازت

فرمایا الحمد للہ، الحمد للہ تو نے تو موافقت کر لی اب خاص درخواست ہے۔ وہ یہ کہ بس حضرت سہارنپوری کا میرے بزرگوں میں ایک دم باقی ہے جن کے حکم کے سامنے کوئی چوں و چرا کی ہمت

نہیں اس کا سہم چڑھا ہوا ہے کہ حضرت نے اجازت نہ دی اور منع فرمادیا تو پھر کیا کروں گا۔ بس یہ خدمت تیرے سپرد ہے کہ حضرت سے بخوشی اجازت دلوا دے۔ میں چونکہ سمجھ رہا تھا کہ یہ تو سرکار کے بلاوے کی علامت ہے کہ حاضری آستانہ کا شوق بیتاب بنا رہا ہے ورنہ موسم حج میں ابھی اتنا وقت ہے کہ اس وقت تک حضرت حیات ہی رہیں تو زہد نصیب، پھر آپ کے دل کو پڑ مردہ کیوں کروں اس لئے میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت ان شاء اللہ ضرور کوشش کروں گا اور امید قوی ہے ان شاء اللہ حضرت انکار نہ فرمائیں گے بلکہ کیا عجب ہے حضرت بھی قصد فرمائیں اور پھر بندہ بھی ہمرکاب ہو۔ اتنا سن کر فرحت و سرور سے حضرت کا چہرہ چمکنے لگا اور الحمد للہ، الحمد للہ اب اطمینان ہو گیا۔ فرماتے ہوئے از خود اٹھ بیٹھے اور تکیہ سے سہارا لگائے دیر تک اسی کی باتیں کرتے اور مزہ لیتے رہے۔

وصیت و ہبہ کا اہتمام

آپ نے وفات سے قبل اپنا تمامی سامان حتی کہ بدن کے کپڑے تک وصیت و ہبہ کے ذریعہ دوسروں کی ملک بنا دیئے تھے مگر تیرہ سو روپیہ نقد زاد راہ بنا کر مولانا عبدالقادر صاحب دس سرہ کے حوالہ کر دیا تھا کہ اس کو محفوظ رکھو یہ میرے اور تمہارے سفر حج کا خرچ ہے آخر جوں جوں کا موسم قریب آتا گیا آپ کا مرض وضعف بڑھتا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا۔ حتی کہ آپ نے سمجھ لیا کہ اب گنجائش نہ رہی اور تیرہ سو روپیہ ترکہ بنا چاہتا ہے تب آپ

نے مولانا کو بلا کر وہ روپیہ بھی تقسیم کرادیا کیوں کہ آپ مولیٰ کریم سے ایسی حالت میں ملنے کی متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی حبہ اور پارچہ بھی آپ کی ملک میں نہ ہو۔ بیت کے دھیان سے ہٹ کر اب آپ رب البیت کے خالص تصور میں غرق ہو گئے اور آخر چند روز بعد وہ مبارک وقت آیا جس کے شوق میں آپ کا رُواں رُواں پکارتا تھا۔

خرم آن روز کزیں از منزل دیراں بروم
راحت جان طلسم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر این روزے
تا در میکده شاداں و غزل خواں بروم

حضرت سہارنپوری کا خواب

آپ کے مرض کو چونکہ امتداد زیادہ ہو گیا تھا اس لئے زائرین آتے اور چلے جاتے تھے۔ کس کو خیال تھا کہ فلاں وقت رخصت کا ہے اور ٹھہرنا چاہئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ نے خواب دیکھا کہ۔

آفتاب غروب ہو گیا اور دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ حسب معمول تہجد کے وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہو کر متفکر بیٹھ گئے۔ اہلیہ نے پوچھا آج عادت کے موافق نفلوں کے بعد لیٹے کیوں نہیں اور طبیعت کچھ فکر مند معلوم ہوتی ہے، کیا بات ہے آپ نے خواب کا اظہار کیا اور محزون لہجہ میں فرمایا۔ اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب مالٹا میں محبوس ہیں دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرحیم کی حالت نازک نہ ہو۔

غرض صبح کو حضرت پیلون روانہ ہو گئے جہاں تبدیل آب و ہوا کے لئے حضرت کا قیام تھا۔ بعد مغرب حضرت نے فرمایا آج عشاء کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجو۔ چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام کی خواہش ہوگی نماز اول وقت پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے حضرت دوسرے کمرے میں جالیٹے کہ دفعۃً آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت اپنے کمرہ سے لپک کر پاس آئے۔ مولانا نے حضرت کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینہ پر رکھ لیا۔

انتقال

حضرت نے پڑھنا شروع کیا اور رائے پور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے ۱۱ بج کر ۱۹ منٹ پر غروب ہو گیا۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ صبح کو جنازہ رائے پور کی طرف چلا اور خدام کا مجمع بحسرت و اندوہ یہ کہتا ہوا پیچھے پیچھے ہولیا۔

اے تماشا گاہ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

آخر اس باغ میں جہاں آپ کی حیات شریفہ کا آخری حصہ گذرا تھا۔ مسجد کی جنوبی سمت آپ کا وہ جسد اطہر جو رضا و تسلیم کے جھولے میں مدتوں چڑھا اور اتر اٹھا ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء یوم سہ شنبہ کو سپردِ زمیں کر دیا گیا مگر تنہا نہیں بلکہ ہزاروں یادگاریں چھوڑ کر اور ہزاروں کی حسرتوں اور تمناؤں کو ساتھ لے کر۔

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نعش حاتم کو

ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں

حضرت گنگوہیؒ کے متوسلین سے محبت

حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کو اپنے شیخ و مرشد قطب الاقطاب محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے جو تعلق عشق کے درجہ میں تھا جس کا کچھ حال اوپر معلوم ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ کے عام متوسلین سے بڑی شفقت و محبت فرماتے۔ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

آپ کو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متوسلین سے خاص

محبت تھی کہ وہ شیخ کے یتیم بچے تھے اور شیخ کی یاد تازہ کیا کرتے تھے

ان میں سے کوئی بھی آتا تو گویا آپ کے یہاں عید آ جاتی اور اگر

کوئی خاص تعلق والا آتا تو آپ کی مسرت کا ٹھکانا نہیں رہتا تھا۔

اس کی خدمت و دلداری کو تمامی نوافل و اذکار پر ترجیح دیتے اور

اکابر میں سے کوئی بزرگ تشریف لاتے تب تو کچھ پوچھنا ہی نہیں

کہ آپ کتنا اہتمام فرماتے اور آپ کا رواں رواں مسرور ہو کر یوں

پکارا کرتا تھا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(تذکرۃ الخلیل ص ۲۵۷)

حضرت مولانا محمد تکی صاحب سے تعلق

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کو حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ (جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بڑی یادگار اور محبوب و مخلص خادم و کاتب خاص تھے) سے کیا کچھ تعلق ہوگا اور ان کی آمد سے کتنی مسرت اور خوشی ہوتی ہوگی۔ اسی لئے حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کے بلانے کا حضرت کو بڑا اصرار رہتا تھا اور قلبی خواہش ہوتی تھی کہ طویل قیام فرمائیں۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کو میرے والد صاحب کے بلانے کا اتنا ہی اشتیاق و اصرار رہتا تھا جس کا نمونہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس سیہ کار کے بلانے پر اصرار کے دیکھنے والے ابھی بہت ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا اصرار اور خواہش یہ رہتی تھی کہ میرے والد صاحب کثرت سے بار بار رائے پور جاویں اور خوب ٹھہریں۔ اسی کا اتباع حضرت رائے پوری ثانی نے اس سیہ کار کے ساتھ کر کے دکھلادیا۔ بلکہ اس سے زیادہ کر دکھایا اعلیٰ حضرت رائے پوری کا ایک خط میرے والد صاحب کے نام دوستوں کے اصرار پر اس سلسلہ کا نقل کر رہا ہوں۔

مکتوب گرامی حضرت رائے پوری

المحمد وم المکرم حضرت مولانا محمد تکی صاحب مد فیوضہم۔ از احقر عبدالرحیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ملنے کی غرض سے بہت آنے کو بہت جی چاہتا رہا۔ مگر اول تو سواری اختیاری نہیں ہے۔ دوم یہ کہ شاہ صاحب کو احقر کے جانے پر اوپر کا کمرہ خالی کرنا پڑتا ہے کہ جس میں وہ خود تشریف رکھتے ہیں۔ بیٹ آپ کا تشریف لانا طمانیت کا ہو تو مطلع فرماویں تاکہ بیٹ حاضر ہونے کا قصد کروں ایسا تو ہونہیں کہ آپ جمعرات کو تشریف لاویں اور جمعہ کو واپس ہونے لگیں۔ اس صورت میں تو مجھے آنے جانے کی ہی تکلیف ہوگی۔ طمانیت سے ٹھہرنا ہو تو تشریف لاویں۔

راقم عبدالرحیم از رائے پور۔

۵ رذی قعدہ ۱۳۳۲ھ (آپ بقی نمبر: ۴ ص: ۵۰)

سفر حج میں ساتھ لے جانے پر اصرار

حضرت شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو میرے والد صاحب سے بہت ہی محبت اور تعلق تھا ۲۸ھ کے سفر حج میں بہت ہی خواہش اور تمنا رہی کہ والد صاحب کو حج میں ساتھ لے کر جائیں۔ اور والد صاحب بھی تیار تھے۔ ٹیکہ وغیرہ لگوائے تھے عین وقت پر کچھ ایسی مجبوریاں

پیش آئیں کہ والد صاحب کو سفر ملتوی کرنا پڑا۔ (حوالہ بالا)

پنجاب کے سفر کا واقعہ

پنجاب کے سفر میں حضرت رائے پوری کا حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کو ساتھ لے جانے کی خواہش و اصرار کے متعلق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے میرے والد صاحب سے فرمایا کہ یوں جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ پنجاب کا سفر تو حضرت بھی فرمائیں۔ بہت سے مشتاق ایسے ہیں جو نہیں آسکتے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ جناب کی زیارت کے بھی مشتاق ہیں۔ میرے والد صاحب نے تین شرطوں کے ساتھ قبول فرمایا۔ پہلی شرط یہ تھی اس سفر میں جو نقد ہدایا آئیں وہ تو میرے والد صاحب کے، کھانے پینے اور کپڑے کی قسم کی جو اشیاء ہوں وہ حضرت کی۔ دوسرے یہ کہ ہر جگہ کھانے اور آرام کرنے میں میرے والد صاحب آزاد ہوں گے۔ حضرت کے پابند نہ ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ میں واپسی میں ہمرکابی کا پابند نہیں ہوں۔ جہاں سے میرا جی چاہے گا واپس آ جاؤں گا۔ حضرت قدس سرہ نے تینوں شرطیں منظور فرمائیں یہ ناکارہ بھی ہمرکاب تھا۔ پہلی منزل یہاں سے انبالہ ہوئی۔ حافظ محمد صدیق کے مکان پر قیام ہوا اس کے بعد خانپور ولدھیانہ۔ جگراؤں، رائے پور، گوجران تک یہ سفر ہوا۔ ہر

جگہ جہاں جانا ہوتا سب سے پہلے اعلیٰ حضرت فرماتے کہ صاحبزادے صاحب اور حضرت کا بستر الگ کر دو۔ پہلے چار پائی اور بستر وغیرہ بچھوا کر میرے والد صاحب کو وہاں لٹوا دیتے یہ ناکارہ شوق میں حضرت کے ساتھ رہتا۔ آگے اس واقعہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔

(حوالہ بالا: ص ۵۱)

حضرت مولانا محمد تکی صاحب کی رائے پور کثرت سے آمد و رفت اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے زمانہ علالت (جو بڑا طویل تقریباً سات آٹھ سال رہا) میں حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کے کثرت سے رائے پور جانے کے متعلق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اس زمانہ میں والد صاحب کی بہت کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اشتیاق اور تقاضہ رہتا تھا۔ (حوالہ بالا: ص ۵۵)

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب کے سفر کی وجہ سے دورہ کے اہم اسباق کا حرج ہوتا تھا۔ اس لئے کثرت سے ایسا ہوتا تھا کہ جمعرات کی شام کو جا کر شنبہ کو علی الصبح واپسی ہوتی تھی۔ موٹریں بھی اس زمانہ میں نہیں تھیں شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم بہتر سے بہتر گھوڑا انتخاب کر کے رکھتے۔ اور اس کو دو گنی اجرت دیتے اس

زمانہ میں ایک یا ڈیڑھ روپے میں عموماً بیٹ سے سہارنپور تانگہ آیا کرتا تھا۔ لیکن شاہ صاحب مرحوم اپنی انتہائی کفایت شعاری اور حسن انتظام کے باوجود اس کو تین روپے دیا کرتے تھے۔ اگر وہ بیٹ سے سہارنپور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں پہنچا دیتا تو میرے والد صاحب اس کو مزید انعام دیا کرتے تھے۔ (حوالہ بالا ص: ۵۶)

مسجد باغ کے افتتاح کے لئے دعوت

جب باغ کی مسجد تعمیر ہوئی تو اس کے افتتاح کے لئے اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے میرے والد صاحب کو بلایا اور بہت تاکید کی خط ایک ڈاک میں ایک دستی روانہ فرمائے جس میں بہت تاکید سے مسجد کے افتتاح کے لئے بلایا گیا تھا اور لکھا تھا کہ ضرور آنا ہوگا۔ کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ میرے والد صاحب اس کی تعمیل میں تشریف لے گئے۔ یہ ناکارہ بھی ساتھ تھا بیٹ تک تو تانگہ تھا۔ اور اس کے بعد پاؤں تشریف لے گئے۔ دھوپ بڑی تیز تھی۔ آدھی پٹری پر جا کر لیٹ گئے مجمع دیہات کا بہت پٹری پر کو گذر رہا تھا۔ جانے والوں سے دو تین منٹ بعد یہ پیام بھیجتے کہ آدھے راستے تو پہنچ گیا ہوں۔ اگر دیر ہو جائے تو تھوڑا سا انتظار فرماویں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ۲ بجے کے قریب پہنچے تھے۔ غسل فرمایا اور اعلیٰ حضرت نے جوڑا مع عمامہ کے تیار کر رکھا تھا اسے پہن کر جمعہ کی نماز پڑھائی۔ (حوالہ بالا ص: ۴۷)

حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تعلق

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب باپ سے اس درجہ تعلق ہے تو بیٹے سے کس درجہ تعلق ہوگا اور پھر بیٹا بھی وہ بیٹا جو باپ کے بھی علاوہ قطب الاقطاب محدث گنگوہی، محدث سہارنپوری، حضرت دہلوی قدس اللہ اسرارہم کی آنکھ کا تارہ اور حضرت دیوبندی و حضرت مدنی و حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہم کا محبوب و منظور نظر ہو۔ خود حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ قدوة الاتقیاء حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ نور اللہ مرقدہ و اعلیٰ اللہ مراتبہ کی خدمت میں بھی حاضری کی نوبت کم آئی۔ لیکن حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے زمانہ سے زیادہ ہوئی میری اصالتہ حاضری تو میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد سے حضرت قدس سرہ کے وصال تک ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ تک رہی۔ لیکن والد صاحب کی حیات میں بھی ان کی ہمرکابی میں رجب ۱۲۸ھ سے ان کے وصال ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ تک بار بار ہوئی۔

رائے پور پہلی حاضری

اس سبب کار کی سب سے پہلی حاضری گنگوہ کے قیام میں جب میری عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ اپنے والد صاحب کیساتھ ہوئی تھی۔ مولانا عبد القادر صاحب کو پہچاننا تو یاد نہیں۔ حضرت کی کوئی امتیازی حالت بھی اس وقت نہ تھی۔ اتنا یاد ہے کہ اعلیٰ حضرت

نے اپنے ایک خادم سے جو کثرت سے حجرہ شریف میں آتے جاتے تھے، یوں ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی صاحب جو مٹھائی وغیرہ اندر رکھی ہے وہ سب صاحبزادہ صاحب کو دے دو۔ اور ان صاحب نے اندر کی جانب جو حضرت قدس سرہ کے حجرہ کے غربی جانب دوسرا حجرہ تھا۔ اب تو اسکا دروازہ بھی مستقل ہو گیا۔ اس وقت وہ کتب خانہ تھا اس میں کئی ہانڈیاں متفرق مٹھائیوں کی اور نمکین کی رکھی ہوئی تھیں۔ اس سیاہ کار کے حوالہ کر دی تھیں۔ البتہ اس وقت میں حافظ عبدالرحیم صاحب سلمہ جو اس وقت میں حضرت کا کھانا لاتے تھے وہ ضرور یاد ہیں۔ اور ان سے اس زمانہ میں جان پہچان اور دوستی بھی ہو گئی تھی۔ اور اعلیٰ حضرت کے حکم سے اس زمانہ میں نہر کا مخرج یعنی جس پہاڑ سے نہر نکلتی ہے (بوگری والا) اس کی سیر بھی کرائی گئی تھی، اور چونکہ میرا پہلا سفر تھا اور بچپن تھا اس لئے بہت سی چیزوں کی سیر کرائی تھی اور چونکہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کو تیرنا بہت آتا تھا۔ اس لئے حضرت نے خود تیر کر تیرنا بھی دکھایا تھا اور یہ ناکارہ کدو کے تو نبوں کو بغل میں لے کر چند منٹ تیرا تھا۔ مگر قابو میں نہیں آیا۔

اس کے بعد رجب ۲۸ھ میں سہارنپور آنے کے بعد سے تو حاضری دن بدن بڑھتی ہی رہی۔ جب بھی اس ناکارہ کی ابتداء متبعاً اور انتہاء اصالتاً حاضری ہوئی تو حضرت قدس سرہ کے یہاں جو بھی پھل یا مٹھائی رکھی ہوتی تو حضرت ارشاد فرماتے کہ

مولوی عبدالقادر جو کچھ رکھا ہو صاحبزادہ صاحب کے حوالہ کر دو۔ یہ ناکارہ حلوائی کی دکان پر ناناجی کی فاتحہ خود بھی کھاتا اور مکتب کے بچوں کو بانٹتا۔ (حوالہ بالاص ۳۳، ۳۴)

رمضان کا اہتمام اور حضرت شیخؒ کے خط کا جواب اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے یہاں رمضان مبارک کا بڑا اہتمام ہوتا تھا ۲۹ شعبان کو جملہ حاضرین سے مصافحہ فرمالیتے اور فرماتے کہ بس بھائی اب عید پر ملیں گے اور جو حضرات حضرت قدس سرہ کے پاس رمضان گزارنے باہر سے آتے ان سے ملاقات کا بالکل وقت نہیں تھا۔ مسجد میں جاتے آتے دور سے حاضرین زیارت کر لیتے مصافحہ یا بات چیت کا نمبر عید کے بعد آتا۔ البتہ انھیں خدام جیسے مولانا اللہ بخش، منشی رحمت علی وغیرہ حضرات کو اتنی اجازت ہوتی کہ تراویح کے بعد حضرت مولانا عبد القادر صاحب سادی چائے لے جاتے اور اعلیٰ حضرت ایک دو فنجان نوش فرماتے اتنے یہ حضرات حاضر رہتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائے پوری قدس سرہ کی خدمت میں رمضان گزارنے کے لئے لکھا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا کہ۔

رمضان کہیں آنے جانے کا نہیں ہوتا۔ اور نہ ملنے کا اپنی جگہ یکسوئی سے کام کرتے رہو۔

اس کے بعد دوبارہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اخیر عشرہ کے لئے لکھا اس کا جواب حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ نے جو دیا تھا بحسنہ نقل کیا جاتا ہے۔

مکتوب گرامی حضرت رائے پوریؒ

برخوردار مولوی زکریا سلمہ اللہ، از احقر عبدالرحیم بعد سلام مسنون و دعاء تمہارا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا۔ جو سبب شروع ماہ مبارک میں عدم قیام کا ہے وہ اخیر ماہ میں بھی موجود ہے۔ باقی تم اور تمہارے ابا جان زبردست ہو۔ ہم غریبوں کی کیا چل سکے۔ یہ تمہاری زبردستی ہے کہ جو اس وقت ماہ مبارک میں تم کو جواب لکھ رہا ہوں۔ باقی جو ذکر و شغل حضرت مولانا سلمہ نے تلقین فرمایا ہے وہی کرنا چاہئے عائشہ کو دعاء تمہاری والدہ مکرمہ کی خدمت میں سلام بخد مت جناب مولوی یحییٰ صاحب۔ السلام علیکم۔

(راقم عبدالرحیم۔ از رائے پور)

یہ خط حضرت قدس سرہ کے بھانجے مولانا اشفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا لکھا ہوا تھا ان کی طرف سے یہ اضافہ تھا۔

از محمد اشفاق عفی عنہ، السلام علیکم۔ واقع میں ہوز بردست

اس میں کچھ شبہ نہیں۔ فقط

رائے پور آمد پر حضرت رائے پوریؒ کا اہتمام

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ مگر میرے والد صاحب نے فرمایا کہ ”تیری وجہ سے

حضرت کی یکسوئی میں فرق پڑے گا اور حضرت کو تیرے کھانے پینے کا فکر رہے گا۔ اس لئے حضرت کا حرج نہ کر۔

اور یہ میرے والد صاحب نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کے اہتمام کو جو اس ناکارہ کی حاضری پر ہوتا تھا بہت سے لوگ دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں یہ سب کچھ اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے تعلق کا ثمرہ اور عکس تھا۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کا رد عمل حضرت رائے پوری ثانی نے کیا کہ جو رمضان رائے پور میں ہوتا حضرت کی خواہش ہوتی کہ یہ ناکارہ رائے پور حاضر ہو۔ مگر بد قسمتی سے نفس امارہ دینی اعذار کا ٹٹا سامنے کھڑا کر دیتا۔ لیکن حضرت قدس سرہ کی حیات کا آخری رمضان اس وجہ سے کہ اس زمانے میں ہفتہ کے تین دن رائے پور گزرتے تھے اور چار دن سہارنپور اس لئے رمضان بھی نصف سہارنپور گزرا نصف رائے پور مگر اللہ کے محبوبوں کی شفقتوں سے بھی اس سیہ کار نے کچھ نہ لیا۔

(آپ بقی نمبر: ۳۷ ص: ۳۶)

مدرسہ کی تنخواہ کے سلسلہ میں مشورہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد میں اپنی مدرسے کے ذیل میں لکھ چکا ہوں کہ ایک جانب تو اعلیٰ حضرت

رائے پوری قدس سرہ نے مدرسہ میں یہ سفارش کی کہ پندرہ روپیہ تنخواہ کم ہے کم از کم پچیس روپیہ ہونی چاہئے۔ اور دوسری جانب اس سیہ کار سے ازراہ شفقت و محبت ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کی تنخواہ خطرہ کی چیز ہے۔ جب اللہ توفیق دے چھوڑ دیجو۔ حضرت قدس سرہ کی ہی توجہ اور شفقت کا اثر تھا کہ اللہ نے چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادی۔ (حوالہ بالا)

شفقت کا ایک اور واقعہ

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد صاحب کے بعد مدرسہ کے خزانچی کا ایک واقعہ تفتیش کا پیش آ گیا۔ ہر وقت اس کے متعلق کچھ مساعی ہو رہی تھیں اس کا بہت فکر تھا حضرت نے استفسار فرمایا اس میں کیا ہو رہا ہے، میں نے اپنی حماقت سے حضرت کے استفسار پر یہ لکھ دیا کہ والد صاحب کے انتقال کے بعد اب ان امور کی اس ناکارہ کو اطلاع نہیں ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم و انعام سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو بہت ہی بلند درجے عطا فرمائے کہ میرے اس احمقانہ جواب پر حضرت قدس سرہ رائے پور سے تشریف لائے اور مجھے علیحدہ بٹھا کر یہ سارا واقعہ بڑی ہی تفصیل سے سنایا۔ میں بلا تصنع اور بلا مبالغہ لکھواتا ہوں اس میں ذرا تو یہ یا مبالغہ نہیں کہ حضرت قدس سرہ سنار ہے تھے تو مجھے اپنی حماقت پر

پسینہ آ گیا اور اب تک واقعی جب بھی یہ منظر یاد آتا ہے سناٹا چھا جاتا ہے خبر نہیں کیا حماقت کی تھی۔ (حوالہ بالا ص: ۳۷)

ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

میں اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد تقریباً چھ ماہ تک ان کو بہت ہی کثرت سے خواب میں دیکھتا تھا دن ہو یا رات۔ اور اکثر خواب حضرت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کرتا تھا۔ اس لئے کہ اپنے حضرت سے ڈرتا تھا اور اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کی بارگاہ میں ان کی شفقتوں کی وجہ سے بہت گستاخ تھا اور میری ان حماقتوں پر حضرت قدس سرہ اس قدر تبسم اور مسرتوں کا اظہار فرماتے کہ اس وقت تو یہ گستاخیاں بھی معلوم نہ ہوتی۔ خواب تو بہت سے یاد ہیں اور میرے انبار میں خطوط بھی اعلیٰ حضرت رائے پوری اور دیگر اکابر کے تو ہزاروں بلیں گے۔

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ ساماں نکلا ،

ایک مرتبہ اس سیہ کار نے خواب دیکھا کہ والد صاحب نے مجھے خواب میں تین کتابیں دی ہیں، کافیہ، شافیہ، مقامات، میرے حضرت قدس سرہ اس وقت نینی تال جیل میں تھے اس لئے میں نے اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کی خدمت میں لکھا۔ حضرت کا جواب آیا وہ بھی اس وقت میرے سامنے ہے حضرت

نے تحریر فرمایا۔ برخوردار مولوی زکریا سلمہ، از احقر عبد الرحیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ تمہارے دو خط مولوی عبد القادر صاحب کے نام آئے، میری معذوری جو باعث تاخیر جواب ہے وہ آپ کو معلوم ہے اب مختصر عرض کرتا ہوں۔

پہلے خواب کی تعبیر۔ ہر جز کی تعبیر کی ضرورت نہیں فقط ایک جملہ خلاصہ ہے۔ اس کی تعبیر جو اپنے خیال میں آئی وہ عرض کرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ کافیہ، شافیہ اور مقامات، امانت کہ معیشتہ کافیہ وحالہ شافیہ ومقامات السلوک والوصول یہ تینوں بشارتیں حق تعالیٰ نے تمہارے طبیعت میں ودیعت رکھی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گی۔ دوسرے خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔ سب قصہ ہی دنیا کا چند روزہ ہے۔ خصوصاً عالم آخرت کے مقابلہ میں تو ساری دنیا کی عمر ہی کچھ نہیں۔ فقط

میں نے اعلیٰ حضرت کو یہ واقعہ بھی لکھا تھا کہ کثرت سے جب سوتا ہوں۔ والد صاحب کو خواب میں دیکھتا ہوں۔ اس کا جواب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تو اس وقت سامنے نہیں۔ مگر اس کے متعلق حضرت مولانا عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک کارڈ سامنے جو حسب ذیل ہے۔

مکتوب گرامی حضرت رائے پوریؒ

سیدی و مولائی حضرت دام مجدم، از احقر عبد القادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث افتخار خاکسار ہوا۔ مضمون حضرت اقدس سلمہ کی خدمت شریف میں عرض کیا بلکہ کچھ بلفظہ پڑھ کر سنایا۔ یہی جی چاہا اور اپنے نزدیک یہی مناسب سمجھا۔ وقت بھی مناسب ملا۔ یہ ارشاد فرمایا کہ یوں خدمت والا میں لکھ دے کہ بندہ کی تو سعادت ہے یا سعادت جانتا ہے۔ غرض حضرت اقدس سلمہ نے اس گائے میں جو یہاں آں جناب والا صفات بواسطت شاہ صاحب ارسال فرمادیں گے۔ ایک حصہ کی شرکت قبول بخوشی فرمائی۔ اب احقر عرض پرداز ہے۔ حضور پر نور نے اس کی تفصیل نہ تحریر فرمائی آیا وہ حصہ حضور انور اپنی طرف سے حضرت اقدس سلمہ کو عطا فرما رہے ہیں۔ یا قیامتہ حضرت اقدس سلمہ خریدیں گے۔ یہ آپ کا غلام غبی بہت ہے پوری بات نہیں سمجھتا۔ حضرت خفا نہ ہوں اور دعا سے فراموش بھی نہ کیا جاؤں۔ آخر آپ ہی کا ہوں جیسا بھی ہوں۔ حضرت سلام فرماتے ہیں اور طبیعت بدستور سابق ہی ہے تین چار روز سے شب کو کسی قدر حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک اور دوسرا مکتوب گرامی۔

مکتوب نمبر ۲:

سیدی و مولائی حضرت مولانا زکریا صاحب، سلمہ، از احقر عبد القادر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ شرف صدور ہوا۔ اللہ تعالیٰ جناب کو صحت عاجلہ

عطا فرماویں۔ جناب کا خط حضرت اقدس سلمہ کو سنانے لگا۔ اس

قدر ہنسی آئی پورا سنا نہ سکا دو دفعہ کر کے بمشکل سنایا۔ یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی خط مولوی زکریا کا میرے پاس نہیں آیا۔ البتہ مولوی الیاس کے خط آئے ان کا جواب بھی لکھوا دیا گیا۔ باقی ویسے خط مولوی زکریا کو اس وجہ سے نہیں لکھا کہ اکثر آدمی آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان سے خبر ملتی رہتی ہے۔ اور یہاں سے پوچھوا بھیجا گیا۔ چنانچہ مولانا عاشق الہی صاحب ابھی گئے ہیں۔ ان کے ہاتھ سلام وغیرہ کہلا بھیجا گیا۔ حضرت اقدس سلمہ کو بھی کئی روز سے بخار آ رہا ہے اور ضعف بہت ہے۔ نماز میں بھی قیام تکلف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب کو جلد صحت عطا فرمائے۔ جناب کی زیارت کو جی چاہتا ہے۔ دیکھئے کب ہو۔ آج کل ڈاک کے مدار المہام مخدوم مکرم حضرت ملا جی صاحب سلمہ، ہیں واقعی جناب نے خوب پوچھا بزرگ تو بہت بڑے ہیں خطوط بھجوانے کی کچھ زیادہ حاجت نہیں سمجھتے جس کسی کو کچھ کہنا ہو خود آ کر بالمواجہہ کہو۔ دور دور سے تیر چلانا کچھ حضرت ملا جی صاحب کو بھاتا نہیں۔ حضرت اقدس مدظلہ اور مولوی الیاس صاحب وغیرہ کو دست بستہ سلام و دعاء۔ (آپ بیتی نمبر: ۴۷ ص: ۴۵ تا: ۴۷)

مکتوب نمبر: ۳

ایک دفعہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ کو یہ واقعہ لکھا کہ جب سوتا ہوں تو والد صاحب کو خواب میں دیکھتا ہوں اس کا جواب حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ نے مندرجہ ذیل تحریر فرمایا۔

سیدی و مولائی حضرت دام مجدکم۔ از احقر عبدالقادر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث سرور ہوا۔ حضرت تعجب کی کیا بات ہے مجھ جیسوں کو پوچھتا ہی کون ہے۔ کون لکھتا ہے اور کسی کو جواب نہیں دیتا ہوں۔ جناب بھی بوجہ اس تعلق کے جو کہ حضرت مرحوم مغفور (یعنی مولانا محمد تکی صاحب) کے ساتھ یاد فرماتے ہو جس کا یہ ناکارہ نہایت ممنون ہے اور باعث سعادت دارین سمجھتا ہے نصف اخیر خط کا پورا خواب حضرت اقدس کو سنایا اور دوبارہ جناب کو جواب لکھوانے کی یاد دہانی بھی کر دی۔ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ جناب کو جواب کب لکھوایا جائے گا۔ تعبیر تو جو حضرت اقدس لکھوادیں گے وہ ہوگی۔

اپنا خیال یہ ہے کہ آنجناب پریشان نہ ہوا کریں۔ محض یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی روحانیت متوجہ ہے جس کی بڑی خوشی ہے چونکہ وہ یقیناً مصفیٰ اور کثافت سے بالکل مبرا ہے۔ یہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں یا جواب ملتا ہے۔ جناب کے خیالات و تفکرات کا عکس ہے۔ جب خود آدمی اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا اور آئینہ دکھلاتا ہے۔ ویسا ہی یہ ہے، پوری بات جو کہ ذہن میں ہے۔ لکھ نہیں سکتا۔ بات ہی کیا ہے خام خیالی ہے۔ اصل بات تو وہ ہوگی جو حضرت قبلہ لکھوادیں گے بس اتنی عرض ہے کہ احقر کو ایک نالائق خادم سمجھا کیجئے کچھ نہیں فقط آپ لوگوں کا سہارا ہے۔

تعزیت نامہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم مولانا محمد تکی صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو یکے بعد دیگرے دو گرامی نامے ارسال فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

برخوردار مولوی زکریا سلمہ۔ از احقر عبدالرحیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ
اس وقت گیارہ بج کر بیس منٹ پر تار جو بیٹ شاہ
صاحب کے پاس آیا تھا۔ بندہ کے پاس حاجی غلام محمد صاحب
لے کر آئے جس سے اچانک اس حادثہ عظیمہ، انتقال مولانا محمد
تکی صاحب مرحوم کی خبر معلوم ہو کر سکتہ کی حالت ہو گئی۔ طبیعت پر
ایک ایسی حیرت ہے جو تحریر میں نہیں آ سکتی۔ مشیت ایزدی میں کسی
کو دخل نہیں وہ مالک مختار ہے۔ وہ اپنی ملک میں جو چاہے تصرف
کرے اس سے جلد اطلاع دو کہ کیا مرض پیش آیا۔ اس فوری حادثہ
سے سخت حیرت ہے میں اسی وقت یہاں سے چل دیتا مگر اپنی
حالت کی وجہ سے سخت مجبور ہوں۔ اس وقت زیادہ کیا لکھوں راقم
عبدالرحیم۔ از رائے پور بروز شنبہ بوقت گیارہ بج کر بیس منٹ۔

تعزیت نامہ: ۲

برخوردار مولوی محمد زکریا سلمہ اللہ تعالیٰ، از احقر عبدالرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ حادثہ ایسا ہے کہ جس نے طبیعت کو بہت مضطرب کر دیا۔

مجھ کو تو صدمہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ مگر یہاں پر مرد و عورت جس کسی
نے سنا سب کو صدمہ ہے بجز صدمہ اٹھانے کے اور کوئی کیا کر سکتا
ہے، طبیعت بے اختیار ہے اور تمہارے پاس آنے کو طبیعت چاہتی
ہے۔ مگر اس وجہ سے فوراً حاضر نہیں ہو سکا کہ ضعف اس درجہ ہو گیا
کہ کھڑے ہوتے ہوئے چکر آتا ہے اندیشہ کرنے کا ہوتا ہے۔
مسجد تک جانے میں مغرب اور عشاء اور صبح کو بغیر دوسرے شخص کے
پکڑے، جا، آ نہیں سکتا ہوں۔ ادھر شاہ صاحب چلنے پھرنے سے
معذور ہیں۔ ان کی صحت کی حالت میں سواری کا انتظام بسہولت
ہو جاتا تھا۔ اب ایسی سواری دستیاب نہیں کہ جس میں رائے پور
سے بیٹ تک پہنچوں عنقریب ارادہ کر رہا ہوں کہ کوئی سواری کا
انتظام ہو جاوے تو ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔ نیل گاڑی کی حرکت
سے دماغ پر ایک ایسا اثر پہنچتا ہے کہ جس کی تاب نہیں لاسکتا
ہوں۔ اگرچہ یہ صدمہ تو ایسا ہے کہ تم کو لکھنا مناسب نہیں ہوتا۔ مگر
آخر مشیت ایزدی پر صبر کرنا اور راضی برضا رہنا اس کے سچے
بندوں کا کام ہے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری یہی حالت
ہوگی۔ اپنی والدہ صاحبہ اور ہمیشہ صاحبہ کی جہاں تک ہو سکے تسلی کرو
اور صبر اور راضی برضا ہونے کا ان کو اجر سناؤ اگرچہ عنوان اس
صدمہ کا بہت وجوہ سے بہت بڑھا ہوا ہے مگر آخر ہمیں تمہیں سب کو
پس و پیش یہی راہ طے کرنا ہے مالک حقیقی اپنے بندوں کے ساتھ جو
چاہے کرے کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ رضا و تسلیم بندوں کا کام

ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا مرض پیش آیا۔ اور کس وقت انتقال ہوا۔ عائشہ کو بہت بہت دعا اور اپنی والدہ مکرمہ کی خدمت میں سلام و دعا عرض کر دو۔ از جانب مولوی عبدالقادر صاحب و ملا جی صاحب و مولوی رستم علی صاحب و مولوی سراج الحق صاحب، بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔

راقم عبدالرحیم از رائے پور (آپ بیتی نمبر: ۴/ص: ۴۸/روص: ۴۹)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق بلند کلمات

اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ و برد اللہ مضجعہ کی یہی غایت شفقت تھی جو حضرت اقدس رائے پوری ثانی قدس سرہ میں ظاہر ہوئی کہ اگرچہ حضرت عمر میں حضرت سے بہت چھوٹے ہیں اور طالب علمی و ترقی باطنی کے سب مراحل حضرت کے سامنے ہی گزرے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیتوں، فطری جوہر اور علوم استعداد کی بنا پر حضرت قدس سرہ کا تعلق حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے صرف انس و محبت ہی کا نہ تھا بلکہ غایت درجہ احترام و عقیدت کا تھا۔ اور بڑے بلند کلمات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ارشاد فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ۔

”حضرت گنگوہیؒ کی نسبت حضرت شیخ الحدیث کی طرف منتقل ہو گئی۔“
اکثر فرماتے تھے۔

”ان چچا بھتیجے کے حالات بھی عجیب ہیں۔ جہاں سے ان کی ابتداء ہوتی ہے وہاں ہماری انتہاء ہوتی ہے۔“

کبھی حضرت شیخ کے خدام و مریدین سے فرمایا کرتے کہ۔ شیخ الحدیث میرے بھی شیخ ہیں۔“

حضرت رائے پوری ثانیؒ کی ایک خواہش

ایک دفعہ رائے پور میں حضرت رائے پوری ثانی نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب اطال اللہ بقائہ سے فرمایا کہ۔

میرا جی چاہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت بیعت دے دیں تاکہ

حضرت سہارنپوری قدس سرہ کی نسبت سے بھی مجھے کچھ مل جائے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ جوڑ کر دست بوسی کے بعد فرمایا کہ۔

”حضرت توبہ توبہ ایسی بات فرماویں“

حضرت مولانا احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ۔

”حضرت یہ اجازت نہیں دیتے تو آپ ان کو اجازت

دے دیں تاکہ ان کے سلسلہ میں آپ کی شرکت ہو۔“

حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

”میری طرف سے توبہ بڑی خوشی سے اجازت ہے۔“

اجازت و خلافت کو حضرت رائے پوری ہی نے ظاہر فرمایا

جب حضرت شیخ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ العزیز نے اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ وہاں موجود تھے تو حضرت شیخ نے غایت تواضع اور غلبہ عبدیت و فنایت کی وجہ سے حضرت رائے پوری قدس سرہ کے پاؤں پکڑ کر بصد لجاجت درخواست کی کہ ہندوستان میں کسی سے اس کا اظہار نہ فرمائیں۔ مگر حضرت رائے پوری ثانی قدس سرہ نے ہی اس کو آ کر ظاہر کیا اور خوب مشہور کیا بلکہ سفر سے ہی خطوط میں لکھنا شروع فرما دیا تھا۔ اور جو حضرات

حضرت قدس سرہ سے رجوع فرماتے تو حضرت رائے پوری قدس سرہ ان کو بالخصوص اہل علم حضرات کو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی بیعت ہونے کا مشورہ دیتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کا ایک خط اور حضرت

رائے پوری کی طرف سے اس کا جواب

ایک دفعہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کمال عبدیت اور غلبہٴ فنائیت کی وجہ سے حضرت رائے پوری قدس سرہ کو لکھا کہ۔

میری حالت بہت ہی ابتر اور خراب ہوتی جا رہی ہے

حضرت بیعت نہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔

تو حضرت اقدس رائے پوری ثانی نے مندرجہ ذیل جواب مرحمت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت سہارنپوری نے آپ کو بیعت کرنے کی

اجازت دی اور حضرت دہلوی (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس

صاحب قدس سرہ) نے حکماً آپ سے بیعت کی ابتدا کرائی۔ میں

اور حضرت مدنی بار بار آپ پر تقاضہ کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ

کے اطمینان کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام تو اترنے سے

رہے۔ (آپ بیتی نمبر: ۴ ص: ۱۳۳)

تمہاری محبت کھینچ لائی ہے

۴۵ھ میں جب حضرت شیخ اپنے و مرشد حضرت محدث سہارنپوری قدس اللہ

سرہ العزیز کے ساتھ ”بذل المجہود“ کی تالیف کے سلسلہ میں یکسالہ قیام کے لئے مدینہ

مدینہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) تشریف لے گئے تو ماہ رجب میں حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ بھی مدینہ پاک تشریف لے گئے تو سفر میں بھی اور سفر کے بعد بھی حضرت شیخ سے کئی دفعہ فرمایا۔

اللہ معاف کرے کہ میں حج کی یا حضرت مدظلہ کی زیارت

کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ تمہاری محبت کھینچ کر لائی ہے آٹھ ماہ

سے تمہاری زیارت نہیں ہوئی۔ اس نے بے چین کر رکھا ہے۔

(آپ بیتی نمبر: ۴ ص: ۱۲۲)

حضرت شیخ کی وجہ سے پاکستان سے واپسی

پاکستان کا سفر ذرا طویل ہوتا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا تقاضہ

شدت سے پیدا ہوتا اور یہی گویا واپسی کی دلیل ہوتی۔ فرماتے کہ۔

”اب ہمیں نہ روکو شیخ بہت یاد آتے ہیں۔“

(سوانح حضرت مولانا عبد القادر صاحب ص: ۳۱۲)

دولاکھ مرغیوں کا پر لطف واقعہ

۴۵ھ کے حج سے واپسی پر جب کہ حضرت رائے پوری ثانی قدس سرہ بھی

ساتھ تھے۔ ایک پر لطف واقعہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) سے جدہ آتے وقت

حدیبیہ کی منزل میں رات کا وقت ہو گیا تھا۔ اندھیرے میں کچھ نظر

نہیں آیا۔ صبح کو آپس میں ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت کے

خدام نے تو حضرت کے لئے دو چوزہ خرید لئے تھے۔ اور ہمارے

رفقاء کو کچھ ملا نہیں تو کچھڑی پکائی۔ حضرت کو یہ معلوم ہوا تو بہت ہی قلق ہوا۔ اور اس گستاخ نے بھی تفریحاً یہ کہہ دیا کہ اکیلے اکیلے آپ نے یہ مزے اڑائے۔ حضرت قدس سرہ نے ازراہ شفقت فرمایا کہ جدہ جا کے اس کی قضا کروں گا۔ میں نے کہا کہ حرم کی ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ہندوستان جا کر دو لاکھ مرغیاں کھلانی ہیں۔ کراچی پہنچنے کے بعد جو حضرت نے انبالہ تک خدام کو خطوط لکھوائے اس میں یہ بھی لکھوایا کہ میرا خیال تو راستہ میں تم دوستوں سے ملتے ہوئے جانے کا تھا مگر چونکہ شیخ الحدیث صاحب ساتھ ہیں اس لئے اب تو سیدھے جانا ہے۔ بعد میں آؤں گا۔ میرے ذمے حضرت شیخ کی دو لاکھ مرغیاں قرض ہیں۔ فلاں گاڑی سے فلاں اسٹیشن پر پہنچوں گا۔ ایک دو مرغیاں پکا کر ساتھ لیتے آنا۔ کراچی سے سہارن پور تک اسٹیشن پر چار پانچ بلکہ کہیں دس بارہ تک ملتی رہیں۔ اس کے بعد سے اس ناکارہ کی مرغ خوری نے ایسی شہرت پائی کہ گویا مرغابی میری غذا بن گیا۔ (آپ بقی نمبر ۴: ص ۱۲۶)

حضرت رائے پوری قدس سرہ کی طرف سے اچھے کپڑوں لحافوں کا تحفہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی شفقتوں کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو ہمیشہ یہ شوق رہا کہ میرے بدن پر اچھا کپڑا دیکھیں۔ بار بار اس کا اظہار بھی فرمایا کہ میرا دل

چاہتا ہے کہ آپ کو اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھوں۔ مگر جیسا کہ یہ ناکارہ آپ بقی نمبر ۱: میں لکھوا چکا ہے کہ ابا جان کے ان جوتوں کی بدولت جو ابتداء عمر میں بجائے پاؤں کے سر پر پڑ چکے تھے واقعی مجھے اچھے کپڑے سے نفرت ہو گئی۔ اس لئے حضرت جب کوئی اچھا کپڑا مرحمت فرماتے تو میں بچیوں یا دامادوں میں سے کسی کو دے دیتا۔ ایک مرتبہ حضرت نور اللہ مرقدہ نے میری لاعلمی میں میرا ایک جوڑا حافظ صدیق سے منگایا۔ جو میرے کپڑوں وغیرہ کے منتظم ہیں۔ اور اس کے مطابق ایک بہت خوبصورت جوڑا سلوا کر بھیجا جس کو میں نے بہت ہی احترام سے پہنا۔

یہ میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ میری بچیوں کے سارے لحاف حضرت قدس سرہ کے عطا فرمودہ ہیں۔ (آپ بقی نمبر ۴: ص ۱۲۵)

نیز اگر کوئی رائے پور کوئی کھانے کا تحفہ لاتا یا مرغ وغیرہ کہیں سے آتا تو حضرت شیخ کی آمد کا انتظار فرماتے اور سمجھتے کہ انہیں کے تشریف لانے پر استعمال ہوگا۔

ہوائی جہاز سے سفر کی وجہ

۱۳۶۹ھ کے آخری حج کا انتظام ہوائی جہاز سے اس شوق سے فرمایا تھا کہ شیخ بھی ساتھ ہوں گے، فرماتے تھے کہ۔

جب پاکستان جاتے ہوئے ہوائی جہاز پر بیٹھنا ہوا تو جی چاہا کہ شیخ بھی ایک مرتبہ ہوائی جہاز سے سفر کریں۔ خیال آیا کہ شیخ صرف جہاز کے لئے اس کو منظور فرمائیں گے اس لئے ہوائی جہاز سے

جانے کا انتظام کیا۔ لیکن اس سال ہندوستان میں کالرا پھیلنے کی شہرت کی وجہ سے دوسرے ملکوں سے قرنطینہ کے سخت احکام نافذ کر دیئے تھے اس کی وجہ سے ہوائی جہاز سے سفر حجاز کا سلسلہ ہی بند ہو گیا۔
(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب)

رائے پور آمد پر مسرت

حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب علی ندویؒ مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔
رائے پور میں شیخ کی آمد سے جو مسرت اور شگفتگی پیدا ہوتی اور تشریف لے جانے سے جو افسردگی اور اداسی نظر آتی اور حضرت کے قلب مبارک پر اس کا جو اثر ہوتا اس کو دیکھنے والی آنکھیں ابھی نہیں بھولیں۔ (حوالہ بالا)

تبصرہ

ان جیسے ارباب بصیرت مجلی و مصفی قلوب، مزکی نفوس حاملان شریعت و طریقت، غواصان بحر توحید و معرفت رمز شناسان حقیقت، ماہتابان رشد و ہدایت، اقطاب زمانہ محبوبان بارگاہ الہی۔

”آنانکہ خاک را بنظر کیما کنند“

جن کی شان میں کہا گیا ہے۔

ہیں خاک ہند میں کچھ نقش پا ان رہ نور دوں کے
ادب سے چومتے جن کو ہیں دشت و کوہ ساراب تک

کوئی تھا گنج بخش ان میں کوئی گنج شکران میں
خزانے معرفت کے ہیں نہاں زیر مزار اب تک
ہوا ہندوستان جنت نشاں جن کی فضاؤں سے
نہ آئی جا کے ان باغوں میں پھر فصل بہار اب تک
ان حضرات کا شیخ المشائخ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے غایت درجہ شفقت و محبت اور احترام و عقیدت (جس کا کچھ نمونہ اوپر گذرا) کا ہونا ظاہر ہے کہ بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ۔

قدر گوہر شاہ داند یا بد اند جوہری
قدر گل بلبل بداند یا بد اند غبری
یہ حضرات جانتے تھے کہ شیخ کیا کچھ ہیں اور کیا کچھ ہونے والے ہیں۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ وَعَلٰی
اتِّبَاعِهِ الْيَوْمِ
الْدِّينِ



مشائخ کے ساتھ ربط قلبی

بامشائخ ربط قلبی قوی دارد مدام
گریہ طاری میشود چوں نام آید بر زباں
ترجمہ: شیخ رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کے ساتھ ہمیشہ قلبی قوی ربط (تعلق رکھتے ہیں۔ حب (کسی کا) زباں پر نام آتا ہے تو (بے اختیار) گریہ طاری ہو جاتا ہے۔
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔
آپ میان قد، وجہہ اور خوبصورت ہیں رنگ سرخ و سفید
ہے۔ رخسار انار کی مانند، بہت سرگرم و نشیط، سستی آپ کو چھو کر نہیں
گذری، باغ و بہار طبیعت کے مالک، خوش اخلاق اور مہمان نواز،
مجلس میں مہمانوں سے ہنسنے ہنسانے کی دلچسپ باتیں کرتے
ہیں۔ چشم پر آب رہتی ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا اولیاء امت کا تذکرہ یا کوئی مناجات
اور شوقیہ اشعار پڑھے جائیں تو اس وقت ضبط و اخفاء حال کے
باوجود آپ کے آنسو چھلک پڑتے اور آپ کی اس اندرونی
کیفیت اور سوز و فرقت کو ظاہر کر دیتے ہیں!۔
زبان پر نام آتے ہی گریہ طاری ہو جانا کس کمال درجہ ربط و تعلق کی خبر دیتا ہے۔

اقوال و احوال شیوخ پر نظر

درنگہ دارد ہمہ اقوال و احوال شیوخ
بیچ گہ غافل نہ ماند از ادائے حق شان

۱۔ حیات خلیل ص: ۶۱۰، بحوالہ مقدمہ و جز۔

ترجمہ: شیوخ کے تمام اقوال و احوال (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ) کو محفوظ
ہیں۔ کبھی ان کے حق کی ادائیگی سے غافل نہیں رہے۔ (یعنی ان کے مقتضی پر عمل
فرماتے ہیں یہی ان کے حق کی ادائیگی ہے)

تشریح: اکابر کے حالات و واقعات حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر راز بر
ہیں کہ بہت سے سوانح نگاروں نے حضرت سے استفادہ کر کے ہی سوانحات مرتب
کیں اور اکابر کے ساتھ غایت درجہ تعلق ہی کی وجہ سے بعض اہل علم حضرات کو بعض
بزرگوں کی سوانح کی طرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی نے متوجہ فرمایا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا محمد
الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت نامی کتاب تصنیف فرمائی اس کے
دیباچہ میں رقم طراز ہیں۔

سب سے بڑی اور سب سے قیمتی مدد اس سلسلہ میں شیخ
الحديث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ، سے ملی۔ آپ نے بڑی
جانفشانی اور بڑی تلاش و تحقیق سے معلومات فراہم کئے بعض مرتبہ
ایک سند اور تاریخ کی تحقیق میں کئی دن اور کئی راتیں صرف
ہوئی۔ اپنے روزنامہ اور پرانے کاغذات اور تحریروں سے یہ کھوئی
ہوئی چیزیں برآمد کیں اور اس طرح کتاب کی تکمیل کی۔ آخر میں
(کتاب کی دوسری طباعت کے وقت) مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے
خطوط کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آپ کی توجہ اور کرم سے ہاتھ آیا (اس
ذخیرہ کے تقریباً ۸۰/۷۰، اقتباسات اس اشاعت کا قیمتی اضافہ
ہیں جس سے کتاب میں نئی روح اور نئی طاقت پیدا ہو گئی) اس

طرح اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے اس کام میں بڑی مدد فرمائی۔
اور ہماری ابتدائی توقع سے بڑھ کر مواد فراہم ہو گیا۔

حیات خلیل

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ و برد اللہ
مضجعہ کی سوانح حیات حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمائی۔ اسکے
مقدمہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب نوالہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

خواہر زادہ عزیز مولوی محمد ثانی حسنی سلمہ کی یہ بڑی خوش
نصیبی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ نازک اور اہم
خدمت ان کے سپرد کی۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

بڑی خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ابھی حضرت شیخ الحدیث
دامت برکاتہ رہنمائی، امداد اور نشان دہی کے لئے موجود ہیں ان
سے زیادہ کسی کو اس سلسلہ میں معلومات نہیں اور نہ ان سے زیادہ
کسی کو اس کام کی تکمیل سے مسرت اور فرحت ہو سکتی ہے۔ انہوں
نے عزیز موصوف کو نہ صرف اس کام پر مامور فرمایا۔ بلکہ ان کی
پوری سرپرستی کی۔ جس وقت سے یہ کام شروع کیا گیا ان کی ساری
توجہ اس پر مرکوز ہو گئی اور ان کو اس کی تکمیل کا ایسا انتظار و اشتیاق
رہنے لگا۔ جیسے کسی عاشق کو کسی محبوب کی آمد کا انتظار ہوتا ہے، اس
سے ان کے اس قلبی تعلق کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ جو ان کو اپنے شیخ

سے ہے۔ اور جس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ کتاب
کے مسودہ کو انہوں نے حرف بحرف سنا مدینہ طیبہ کے مبارک ماحول
میں۔ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ انہوں نے اپنی
انتہائی مصروفیت میں اس کے لئے وقت نکالا۔ فروگذاشتوں کی تصحیح
کی۔ ماخذ کی نشاندہی فرمائی۔ جہاں تفصیل کی ضرورت سمجھی تفصیل
اور جہاں توضیح کی ضرورت سمجھی وہاں توضیح سے کام لیا۔ پھر جب
کتاب کا کچھ حصہ چھپ کر تیار ہوا تو ۱۳۹۶ھ کے رمضان المبارک
کے اخیر عشرہ میں سیکڑوں معکفین کی موجودگی میں دن رات کے
مبارک ساعتوں میں اس کو بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھوا کر
سنا۔ ان مجالس کا کیف حاضرین کو عرصہ دراز تک نہ بھولے گا۔ اور
ان صفحات کے ختم ہو جانے پر جو قلق حضرت کو اور حاضرین کو ہوا وہ
بھی عرصہ تک یاد رہے گا۔ (حیات خلیل ص: ۱۴، ۱۵)

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی قدس سرہ العزیز مؤلف
”تذکرۃ الخلیل“ اپنی تالیف کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس ترتیب سوانح میں بڑا دخل میرے بزرگوں حضرت
مولانا سر رحیم بخش صاحب وحاجی شیخ رشید احمد صاحب اور مخلص
دوستوں حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب اور شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کو ہے کہ ان حضرات کا حکم اور
اصرار ہوا جس کی تعمیل سے انکار کو سوء ادب سمجھا ورنہ ایمان کی بات
یہ ہے کہ میں اپنی بے بضاعتی و نا کارگی کے سبب حضرت کی سوانح

لکھنے کا اہل نہیں اور نہ وہ قابلیت اپنے اندر پاتا ہوں جو کسی جامع شریعت و طریقت شیخ کی سوانح عمری کے لئے ضروری ہے۔

(تذکرۃ الخلیل، ص: ۲۶)

”سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ“ مؤلفہ حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی مدظلہ کے مقدمہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اس عرصے میں بعض اہل قلم نے بطور خود سوانح کی ترتیب کا کام بھی شروع کر دیا اور بعض حلقوں میں اس کا اعلان بھی ہو گیا۔ حضرت شیخ کی طرف سے اسی لطیف اور محتاط پیرایہ میں جو ان حضرات کا مزاج و مذاق ہے۔ اس تحریک کی تائید اور اس خواہش کا اظہار بھی ہوا۔ دوسرے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

دوسری طرف حضرت شیخ کا کھلا ہوا ایماء اسکی تکمیل کا تھا اور یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کی طبیعت پر اسکا شدید تقاضہ ہے۔ آگے صفحہ ۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اگر خوش قسمتی سے حضرت شیخ الحدیث صاحب کا قیمتی روزنامہ نہ ہوتا جس میں چھوٹی چھوٹی جزئیات بھی محفوظ ہیں تو اس عالم گیر اور عہد آفریں تحریک کا ایک سرسری خاکہ اور ناقص مرقع بھی پیش کرنا ممکن نہ ہوتا سوائے چند خطوط اور چند تقریروں کے مسودوں کے تحریری شکل میں کوئی سرمایہ نہ تھا جن حضرات سے

تعاون کی امید تھی یا درخواست کی گئی ان میں سے متعدد حضرات خواہش وارادہ کے باوجود بھی کوئی مدد نہ کر سکے اس لئے کہ ان کے پاس بھی کوئی ایسا سامان نہ تھا جس سے معتد بہ مدد مل سکتی۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث کی توجہ، دعاء فکر مندی و دلسوزی، انتظار و اشتیاق، علمی تعاون، قدم قدم پر رفیق اور ہمد و چارہ ساز رہا۔ اپنے بیش قیمت اوقات میں سے نہایت فیاضی کے ساتھ اوقات نکال کر اپنے بیش قیمت روزنامہ کے طویل طویل اقتباسات ارسال فرماتے رہے خطوط کے مفصل جوابات مرحمت فرمائے۔ زبانی سوالات کا جواب دینے کے لئے ضروری ضروری کاموں کا حرج کر کے کئی کئی گھنٹے عطا فرمائے۔ دوسرے خدام اور احباب کو بھی متوجہ فرمایا۔ مسودے کے اکثر بیشتر حصے کو حرف بحرف سنا۔ اس کے خلا اور تاریخی اور واقعاتی شگافوں کو پر کرنے کی کوشش فرمائیں۔ کام کو جلد ختم کرنے اور اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینے کی تاکید فرماتے رہے حضرت کی طبیعت پر اس کتاب کی تکمیل کا جتنا تقاضہ غالب تھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حجاز مقدس کی فضا اور وہاں کے بیش قیمت اوقات میں بھی آپ نے اس کو فراموش نہیں کیا اور وہاں سے اس کا تقاضہ فرماتے رہے۔ اس ناچیز کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا۔

”سوانح کی تمییز پر بہت ہی مسرت ہے۔ مجھے اس کی تکمیل کا بہت ہی اشتیاق ہے“

آخری والا نامہ مورخہ ۱۷ محرم میں فرماتے ہیں۔

خدا کرے اگر واپسی مقدر ہے تو مطبوعہ سوانح بلکہ اس کے مطبوعہ فرمے آتے ہی دیکھوں تو جی خوش ہو جائے۔

اسی جذبے اور قلبی تقاضے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس بے سرو سامانی کی حالت میں جس کا اندازہ صرف مصنف اس مقدمہ نگار کو ہے۔ یہ عظیم کام جو نہایت دشوار بھی تھا اور نازک بھی، وسیع بھی تھا اور پیچیدہ بھی۔ ان معذوریوں کے ساتھ اس حد تک انجام پا گیا۔

جس کے نصف یا چوتھائی کی بھی ابتداء میں امید نہ تھی! اسی طرح ”سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ“ کے مصنف حضرت مولانا سید ابوالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے بیش قیمت مدد اور رہنمائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم سے حاصل ہوئی۔ (ص: ۱۷)

نیز اسی کتاب کے مقدمہ نگار حضرت مولانا محمد منظور صاحب نور اللہ مرقدہ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سب سے بڑی مدد اور رہنمائی اس سوانح کی تیاری میں مؤلف کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت قدس سرہ کے بہت سے احوال و کوائف کے علاوہ اہم واقعات کی تاریخیں حضرت مدوح ہی سے حاصل ہو

۱۔ سوانح حضرت مولانا مدیوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص: ۲۷، ۲۸۔

سکیں۔ نیز مسودہ کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ نے اس کو حرفا حرفا سنا اور جا بجا مشورے دیئے۔ جن کی بنا پر مسودہ میں آخری اصلاح اور ترمیم ہوئی۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب ص: ۲۵)

اکابر اور اہل تعلق کے لئے ایصال ثواب

اضحیہ، عمرہ، تلاوت، بہر ایصال ثواب
ہست جاری در طریقہ مثل معمولات شان

ترجمہ: قربانی، عمرہ، تلاوت کلام پاک، ایصال ثواب کیلئے حضرت قدس سرہ کے طریق میں جاری ہے حضرت زید مجدہ کے (دیگر) معمولات کے مثل۔
تشریح: یعنی حضرت اقدس قدس سرہ کا دیگر معمولات کے مثل یہ بھی معمول ہے کہ قربانی، عمرہ اور کلام پاک کی تلاوت فرما کر اکابر کے لئے ایصال ثواب فرماتے ہیں۔

خود حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے اپنا معمول بیان فرمایا ہے۔

اس سیہ کار کا دستور تقسیم ہند سے پہلے زندوں اور مردوں کی طرف سے قربانی کے حصص کی کثرت کا بہت تھا۔ آٹھ دس گائیں تو مستقل خود میری ہوتی تھیں اور جس گائے میں ایک آدھ حصہ بچ جاتا تھا اس کے لئے عام دستور تھا کہ وہ مجھے اطلاع کرے اور میرا حصہ اپنے یہاں کر لے۔ نسبی، سلوکی، علمی مشائخ کے۔ خصوصی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، ائمہ فقہ، ائمہ حدیث غرض جتنی بھی گنجائش ہوا کرتی مجھے حصہ لینے میں انکار نہیں ہوا کرتا تھا۔

اس کے ساتھ یہ بھی شوق تھا کہ اکابر کے جانوروں میں میرا حصہ ہو جائے۔ حضرت اقدس سہارنپوری اعلیٰ حضرت رائے پوری اور عجیب بات یہ کہ حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہم کے جانوروں میں بھی ایک ایک حصہ میرا ہوتا تھا۔ جس کے گوشت وغیرہ سے مجھے کوئی تعلق نہیں وہ جس طرح چاہیں تصرف فرماویں۔ حضرت رائے پوری ثانی نے تو اس کا رد عمل یہ کیا کہ مستقل ایک جانور میری طرف سے حضرت خود کیا کرتے تھے۔ چاہے رائے پور میں ہوں چاہے پاکستان میں۔ رائے پور کے قیام میں حضرت کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں ۱۲ کو ضرور پہنچوں اور جانور میرے سامنے ہی ذبح بھی ہوتا۔ (آپ بقی نمبر ۴ ص: ۴۴، ۴۵)

اسی سلسلہ کا حضرت رائے پوری قدس سرہ کا ایک مکتوب گرامی بھی نقل کیا جا چکا۔

عمرہ و حج بدل کا معمول

اسی طرح حضرت اقدس زید مجدہ کا معمول اکابر کے ایصال ثواب کے لئے عمرہ و حج بدل کرنے کا بھی کثرت سے ہے۔ ایک حج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ عمرہ حضرت مرشدی سہارنپوری قدس سرہ کی طرف سے کیا تھا اور اس سے پہلے تمتع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا تھا۔ (آپ بقی نمبر ۴ ص: ۲۷۵)

سب اکابر کے لئے عمرہ کرنے کا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دستور رہا ہے اس

کا جو رد عمل ہوا وہ بھی ملاحظہ ہو حضرت فرماتے ہیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہ نے علی میاں سے بھی اس سفر میں عین وقت پر یعنی شوال میں معیت کی خواہش فرمائی۔ اور علی میاں نے کچھ مصارف کی حیثیت سے تامل ظاہر کیا۔ میں نے کہا ”لا حول ولا قوۃ“ پیسوں کا خیال نہیں کیا کرتے۔ میں نے تو دونوں حج قرض سے ہی کئے ہیں۔ علی میاں نے کہا کہ قرض میرے بس نا نہیں۔ میں نے کہا کہ۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر
میں نے اپنی ایک لڑکی شا کرہ مرحومہ کا حج بدل تجویز کر دیا
اور جب ہی قرض لے کر مولانا کو رقم بھی پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ
مولانا کو بہت بلند درجات عطا فرمائے۔ ان کے احسانات بھی اس
سیہ کار پر لا تعد ولا تحصى ہیں۔ مولانا نے حج بدل تو مرحومہ کا کیا ہی
لیکن خطوط سے بھی معلوم ہوا اور زبانی بھی کہا کہ حج سے فراغ کے
بعد سے مصر روانگی تک مرحومہ کی طرف سے بہت سے عمرے بھی
کئے مگر حضرت قدس سرہ کی ہمرکابی میں اس مرتبہ حج نہ کرنے کا قلق
اب تک ہے۔ میرے حضرت رائے پوری کے احسانات کا نہ شمار نہ
احصاء۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی شایان شان ان کا بدلہ مرحمت فرماوے
جب حضرت اسی سفر حج سے واپس تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ
سارے سفر حج میں یہ سوچتا رہا کہ تمہارے واسطے کوئی ایسی چیز لے

کر جاؤں جس سے تمہارا واقعی جی خوش ہو مشعل مصلیٰ اور کئی چیزیں ذہن میں آئیں مگر میں ہر چیز کے متعلق یہ سوچتا رہا کہ میری خاطر تم اظہار مسرت تو بہت کرو گے۔ مگر تمہارا دل خوش نہ ہوگا بہت غور و خوض کے بعد میں نے مسجد نبوی سے عمرہ کا احرام تمہاری طرف سے باندھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خود ہی ارشاد فرمائیں کہ اس احسان عظیم کے برابر کوئی دوسرا ہدیہ ہو سکتا ہے۔ عمرہ اور پھر آپ کا اور وہ بھی مسجد نبوی سے انشاء اللہ میرے لئے تو یہی ایک چیز کافی ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے اس احسان اور اخلاص و محبت کی برکت کہ اس کے بعد سے جو احباب کی طرف سے اس سیہ کار کی جانب سے جو عمروں کا سلسلہ بندھا ہے تو بڑھتا ہی چلا گیا۔ بعض سالوں میں تو کئی مدنی اور آفاقی احباب کی طرف سے سو سو عمروں سے زائد کی اطلاعاتیں ملیں اور اب تو دس بارہ برس سے عمروں کے ساتھ حج بدل کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا اور بعض سنین میں دس دس بارہ حج بدل کی اطلاعاتیں ملیں اور ان سب کا ثواب ”من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها“ حدیث کی بنا پر حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو مل رہا ہے۔

اصل ہدیہ

اور میرا بھی حضرت کے عمرے کے بعد سے یہ مستقل معمول بن گیا کہ جانے والے احباب سے خاص طور سے یہ

فرمائش کرتا ہوں کہ میرے لئے کوئی ہدیہ مصلیٰ، رومال، شمع وغیرہ ہرگز نہ لائیں، بعض بے تکلف دوستوں کے اس قسم کے ہدایا سختی سے ان کو واپس کر دئے۔ میرا ہدیہ مکہ مکرمہ کا طواف و عمرہ ہے اور مدینہ پاک کا روضہ اقدس پر صلوٰۃ و سلام ہے۔ میرے نزدیک اصل ہدایا یہی ہیں اور رومال، مصلیٰ وغیرہ نہایت لغو اور بیکار ہیں اور اب تو ہماری بد قسمتی سے اس سے بھی معاملہ اور اوپر ہو گیا ہے کہ مکہ مکرمہ کے ہدایا گھڑیاں اور ریڈیو وغیرہ بن گئے۔ ”انا لله وانا اليه راجعون والی اللہ المشتکی“ میں اپنے بعض رسائل میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی لکھواتا ہوں کہ اس ناکارہ کے لئے اوپر مذکور شدہ اشیاء ہی ہدایا ہیں۔ یہ لغویات میرے نزدیک ہدایا نہیں ہیں۔ (آپ بیتی نمبر ۴: ص ۲۵۲، ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے عمرہ کیا کرتے تھے اور حضرت ابن موفیؒ نے جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے طبقہ میں تھے ان کی طرف سے ستر حج کئے تھے۔ اور حضرت ابن السراجؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار سے

زائد ختم کئے اور اس کے مثل قربانی کی۔ (کذا فی الشامی

ص: ۶۰۵/ج: ۱) بے اختیار زبان پر آتا ہے۔

أُولَئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعْتُنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ



سلاسل اربعہ

صابری و نقشبندی، سہروردی و قادری

چار نسبت جمع کردہ آں معین چشتیاں

ترجمہ: صابری، نقشبندی، سہروردی، قادری۔ (ان) چار نسبتوں کو شیخ

نوالہ مرقدہ نے جو چشتیوں کے معین ہیں جمع فرمایا۔

تشریح: یعنی باوجودیکہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ چشتی ہیں اور چشتیت کا غلبہ

ہے مگر چاروں نسبتیں آپ میں جمع ہیں کہ چاروں سلسلوں میں آپ کو بیعت فرمانے کی اجازت ہے۔

صابریہ

حضرت شاہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے جو سلسلہ

چلا ہے اس کو صابریہ کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ حضرت شاہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر

کلیری خود سلسلہ چشتیہ سے ہیں اس لئے ان کے سلسلہ کو چشتیہ صابریہ کہا جاتا ہے۔

حضرت شاہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ

آپ حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور

اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ۵۹۲ھ میں ملتان کے ایک مقام کو تو ال

میں آپ کی پیدائش ہوئی نسب سید حسنی ہیں۔

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ خواجہ علاؤ الدین بن

شاہ عبد الرحیم عبد السلام بن شاہ یوسف الدین عبد الوہاب بن حضرت غوث الثقلین، پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

صابر کا خطاب

حضرت خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر خانہ کی خدمت بارہ سال تک حضرت خواجہ صاحب کے حوالہ رہی۔ لیکن حضرت خواجہ نے بوجہ اذن صریح نہ ہونے کے کبھی اس میں سے کچھ تناول نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ روزہ دار رہتے۔ حضرت کے دریافت فرمانے پر آپ نے عرض کیا کہ غلام کی کیا مجال تھی کہ بدوں ارشاد حضرت اقدس کے اس میں تصرف کرتا۔ حضرت نے یہ جواب سن کر آپ کو صابر خطاب مرحمت فرمایا۔

ان کے قلب میں غیر اللہ کا گزر نہیں

ایک خادم نے حضرت فرید الدین گنج شکر سے اجازت مانگی کہ آپ کے خلفاء سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ اجازت لے کر حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کے پاس آیا آپ غلبہ استغراق کی وجہ سے کسی آنے جانے والے سے واقف نہیں ہوتے تھے۔ حضرت شمس الدین ترک نے (جو خدمت میں رہتے تھے) با آواز بلند ہوشیار کیا اور عرض کیا کہ حضرت پیر و مرشد کا خادم آیا ہے اور حضرت کا سلام لایا ہے۔ آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ میرے شیخ کیسے ہیں اور حضرت شمس الدین کو تاکید فرمائی کہ ان

کی عزت کرو اور فرمایا آج گولروں میں نمک ڈال دینا۔ (یہ گویا حق مہمانی تھا) یہ فرما کر پھر استغراق طاری ہو گیا۔ اس کے بعد وہ خادم حضرت سلطان الاولیاء کے یہاں دہلی حاضر ہوا۔ یہاں شاہی کارخانہ تھا۔ بہت تعظیم ہوئی اور حضرت نے عمدہ عمدہ کھانے کھلائے اور بہت سے تحفے دیئے جب وہ خادم حضرت فرید الدین گنج شکر کے حضور میں پہنچا تو آپ نے دونوں صاحبوں کا حال دریافت کیا۔ خادم نے سلطان الاولیاء کی بڑی تعریف کی اور مخدوم علاؤ الدین کی شان میں عرض کیا کہ وہ تو کسی سے بولتے بھی نہیں نہ وہاں کچھ ہے حضرت نے پوچھا کہ ہمارے حق میں بھی کچھ بولے تھے۔ کہا کچھ بھی نہیں آپ نے مکرر دریافت کیا کہ آخر کچھ تو کہا ہوگا۔ خادم نے عرض کیا کہ صرف یہ پوچھا تھا کہ میرے شیخ کیسے ہیں۔ آپ چشم پر آب ہو کر فرمانے لگے کہ آج وہ ایسے درجہ میں ہیں کہ وہاں کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ انہی کا استقلال اور میرے ساتھ کمال محبت ہے کہ ایسی حالت میں بھی مجھے پوچھا اور یاد کیا۔

مزار پر شعلہ چمکنا

مشہور ہے کہ حضرت صابر کے وصال کے بعد کلیں پر کچھ

ہنود کا غلبہ ہو گیا۔ اس وجہ سے بعض ہنود نے مقبرہ میں بت خانہ بنا

۱۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے یہ الفاظ بیان فرمائے کہ وہ آج اس مقام پر ہیں کہ ان کے قلب میں غیر اللہ کا گزر نہیں۔

لیا تھا اور ایسے ہی کچھ بے حرمتی وغیرہ کا ارادہ تھا کہ اتفاقاً ایک شیر جنگل سے آیا اور بہت سی جانوں کا نقصان کر گیا اور پسماندہ بھاگ گئے۔ آپ پر جلال غالب تھا وصال کے بعد بھی مزار پر ایک شعلہ چمکتا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی شخص کی مجال مزار پر جانے کی نہیں ہوتی تھی ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی نور اللہ مرقدہ مزار پر حاضر ہوئے تو حضرت کی درخواست پر وہ چمک موقوف ہوئی۔

وفات

حضرت شیخ کی وفات ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ کو ہوئی لفظ ”مخدوم“ آپ کی تاریخ وفات ہے پیران کلیر متصل رڑ کی سہارنپور میں آپ کا مزار ہے آپ کے مزار پر نور الدین جہاں گیر رحمۃ اللہ علیہ نے گنبد تعمیر کرایا تھا۔ (مشائخ چشت ص: ۱۸۵، ۱۸۷)

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جن کے والد ماجد شیخ جمال الدین سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔

اسم گرامی اور سلسلہ نسب

اسم گرامی مسعود اور لقب فرید الدین تھا۔ آپ کا نسب حضرت امیر المومنین، خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

ولادت باسعادت

آپ کے دادا قاضی شعیب ہلاکو کے زمانہ میں اپنے وطن مالوف کابل کو چھوڑ کر لاہور تشریف لائے تھے، وہاں کے قاضی منصور نے (جنہوں نے کابل تشریف لے جا کر علم حاصل فرمایا تھا) شاہ دہلی کو خبر دی وہاں سے درخواست منصب آئی مگر آپ نے منظور نہیں فرمائی اور ملتان تشریف لے گئے۔ شاہ دہلی نے ملتان کے حاکم کو پروانہ بھیجا اور جاگیری کی درخواست واصرار کیا۔ آپ نے منظور فرمالیا۔ اسی علاقہ ملتان میں کہوٹوال کی جاگیر آپ کی خدمت میں پیش ہوئی اور آپ نے وہاں اقامت فرمائی اور وہیں حضرت شیخ کی ولادت ۵۸۲ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ کہوٹوال مضافات ملتان میں ہوئی اور وہیں نشو و نما پایا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کچھ ملتان میں قاضی منہاج الدین صاحب کی مسجد میں فرمائی۔

بیعت

اور وہیں حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور باقی تکمیل کابل میں فرمائی۔

بچپن میں کرامت کا ظہور

حضرت شیخ نظام الدین ارشاد فرماتے تھے کہ۔
حضرت شیخ کی والدہ نماز پڑھ رہی تھیں کہ اتفاقاً ایک چور چوری کرنے آیا جب اس کی نگاہ والدہ پر پڑی تو فوراً اندھا ہو گیا۔
اس نے آواز دی کہ میں اگر چہ چوری کی نیت سے آیا تھا اور ناپیدا ہو گیا۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی چوری نہ کروں گا۔

حضرت شیخ کی عمر اس وقت تقریباً چھ سال کی تھی حضرت نے دعاء کی اللہ کے فضل سے وہ اچھا ہو گیا۔ صبح جا کر مع اہل وعیال آیا۔ اور مشرف باسلام ہوا۔ عبد اللہ نام تجویز ہوا اور اخیر تک حضرت شیخ کی خدمت میں رہا۔

گنج شکر کے ساتھ مشہور ہونے کی وجوہ

آپ کے گنج شکر کے ساتھ ملقب ہونے میں چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ۔

آپ نے مجاہدہ کا ارادہ کیا۔ شیخ نے بھوکا رہنا بتلایا آپ نے روزے شروع کر دیئے۔ تین دن کے بعد ایک شخص چند روٹیاں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو اشارہ غیبی سمجھ کر نوش فرمایا۔ کھانے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں امتلاء ہوا اور سب قے کے راستہ نکل گیا آپ نے اپنے شیخ سے یہ قصہ نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ تین دن کے بعد کھایا پھر بھی شرابی کے کھانے سے کھایا۔ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ کھانا پیٹ میں نہ رہ سکا۔ اب تین دن اور بھوکے رہو اور جو غیب سے آئے اس کو کھاؤ۔ تین دن گزرنے کے بعد کچھ نہ آیا ضعف بے حد غالب ہو گیا۔ شدت بھوک میں کچھ کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈال لیں وہ شکر بن گئیں۔ شیخ نے یہ سمجھ کر کہ کہیں دھوکا نہ ہو ان کو تھوک دیا۔ تھوڑی دیر میں پھر شدت بھوک سے مجبور ہو کر کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈالیں وہ بھی شکر بن گئیں

ایسے ہی تین مرتبہ ہوا۔ صبح کو حضرت شیخ سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بہتر کیا وہ کھالیا۔ اسی دن سے آپ کو گنج شکر کہنے لگے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ

ساتویں دن حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے کہ بھوک کی وجہ سے گر پڑے اور منہ کوٹھی لگ گئی۔ وہ مٹی شکر بن گئی۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ۔

ایک سوداگر سے شکر مانگی اس نے کہا کہ میرے پاس تو نمک ہے۔ آپ نے فرمایا نمک ہی ہوگا دیکھا تو وہ شکر نمک بن گیا تھا۔ اس پر اس سوداگر نے معذرت کی جس پر وہ شکر کے ساتھ بدل دی گئی۔

اس کے علاوہ اور بھی وجوہ مشہور ہیں۔

کثرت مجاہدہ

آپ نے مجاہدات ابتداء میں بہت کئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے کنویں کا مجاہدہ بھی کیا ہے۔ اور جب کوئی جانور کبوتر، کوا وغیرہ اس کی من پر آتا یا آپ کے پاؤں پر بیٹھ کر ٹھونگ مارتا تو آپ یہ شعر پڑھتے۔

کاگاسی تن کھائیو اور چن چن کھائیو ماس
دو نینا مت کھائیو کہ پیا ملن کی آس

ڈاڑھی کے بال کا تعویذ

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ۔

شیخ کی ڈاڑھی میں ایک بال ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو میں استبراماً تعویذ کے لئے اس کو لے لوں۔ حضرت نے اجازت فرمادی تو میں نے اس کو لے لیا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر رکھ لیا۔ جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو میں وہ تعویذ اس کو دے دیتا۔ جب اچھا ہو جاتا تو واپس کر دیتا۔ اسی طرح میں نے اس کے بہت سے اثرات دیکھے۔ اتفاقاً ایک دوست زادہ بیمار ہوا اس نے طلب کیا میں نے ہر چند اس کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملا اس بیچارہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک مرتبہ کسی دوسرے کے واسطے تلاش کیا تو اسی طاق میں سے مل گیا۔ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اس بیچارہ کی موت ہی مقدر تھی جس وجہ سے یہ تعویذ نہ مل سکا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے تعریفی کلمات

آپ کے دادا پیر حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ نے آپ کے بارے میں بڑے تعریفی کلمات فرمائے ہیں ایک مرتبہ فرمایا کہ۔

یہ ایک شمع ہے جو درویشوں کے گھر کو منورہ کرے گی۔ اور اپنے وقت کا غوث و قطب ہوگا۔ جب حضرت خواجہ قطب الدینؒ کا وصال ہونے لگا تو انہوں نے آپ کو بلایا اور اپنی نیابت کی وصیت فرمائی۔ آپ پر فقر غالب تھا۔ اہل و عیال کو بھی بارہا بھوکا رہنے کی نوبت آتی تھی۔

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ کا مقولہ

آپ کا مقولہ ہے کہ۔

”جب گدڑی پہنے تو سمجھ لینا چاہئے کہ کفن پہن رہا ہے۔“

دل تو یہاں دے رکھا ہے اور کہاں جاؤں

ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان کے شیخ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مہمان ہوئے۔ مہمان اور میزبان دونوں کی چار پائیاں ایک ہی حجرہ میں تھیں۔ خواجہ فرید الدین معمول کے مطابق رات کو اپنے شیخ یعنی خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دبانے کے لئے گئے۔ شیخ نے اپنے شیخ یعنی خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ چند منٹ پاؤں دبا کر اپنے شیخ کے پاس آ گئے اور فرمایا ”دل تو یہاں دے رکھا ہے اور کہاں جاؤں“ اس پر خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”میاں قطب الدین اس کو تو کچھ دے دو۔“

وفات

حضرت شیخ کی وفات ۵ محرم ۶۶۲ھ یا ۶۶۸ھ سنہ شنبہ کو ہوئی۔ اور بقول صاحب فرشتہ ۶۶۰ھ میں ہوئی۔ پاک پٹن ضلع ملتان میں آپ کا مزار ہے۔ جو لاہور اور ملتان کے درمیان ہے۔

خلفاء

حضرت شیخ کے خلفاء کی تعداد اس قدر زائد ہے کہ مطولات بھی اس کا احاطہ نہ کر سکیں۔ ستر ہزار تک شمار بتلایا جاتا ہے ”جواہر فریدی“ میں حضرت کے خلفاء کی تعداد پانچ سو چوراسی لکھی ہے۔ ان سب میں مشہور زمانہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ ہیں جن کا تذکرہ ہو چکا۔

شیخ خواجہ قطب الدین بختیاری کا کی

حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ خواجہ قطب الدین بختیاری کا کی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء مستجاب الدعوات بزرگوں میں ہیں۔

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

ولادت باسعادت

قصبہ اوش جو، ماوراء النہر کے قصبات میں سے ہے۔ آپ کا مسکن ہے۔ آپ کی ولادت قصبہ اوش میں ۵۸۲ھ میں ہوئی۔ ولادت اگرچہ آدھی رات کو ہوئی تھی۔ لیکن انوار کی کثرت نے دیکھنے والوں پر دن کا شبہ کر دیا تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی کہ آپ کے والد سید کمال الدین احمد بن سید موسیٰ نے انتقال فرمایا۔ آپ کو آپ کی والدہ نے پرورش کرنا شروع کیا۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے کسی معلم کے حوالہ کرنے کے لئے ہمسایہ

کے ساتھ آپ کو بھیجا۔ راستہ میں ایک بزرگ ملے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اس لڑکے کو کہاں لے جاتے ہو۔ اور یہ جواب سن کر کہ تعلیم کے لئے مکتب لے جا رہا ہوں۔ فرمایا کہ میرے حوالہ کرو میں ایک معلم کے پاس بٹھا دوں گا۔ ہمسایہ نے ان کے حوالہ کر دیا۔ وہ بزرگ خواجہ ابو حفص اوشی قدس سرہ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ احکم الحاکمین کا حکم ہے کہ اس لڑکے کو توجہ سے پڑھاؤ۔ اور یہ فرما کر چلے گئے۔ حضرت استاد نے وسعت شفقت پھیر کر شاگرد سے فرمایا کہ بڑے صاحب نصیب ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام تمہیں میرے حوالہ فرما گئے ہیں۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جب خواجہ قطب الدین قصبہ اوش میں پہنچے تو آپ کی عمر چار سال چار ماہ کی تھی۔ آپ حضرت شیخ کی خدمت میں علم ظاہری کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے تختی لے کر کچھ تحریر فرمانے کا ارادہ کیا کہ ندائے غیبی سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب کی تحصیل ظاہری قاضی حمید الدین ناگوری کے حوالہ ہے۔ اس لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تختی رکھ دی۔ اس کے بعد قاضی حمید الدین صاحب سے آپ نے کلام مجید ختم فرمایا۔ تعلیم الدین میں یہ واقعہ بہت مختصر الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ۔

ہاتف غیبی کی آواز سے قاضی حمید الدین ناگوری چشم زدن میں آنکھیں بند کر کے وہاں پہنچے۔ تختی لے کر پوچھا اے قطب الدین کیا لکھوں فرمایا لکھو ”سبحان الذی اسرئ بعبدہ الآیۃ“ قاضی صاحب نے متعجب ہو کر پوچھا تو کہا پندرہ پارے والدہ سے میں نے یاد کئے ہیں۔ بس چار دن میں قرآن شریف ختم کرادیا۔

حضرت نے علوم ظاہری کی تکمیل بہت جلد فرمائی۔

بیعت و ارشاد

بلوغ کے قریب ہی علوم باطنیہ کا شوق ہوا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ بعض لوگوں نے ۵۷۵ھ کو مسجد ابو اللیث میں آپ کا بیعت ہونا تحریر کیا ہے سترہ سال کی عمر میں خرقہ اجازت حاصل کر لیا۔ آپ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے اول خلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ ہی کے ارشاد سے دہلی قیام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم ارواح میں خواجہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم فرمایا تھا کہ۔

قطب الدین خدا کا دوست ہے اس کو خرقہ پہناؤ۔ اور

دہلی کی ولایت بھی بحکم الہی متعین کی گئی تھی۔

اپنی حاضری آستانہ شیخ پر اوائل رمضان ۵۸۴ھ لکھی ہے۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ پیدائش اس سے پہلے ہوئی جو لکھی گئی۔ آپ دہلی کے قیام میں ایک مرتبہ اجمیر حاضر ہوئے تو اہل دہلی کو آپ کی مفارقت سخت گراں ہوئی۔ حضرت شیخ کی خدمت میں التجاء و اصرار کیا۔ حضرت نے جلد دہلی کو واپس کر دیا۔ حضرت اکثر غیاث پور سے حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کو جاتے۔ ایک مرتبہ دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ میرے آنے کی نہ معلوم خواجہ صاحب کو خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ جب مزار کے قریب پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے تو صراحتہً دیکھا کہ آپ کی قبر پر حاضر ہوں اور حضرت فرما رہے ہیں۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

مجھے اپنے مثل زندہ سمجھو، میں اپنی جان کے ساتھ آتا ہوں اگر تم اپنے بدن کے ساتھ آتے ہو۔

معمولات

ہر شب کو علاوہ دیگر معمولات کے تین ہزار مرتبہ درود شریف بھی آپ کا معمول تھا۔ نکاح کے زمانہ میں بیوی کی ملاطفت کو مقدم سمجھ کر دو تین روز معمول پورا نہیں کر سکے کہ انیس احمد نامی ایک خادم تھا اس نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا عالیشان محل ہے۔ اس کے باہر بڑا مجمع اکٹھا ہو رہا ہے لیکن اندر کوئی نہیں جاتا ایک پستہ قد بزرگ ہیں جو اندر باہر آتے جاتے ہیں تحقیق سے معلوم ہوا کہ مکان میں حضور اقدس فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور یہ بزرگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو باہر والوں کے پیام لے جاتے ہیں۔ ان انیس احمد نے بھی تمنائے زیارت کا اظہار کیا اور درخواست اجازت کی پیش کی۔ وہاں سے حکم ہوا کہ تم میں ابھی زیارت کی اہلیت نہیں۔ البتہ قطب الدین سے سلام کہو اور یہ کہو کہ تین دن سے تمہارا تحفہ نہیں پہنچا۔

سورکت نوافل روزانہ آپ کا معمول تھا۔ آپ پر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ کوئی شخص جب حاضر خدمت ہوتا تو آپ کو دیر تک اس کے آنے کا علم نہیں ہوتا۔ آپ کے خوارق و کرامات بہت ہیں۔

وفات

ایک مرتبہ کسی شخص سے یہ شعر سنا۔

کشنگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ سن کر حضرت چار روز سکر کی حالت میں رہے اور پانچویں روز انتقال فرمایا۔

نماز جنازہ پڑھانے کے لئے شرط

آپ کا جب وصال ہوا تو خواجہ شمس الدین التمش سلطان دہلی نے آپ کو غسل دیا اس کے بعد آپ کے خلیفہ خواجہ ابوسعید تبریزی نے حضرت کی یہ وصیت سنائی کہ۔

”میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھاوے جس نے کبھی

حرام کے لئے کمر بند نہ کھولا ہو۔ سنت عصر اور تکبیر اولی جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو۔“

یہ سن کر تھوڑی دیر سکتہ کا عالم رہا۔ اس کے بعد سلطان شمس الدین آگے بڑھے اور فرمایا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ کوئی شخص میرے حال پر مطلع نہ ہو مگر حضرت شیخ نے اظہار فرمادیا۔

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ نے اپنے ایک ملفوظ میں اس قصہ کو ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

”حضرت شیخ نے یہ وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ وہ

شخص پڑھائے جس کی ساری عمر نامحرم پر نظر نہ پڑی ہو۔ بڑے

بڑے لوگ موجود تھے اور سب حیران تھے کہ ایسے شخص کو کہاں تلاش

کریں آخر کار جب لوگ مایوس ہو گئے تو مجبوراً سلطان التمش کو ظاہر

کرنا پڑا۔ اور فرمایا کہ صاحبو! اگر حضرت ارشاد نہ فرماتے تو کبھی

میں ظاہر نہ کرتا۔ مگر جب شیخ ہی نے پردہ فاش کر دیا تو کہتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھ کو نصیب کی ہے اس کے بعد انہوں نے شیخ

کی جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (القول الجلیل)

کاکا کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ

مشہور ہے کہ آپ کا لقب ”کاکا“ اس وجہ سے مشہور ہوا کہ جب دہلی میں

رہنے لگے تو کسی سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے تھے اور خود مستغرق رہتے تھے۔ ان ایام

میں آپ کے یہاں کوئی غلام باندی نہیں تھی۔ ایک مسلمان دوکاندار شرف الدین نامی

آپ کا ہمسایہ تھا۔ اور اس کی عورت کبھی کبھی آپ کی اہلیہ کے پاس آتی تھی۔ ایک

مرتبہ حضرت کے یہاں کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی ایک دو وقت کے فاتے بھی

ہو چکے تھے۔ حضرت کی اہلیہ نے اس عورت سے نصف ٹکے یا کم و بیش قرض لیا۔ ایک

روز اس عورت نے اہلیہ محترمہ سے کہا کہ اگر ہم تمہیں قرض نہ دیں تو تم بھوکے مر جاؤ۔

یہ بات اہلیہ کو گراں گذری۔ اور عہد کر لیا کہ آئندہ ہر گز قرض نہیں لیں گی۔ ایک روز

فرصت پا کر حضرت سے بھی یہ بات عرض کر دی۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل کے بعد

فرمایا کہ اس عورت سے کوئی چیز قرض نہ لینی چاہئے اور ایک طاق کی طرف اشارہ کر

کے فرمایا کہ ضرورت کے وقت بسم اللہ پڑھ کر اس میں سے کاک نکال لیا کرو اور جس کو

چاہو دے دیا کرو۔ چنانچہ اہلیہ محترمہ اس میں سے کاک نکالتی رہتیں اور بانٹ دیا کرتیں۔

تاریخ وفات و مدت عمر

حضرت شیخ کا وصال ۱۲ یا ۲۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ یا ۶۳۳ھ بروز دوشنبہ، پچاس یا باون یا چوہتر سال کی عمر میں ہوا ہے اور قصبہ مہرولی جو دہلی سے قطب صاحب کی جانب ہے وہاں آپ کا مزار ہے۔ اول ایک زمانہ تک بالکل کچا رہا۔ گنبد وغیرہ بھی کچھ نہیں تھا۔ مگر ۹۴۸ھ سے وہاں کچھ عمارت گنبد وغیرہ بننا شروع ہوئی۔

خلفاء

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بہت زیادہ ہیں۔ بائیس تک کے نام بھی کتابوں میں درج ہیں۔ لیکن سلسلہ صرف ان تین حضرات سے جاری ہوا۔
خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ خضر قلندر ان کے علاوہ خواجہ شمس الدین التمش سلطان دہلی بھی حضرت کے مشاہیر خلفاء میں تھے اور سب سے زیادہ مشہور خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن کا تذکرہ اوپر گذرا۔



حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے شیخ و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ ہیں۔

ولادت

آپ کے والد ماجد کا اسم شریف غیاث الدین سنجر تھا آپ کی پیدائش باتفاق اہل تواریخ ۵۳۷ھ کو ایران کے علاقہ ستیان قصبہ سنجر میں ہوئی۔

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کا افتتاح

آپ ہندوستان کے امام الطریق تھے۔ آپ ہی سے ہندوستان میں علوم معرفت کا افتتاح ہوا اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا اور ہندوستان میں نوے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ آپ کا نسب گیارہ پشت پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ کے کمالات بحر لا متناہی ہیں۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ جس پر نظر ڈالتے تھے صاحب معرفت ہو جاتا تھا۔

وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پر

کسی کے بس کا تیرا تیرے بے کماں نہ ہوا

علوم ظاہریہ و باطنیہ دونوں میں کمال حاصل تھا۔ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی جب کہ آپ کے والد نے انتقال فرمایا۔

سلوک کی ابتداء

تقسیم وراثت میں آپ کے حصہ میں ایک باغ آیا اس کی نگرانی آب پاشی

وغیرہ خاص طور سے فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ اس میں مشغول تھے کہ ایک مجذوب ابراہیم باغ میں تشریف لائے حضرت شیخ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کے لئے کچھ انگور اور کچھ پھل لے کر آئے۔ ابراہیم مجذوب نے اپنے دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہ کو دیا۔ جس کے کھاتے ہی باغ میں ایک نور ظاہر ہوا اور حضرت خواجہ کی حالت دیگر گوں ہو گئی۔ دنیا سے بالکل منقطع حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ کی طرف خاص کشش پیدا ہو گئی باغ وغیرہ فروخت کر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور سفر کے لئے چل دیئے اول سمرقند پہنچے۔ وہاں حفظ قرآن اور تعلیم علوم ظاہری میں مشغول رہے اس سے فراغت کے بعد عراق تشریف لے گئے اور قصبہ ہارون میں پہنچ کر خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوئے اور ایک ہی دن میں تکمیل ہو گئی اور ساتھ ہی ساتھ حضرت شیخ کی توجہ سے سب علوم حاصل ہوئے اور اس کے بعد امتثال امر کی وجہ سے بیس سال حضرت کی خدمت میں اور رہے۔

اتباع سنت کا ایک واقعہ

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ اپنے

ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

میں نے بزرگان سلف کے تذکرے دیکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کی حالت اور طرز وہ نہ تھا جو آج کل

کے اکثر مشائخ کا ہے۔ ان مشائخ کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اتباع شریعت کو وصول الی اللہ کے لئے چنداں ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا اعتقاد ہے کہ شریعت اور ہے۔ طریقت اور ہے۔ بلکہ بزرگان سلف کا حال تقویٰ طہارت اور اتباع سنت میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا سا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بار آپ وضو کرنے میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے تو غیب سے آواز آئی کہ محبت رسول کا دعویٰ اور سنت رسول کا ترک! آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

اور لکھا کہ۔

آپ کی یہ حالت تھی کہ جہاں آپ آگ دیکھتے تو کانپ اٹھتے کہ کہیں قیامت کے روز اس کی سزا نہ ہو۔ تو اتباع سنت میں ان حضرات کا وہی حال تھا جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا۔

حضرت شیخ ہندوستان کی ولایت پر آپ کو مامور فرما کر حج کو تشریف لے گئے حضرت کے یہاں سے واپسی پر مشاہیر مشائخ، شیخ نجم الدین کبریٰ اور حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی وغیرہ حضرات کی زیارت و فیوض سے متمتع ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے۔

خوارق و کرامات

حضرت شیخ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ یہ مختصر رسالہ ان کا متحمل نہیں۔ از انجملہ۔

ایک مرتبہ حضرت اپنے دوران سفر میں ہرات تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شیعہ امیر تھا۔ وہ اس قدر متعصب واقع ہوا تھا کہ حضرات شیخین کے نام پر اگر کوئی شخص نام رکھتا تھا تو اس کو قتل کر دیتا تھا۔ حضرت شیخ کا گذر اس کے خاص باغ میں ہوا۔ وہاں جب لب حوض تشریف فرما ہوئے وہ شخص باغ میں آیا اور حضرت کو لب حوض دیکھ کر غضبناک ہو کر کسی تکلیف دہی کا ارادہ کیا حضرت نے اس پر ایک نگاہ ڈالی وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ حضرت شیخ نے تھوڑی دیر میں اس پر حوض کا پانی ڈالا جس سے وہ ہوش میں آیا۔ لیکن اس حالت میں کہ سخت معتقد تھا اور مع اپنے اراکین کے حضرت سے بیعت ہو گیا۔ اور خلافت ظاہری و باطنی سے آپ کا نائب و امیر بنا۔ ایک بڑی رقم نذرانہ کی پیش کرنا چاہی۔ مگر حضرت نے یہ فرمایا کہ یہ مال تمہارا نہیں، تمہیں حق نہیں واپس کر دیا۔ اس سفر میں اور بھی بہت سی کرامتیں حضرت سے صادر ہوئیں۔

قیام اجمیر شریف

حضرت تمام سفر سے، ہر جگہ کے اکابر و مشائخ سے تحصیل فیوض کرتے ہوئے ۱۰ محرم ۱۱۵۶ھ کو اجمیر شریف رونق افروز ہوئے۔ وہاں سے پہلے مرید حضرت کے میر سید حسین صاحب تھے جو اول مذہب شیعہ رکھتے تھے بعدہ اس سے تائب ہو کر حضرت سے بیعت ہوئے اور کمال حاصل کیا اور اس کے بعد ہزار ہا خلقت داخل سلسلہ ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہندوستان تشریف لائے اجمیر کی

لعین حضرت نے ظاہر ہے کہ ارشاد ہی سے کی ہوگی۔ وہاں کے تشریف لے جانے اور قیام کا قصہ طویل اور مشہور ہے اس لئے اس کو مختصر کرتا ہوں کہ۔

حضرت وہاں تشریف لے گئے اور آبادی سے باہر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے کہ ساربان نے عرض کیا کہ یہ شاہی اونٹوں کی جگہ ہے اس جگہ سے تشریف لے جائیں۔ آپ وہاں سے اٹھ کر رانا ساگر نامی تالاب کے قریب تشریف لے گئے اور جا کر تشریف فرما ہوئے۔ لیکن اونٹ اپنی جگہ کچھ ایسے سل گئے کہ اٹھ نہ سکے۔ ساربان نے راجہ پرتھوی راج سے جا کر قصہ سنایا اور شکایت کی۔ اس نے کہا کہ بغیر اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اس درویش کے پاس جا کر پاؤں پکڑ لئے جائیں۔ راجہ خود بھی بہت سی زکیں اٹھا چکا تھا۔ جس ساحر جادوگر کو بلاتا وہی نہ صرف ناکام بلکہ حضرت کا معتقد مرید ہو جاتا۔

رانا ساگر نامی تالاب پر ایک گائے ذبح کی۔ کفار نے حملہ کیا مگر شکست کھائی اس کے بعد وہ لوگ اپنے دیو کے پاس شکایت لے کر گئے اس نے کئی مرتبہ جادو کیا لیکن اس کا کوئی بھی اثر حضرت پر نہیں ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ دیو بھی اسلام لایا۔ بالآخر مجبور ہو کر راجہ نے مزاحمت چھوڑ دی اور حضرت شیخ نے جنگل سے آبادی میں قیام فرمایا۔

حضرت کثیر المجاہدہ تھے۔ ستر سال رات کو نہیں سوئے۔ آپ کے کمالات بیان و تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کے کمال کی انتہا ہے کہ آپ کے شیخ آپ کی بیعت پر

فخر فرماتے تھے۔

جود و سخاوت

حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ۔
میں بیس سال حضرت کی خدمت میں رہا ہوں۔ کبھی کسی کو
حضرت نے انکار نہیں فرمایا۔ جب کوئی شخص کچھ مانگنے آتا حضرت
مصلیٰ کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو اس کی قسمت کا ہوتا وہ اس کو مرحمت
فرمادیتے۔
آپ کا یہ بھی بیان ہے کہ۔

”میں نے اس عرصہ میں حضرت کو غصہ ہوتے نہیں دیکھا“

ارشادات

آپ کا مقولہ ہے کہ۔
”معرفت حق کی علامت ہے کہ خلقت سے بھاگنے لگے۔“
فرمایا کرتے تھے کہ۔

”اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے۔ اور شقاوت
کی علامت یہ ہے کہ آدمی بتلائے معصیت ہو اور پھر بھی اپنے
آپ کو مقبول سمجھے“

حضرت کا مقولہ ہے کہ۔

بیس سال میں نے حضرت شیخ کی خدمت سے نفس کو
مہلت نہیں لینے دی۔ نہ رات کی خبر ہوتی تھی نہ دن کی۔ حضرت شیخ

نے جب میری خدمت کی طرف توجہ فرمائی تو وہ بے انتہاء نعمت عطا
فرمائی کہ اس کا بیان بھی ناممکن ہے۔ اور یہ فرمایا کہ جو کچھ ملتا ہے
خدمت سے ملتا ہے۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ مرید ثابت قدم کب ہوتا ہے؟ آپ
نے فرمایا۔

”جب فرشتہ بیس سال تک کوئی برائی اس کے نامہ اعمال
میں نہ لکھے“

وفات

آپ کی وفات سلطان اتمش کے دور میں ہے اور تاریخ وفات قول جمہور اہل
تاریخ ۶ رجب یوم دوشنبہ ہے۔ بعض لوگوں نے ۳۰ رزی الحجہ بھی کہی ہے۔ مگر صحیح پہلا
ہی قول ہے۔ لیکن سن وفات میں سخت اختلاف ہے ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۴ھ اتنے
اقوال ہیں۔

عمر میں بھی چند قول ہیں۔ بعض نے چھیانوے اور بعض نے ایک سو چار اور
بعض نے ایک سو سات سال بتائی ہے۔ مزار اجمیر شریف میں ہے۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد بے حد ہے مشاہیر بھی تیرہ، چودہ ہیں۔ سب میں
زیادہ خاص اور مشہور حضرت شیخ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ ہیں جن کا
تذکرہ اوپر ہوا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے اوپر کا سلسلہ اور ہر ایک کا مختصر تعارف
 حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سبزی قدس سرہ سے اوپر کا سلسلہ اس طرح
 ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ
 علیہ (وطن قصبہ ہارون از نواحی نیشاپور وفات ۵۳۳ھ بقول بعض ۵۹۰ھ،
 مزار مکہ معظمہ) از حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات
 رجب ۵۸۲ھ مزار زندنہ از قری، بخارا یا در شام یا در قنوج) از حضرت خواجہ قطب
 الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ (نسب حسنی، وطن چشت، وفات نمرہ رجب
 ۵۲۷ھ در زمانہ مزار الدین۔ مزار چشت) از خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی بن
 سماعن رحمۃ اللہ علیہ (وفات نمرہ جمادی الاولیٰ ۴۵۹ھ قائم باللہ کی خلافت میں مزار
 چشت) از حضرت ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ (نسب سید حسنی وطن چشت وفات
 ۳۵۵ھ مزار چشت) ابو اسحق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۰۴ھ رجب الاول ۳۲۵ھ)
 از حضرت ممشاد علودینوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۰۹ھ محرم ۳۹۹ھ مزار بمکہ میں جو شام
 کے شہروں میں سے ایک شہر ہے) از حضرت ہبیرہ البصری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۷
 شوال ۲۷۹ھ مزار بصرہ) از حضرت حذیفہ مرغشی (وفات ۱۴۱ھ یا ۲۴۱ھ شوال ۱۸۲ھ
 مزار بعض کے نزدیک بصرہ) از حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ (وفات
 ۲۶۹ھ یا ۱۷۵ھ) از حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۰۴ھ محرم
 ۱۸۷ھ مکہ مکرمہ میں مزار مکہ معظمہ) از حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ
 (وفات ۲۷۷ھ صفر ۶۷۱ھ یا ۱۸۶ھ مزار بصرہ) از امام الاولیاء حضرت امام حسن
 بصری رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وطن مدینہ منورہ وفات ۴۰۴ھ)

محرم یا رجب ۱۱۰ھ مزار بصرہ) از حضرت سیدنا امیر المؤمنین خلیفہ چہارم علی بن ابی
 طالب کرم اللہ وجہہ (نسب بنی ہاشم وطن مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ وفات ۲۱ رمضان
 المبارک ۴۰ھ مزار نجف شریف یا کسی اور جگہ)۔
 از حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم و علی آلہ واصحابہ و اتباعہ الی یوم الدین۔
 حضرت قطب عالم شیخ المشائخ شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا شجرہ حضرت خواجہ
 معین الدین چشتی قدس سرہ تک اس طرح ہے۔
 قطب عالم شیخ المشائخ معین الدین زمانہ حضرت شیخ زکریا صاحب (ولادت
 ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شب پنج شنبہ گیارہ بجے) از حضرت شیخ مولانا غلیل احمد
 صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ (ولادت او آخر صفر ۱۲۶۹ھ وفات ۱۵ ربیع الثانی
 ۱۳۴۶ھ چہار شنبہ مزار مدینہ منورہ جنت البقیع) از قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید
 احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ (ولادت ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ بروز دو شنبہ
 بوقت چاشت وفات ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ بوقت آذان جمعہ مزار گنگوہ
 شریف) از حضرت سید الطائفۃ شیخ العرب واجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس
 سرہ (ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ بروز شنبہ بمقام قصبہ نانوتہ، وفات ۱۳ جماد الاخریٰ
 ۱۳۱۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت آذان صبح، مزار جنت المعلیٰ) از حضرت میاں جی نور محمد
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲۰۱ھ وفات ۴ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ) از
 حضرت الشیخ الحاج عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ
 پنجتار ملک ولایت میں مزار بتایا جاتا ہے) از حضرت شاہ عبدالباری صدیقی رحمۃ اللہ
 علیہ ابن شیخ ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۲۸ محرم یا ۱۱ شعبان ۱۲۳۶ھ بروز جمعہ مزار

امروہہ) از شیخ عبدالبہادی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/رجب ۱۰۸۴ھ بروز چہار شنبہ بمقام مروہہ محلہ فرشیان وفات ۴/رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ بروز جمعہ تدفین بریلی میں ہوئی مگر پھر مروہہ منتقل کئے گئے اب مروہہ ہی میں شیخ ظہور اللہ صدیقی کے باغ میں مزار ہے) از حضرت شاہ عضد الدین رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲/رجب ۱۰۷۷ھ وفات ۲۷/رجب ۱۱۷۰ھ یا ۱۱۷۱ھ مزار مروہہ) از حضرت شاہ محمد کی جعفری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۱/رجب مزار مروہہ) از حضرت مولانا الشیخ محمدی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/شوال ۱۰۲۱ھ وفات ۳/رجب ۱۱۰۷ھ مزار محلہ موتی کٹرہ لوہ آگرہ) از حضرت مولانا الشیخ خواجہ محبت اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۹/رجب ۱۰۵۴ھ یا ۱۰۵۸ھ بروز پنج شنبہ بوقت غروب آفتاب مزار الہ آباد) از حضرت شاہ ابوسعید نعمانی الشیر وانی گنگوہی قدس سرہ (وفات ۲/ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ مزار گنگوہ شریف) از حضرت شیخ نظام الدین العمری التھانیری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۸/رجب ۱۰۲۲ھ یا ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ مزار بلخ) از حضرت شیخ جلال الدین بن محمود عمری تھانیری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۸۹۴ھ وفات ۱۲/یا ۲۲/ذی الحجہ ۹۸۰ھ یا ۹۸۹ھ بروز جمعہ، وبقول صاحب نزہۃ الخواطر ۹۶۹ھ) از شیخ المشائخ شاہ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ (ولادت ۸۶۰ھ وفات جمادی الاخریٰ ۹۴۴ھ بروز سہ شنبہ بحالت نماز مزار گنگوہ شریف) از حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ وفات ۱۷/صفر ۸۹۸ھ از شیخ عارف قدس سرہ (وفات ۸۵۹ھ) از حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہ (وفات ۱۵/جمادی الاخریٰ ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ مزار قصبہ ردولی) از حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء (ولادت ۶۹۵ھ وفات ۱۳/ربیع الاول یا ماہ ذی قعدہ ۶۱۵ھ مزار پانی پت) از حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ

(وفات ۱۵۷۵ھ بقول بعض ۱۶۷۵ھ یا ۱۸۷۵ھ وغیرہ مزار پانی پت) از حضرت خواجہ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ (ولادت ۵۹۲ھ وفات ۱۳/ربیع الاول ۶۹۰ھ پیران کلیری متصل رڑکی ضلع سہارنپور میں مزار ہے) حضرت خواجہ قدس سرہ سے اوپر کا شجرہ ذکر کیا جا چکا۔

شجرہ چشتیہ صابریہ، امدادیہ، رشیدیہ، خلیلیہ

منظوم درج ذیل ہے۔

یا الہی کن مناجا تم بفضل خود قبول از طفیل اولیائے خاندان صابری
شاد فرماں روح شاں از رحمت و رضوان خود در جوارت دار ایشان را بقرب دائمی
ذکر قلبی کن عطا اے قادر مطلق مرا بہر مولانا زکریا صاحب سر نبی
بہر مولانا خلیل احمد ملا ذی فی غدی ہم رشید احمد رشید با صفا وسیدی
بہر امداد و بنور حضرت عبد الرحیم عبد باری عبد ہادی عضد دیں مکی ولی
ہم محمدی و محبت اللہ شاہ بو سعید ہم نظام الدین جلال عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال شمس دیں ترک و علاؤ الدین فرید جو دھنی
قطب دیں و ہم معین الدین عثمان و شریف ہم بمودود ابو یوسف محمد احمدی
بو سحاق و ہم بمشادو، و ہمیرہ نامور ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں سید الکوین فخر العالمین بشری نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش

بہر ذات خود شغایم وہ زامراض دلی

نقشبندی

جو سلسلہ شیخ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ سے چلا اس کو نقشبندیہ کہاجاتا ہے۔

خاندان نقش بندہ

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ ۴ / محرم الحرام ۷۱۸ھ بروز دوشنبہ بعد نماز عصر شہر بلخ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ / رجب ۷۴۲ھ بروز چہار شنبہ بوقت قریب عصر حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس سرہ (ولادت ۱۱ / جمادی الاخریٰ ۷۶۲ھ بروز جمعہ وقت صبح صادق، وفات ۲۰ / جمادی الاولیٰ ۸۲۷ھ بروز پنج شنبہ قبل نماز ظہر مزار سوخارہ عرف سوہار) سے اجازت و خلافت ملی۔ اور ۳ / یا ۱۵ / جمادی الاولیٰ ۹۱۷ھ بروز دوشنبہ وقت شب وفات پائی۔

متعدد حضرات کو آپ سے اجازت و خلافت ملی۔ مگر ان سب میں حضرت خواجہ یعقوب چرخئی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہوئے ہیں اور زیادہ تر سلسلہ انہیں سے چلا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ زکریا شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضرت شیخ المشائخ مولانا عبد القدوس صاحب قدس سرہ تک سلسلہ وہی ہے جو شجرہ چشتیہ میں مذکور ہوا۔ ان سے آگے مختلف ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت شیخ قطب عالم شاہ عبد القدوس صاحب قدس سرہ

﴿۱﴾ (جن کی ولادت شریفہ ۲۳ / جمادی الاخریٰ ۸۴۲ھ بروز دوشنبہ عشاء کے وقت ردولی شریف میں ہوئی۔ ۲۳ / جمادی الاخریٰ ۹۴۵ھ بروز دوشنبہ بوقت ظہر بعد نماز وصال فرمایا گنگوہ شریف میں مزار ہے)

﴿۲﴾ از حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی قدس سرہ (ولادت ۲۵ /

شوال ۸۷۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت عصر بمقام مدراس۔ وفات ۱۶ / محرم الحرام

۸۹۶ھ بروز پنج شنبہ بعد مغرب، مزار فیض آباد)

﴿۳﴾ از حضرت سید بدھن بہراچی (ولادت ۲۴ / رجب ۷۲۴ھ بروز چہار شنبہ بعد ظہر نواب کج ملک اودھ میں ہوئی وفات ۱۳ / شوال ۸۹۹ھ بروز پنج شنبہ بوقت اشراق مزار بہرائچ۔

﴿۴﴾ از حضرت سید اجمل امجد ابدال رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵ / جمادی الاخریٰ ۷۴۳ھ بروز چہار شنبہ بوقت عشاء بہ شہر بدخشاں۔ وفات ۲۲ / جمادی الاخریٰ ۸۵۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت صبح صادق۔

﴿۵﴾ از حضرت شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ۔ ﴿۶﴾ از حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴ / رمضان المبارک ۸۰۶ھ بروز پنج شنبہ وقت ظہر بمقام بخارا کہنہ وفات ۲۶ / ربیع الاول ۸۹۵ھ بروز دوشنبہ بوقت شب مزار سمرقند)

﴿۷﴾ از حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخئی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ / شعبان ۸۷۷ھ بروز چہار شنبہ بعد عصر بمقام برقہ وفات ۵ / صفر ۸۷۷ھ بروز دوشنبہ قبل نماز عصر، مزار سوہار)

﴿۸﴾ از خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

﴿۹﴾ از امام الطریق خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴ / محرم

۷۱۸ھ بروز دوشنبہ بعد نماز عصر بمقام بلخ وفات ۳ / ربیع الاول ۸۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱ / ضیاء القلوب ص: ۶۳ میں واسطہ مذکور ہے اور تاریخ آئینہ تصوف میں یہ واسطہ مذکور نہیں بلکہ سید اجمل امجد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ مذکور ہے ملاحظہ ہو ص: ۱۶۶ تاریخ آئینہ تصوف نیز ضیاء القلوب ص: ۶۳ میں مولانا یعقوب چرخئی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان خواجہ علاؤ الدین بن عطار رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ مذکور ہے۔ مگر تاریخ آئینہ تصوف میں یہ واسطہ مذکور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۱ھ بروز دوشنبه بوقت شب مزار بخارا جدید)

﴿۱۰﴾ از حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱ جمادی الاخریٰ ۶۶۶ھ بروز جمعہ بوقت صبح صادق بمقام سوخارہ۔ وفات ۲۰ جمادی الاولیٰ ۸۶۱ھ بروز پنج شنبه قبل نماز ظهر۔ مزار مقام سوخارہ عرف سومار قریب کوه)

﴿۱۱﴾ از حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۵ رجب ۵۹۱ھ بروز سه شنبه بوقت تهجد بمقام طبرستان وفات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۶۴۱ھ بروز سه شنبه بوقت عشاء مزار بخارا۔

﴿۱۲﴾ از حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی^۱ یا رحمتی^۲ رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۶ شوال ۶۳۱ھ بروز چهار شنبه بعد عشاء بمقام خراسان وفات ۲۶ رذی قعدہ یا ۲۷ رمضان ۷۲۱ھ بروز دوشنبه بوقت فجر مزار کوه خوار زم)

﴿۱۳﴾ از حضرت خواجہ ابو الخیر محمود فغوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۸ شوال ۶۲۷ھ بروز سه شنبه بوقت تهجد بمقام فغوان وفات ۱۷ ربيع الاول ۷۱۵ھ بروز دو شنبه بعد نماز ظهر مزار بخارا کہنہ)

﴿۱۴﴾ از حضرت خواجہ محمد عارف ریوگڈی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۷ رجب ۵۵۱ھ بروز سه شنبه بوقت عصر بمقام ریوگڈہ وفات ۲۷ رجب یا غرہ شوال ۷۱۵ھ بروز چهار شنبه بوقت نصف شب مزار کوه دریوگڈہ)

﴿۱۵﴾ از حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲ شعبان ۴۳۵ھ بروز دوشنبه بوقت مغرب بمقام غجدوان، وفات ۱۲ ربيع الاول ۵۷۵ھ بروز دوشنبه بوقت مغرب مزار غجدوان)

﴿۱۶﴾ از حضرت خواجہ سید علی یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۷ صفر ۴۴۲ھ بروز جمعہ قبل نماز فجر بمقام دمشق وفات ۱۲ ربيع الاول یا ۲۷ رجب ۵۳۵ھ بروز چهار شنبه بوقت عشاء مزار مرو)

﴿۱۷﴾ از حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۳ رذی الحجہ ۳۳۴ھ بروز سه شنبه قبل نماز فجر بمقام فارمد وفات ۱۶ رذی الحجہ یا ربيع الاول ۴۷۷ھ بروز پنج شنبه بوقت دوپہر مزار طوس)

﴿۱۸﴾ از حضرت خواجہ امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۳ صفر ۳۵۷ھ بروز چهار شنبه بوقت تهجد بمقام ملتان۔ وفات ۲ ربيع الاول ۴۶۵ھ بروز چهار شنبه یا بروز سه شنبه بوقت نصف شب مزار ہرات)

﴿۱۹﴾ از حضرت خواجہ ابوعلی وقاق رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۷ صفر ۴۷۹ھ بروز سه شنبه بوقت عصر بمقام فیض آباد وفات ۱۳ محرم یا رذی قعدہ ۵۴۵ھ بروز سه شنبه بوقت فجر مزار نیشاپور)

﴿۲۰﴾ از حضرت خواجہ ابو القاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲ شعبان ۲۶۰ھ بروز چهار شنبه بوقت فجر بمقام خیر آباد وفات ۱۶ ربيع الاول ۳۶۷ھ بروز یک شنبه بوقت اشراق۔ مزار کوه سلطان الجوز)

﴿۲۱﴾ از خواجہ شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۲۲ شوال ۲۱۱ھ بروز دو شنبه بعد نماز فجر بمقام دمشق وفات ۲۶ رذی الحجہ ۳۳۴ھ بروز پنج شنبه بوقت مغرب مزار بغداد کہنہ)

﴿۲۲﴾ از حضرت شیخ الشیوخ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی قدس سرہ (ولادت ۱۱ شعبان ۵۷۷ھ بروز چهار شنبه بعد نماز عشاء بمقام کوفہ۔ وفات ۵ ربيع

الاول ۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ بوقت تہجد، مزار بغداد کہنہ)

﴿۲۳﴾ از خواجہ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲/ محرم ۱۰۶۱ھ بروز دوشنبہ بوقت نصف شب بمقام بعلبک - وفات ۳/ رمضان ۵۵۰ھ بروز پنج شنبہ بوقت صبح بعد نماز - مزار بغداد کہنہ)

﴿۲۴﴾ از حضرت شیخ کرنی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/ شوال ۱۲۳۳ھ بروز پنج شنبہ بوقت صبح بمقام تونس - وفات ۲/ ۲۰۰ھ بروز یک شنبہ بعد اشراق مزار بغداد) ﴿۲۵﴾ از شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۱/ صفر ۴۷۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت عصر - بمقام کاشان وفات ۱۹/ ذی قعدہ ۶۱۱ھ بروز شنبہ قبل عصر مزار بغداد کہنہ) ﴿۲۶﴾ از حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/ شوال ۲۵۰ھ بروز یک شنبہ بعد عصر بمقام اسفرائن - وفات ۱۷/ رجب ۱۳۷۱ھ بروز جمعہ بوقت صبح صادق - مزار بغداد کہنہ)

﴿۲۷﴾ از امام الاولیاء حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱/ رمضان ۱۲۳ھ بروز چہار شنبہ بوقت مغرب بمقام طائف وفات ۴/ ۱۱۰ھ بروز سہ شنبہ بوقت بعد نماز صبح مزار مبارک شہر سے ایک سو ایک قدم کے فاصلہ پر صحرائے بصرہ میں ہے)

﴿۲۸﴾ از امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ (ولادت ۱۸/ رجب عام الفیل سے تیس سال گزرنے کے بعد بروز جمعہ بوقت چاشت بعثت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دس سال چھ دن پہلے بمقام خانہ کعبہ وفات ۲۱/ رمضان ۴۰ھ شب یک شنبہ بوقت تہجد بمقام کوفہ مزار مبارک بمقام نجف اشرف یا کسی اور جگہ)

﴿۲۹﴾ از سید المرسلین حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ولادت باسعادت ۲/ ۸ یا ۹ یا ۱۲/ ربیع الاول عام الفیل بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق بمقام مکہ معظمہ

(زادہا اللہ شرفاً و کرامتاً) وفات ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت چاشت - مزار مقدس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدس میں مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامتاً) میں)

یہ جو شجرہ نقشبندیہ ذکر کیا گیا یہ ضیاء القلوب مصنفہ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے مطابق ہے۔

ورنہ تو تاریخ آئینہ تصوف میں شیخ خواجہ ابوالعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد از حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت شاہ ابوسعید اعرابی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ بایزید بسطامی طیفور شامی سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ از حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ از حضرت امام قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ از حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہوا: ص ۱۵۸ تا ص ۱۸۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سُہروردی

جو سلسلہ حضرت شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین ابو محمد عمر سُہروردی قدس سرہ سے چلا ہے اس کو ”سُہروردیہ“ کہا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین قدس سرہ

حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ ۲۱/ رجب ۵۳۹ھ (جیسا کہ ”تاریخ آئینہ تصوف“ میں ہے) (یا ۵۴۲ھ) (جیسا کہ ”تذکرۃ المصنفین“ مصنفہ مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیر آبادی بحوالہ ”خزینۃ الاصفیاء“ ہے) بروز چہار شنبہ بوقت

مغرب مدینۃ الاسلام بغداد شریف جدید میں ولادت ہوئی۔ آپ قریشی صدیقی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہویں پشت پر..... سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم

جب سن شعور کو پہنچے تو پڑھنا شروع کیا اور ۱۶ سال کی عمر میں علم صرف، نحو، منطق، معانی، فقہ، حدیث وغیرہ سے فراغت کے بعد کتب بنی کا بے حد شوق رہا۔ بالخصوص علم کلام سے ایسا شغف تھا کہ دن رات اس کے مطالعہ میں مستغرق رہتے۔

علوم باطنی

آپ کے چچا شیخ ابوالنجیب ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی جو آپ کے مربی و مرشد تھے۔ بار بار نصیحت کرتے کہ تم نے علوم ظاہری حاصل کر لئے۔ اب تمہیں علم طریقت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے لیکن آپ پر یہ نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر کار ایک روز شیخ ابوالنجیب آپ کو لے کر حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا حضرت! یہ میرا بھتیجہ علم کلام کا اس درجہ شائق ہے کہ پڑھ لینے کے باوجود ہر وقت اسی کے مطالعہ میں لگا رہتا ہے اور ایسا گرویدہ ہے کہ کسی کام کیلئے کہو تو قطعاً دھیان نہیں دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت غوث الاعظم نے اپنا ہاتھ آپ کے سینہ پر رکھا۔ اور پوچھا بیٹے بتاؤ! علم کلام میں تم نے کس کس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاتھ رکھنے کے بعد دفعتاً آپ کا یہ حال ہو گیا کہ علم کلام کا جو کچھ حصہ اپنے سینہ میں محفوظ کیا تھا سب کچھ یکلخت محو ہو گیا یہاں تک کہ

کتابوں کے نام بھی ذہن سے نکل گئے۔ چنانچہ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا اور چاروناچار خاموش رہے۔

حضرت غوث الاعظم نے مسکراتے ہوئے فرمایا جاؤ! ہم نے علم کلام کا سارا حصہ تمہارے سینہ سے محو کر دیا اور اس کی جگہ خدا کی معرفت کا علم دے دیا۔ پس اسی روز سے علوم ظاہری کو چھوڑ کر دل و جان کے ساتھ علوم باطنی کے حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ایک کرامت

ایک مرتبہ خلیفہ بغداد کے پاس ایک فلسفی آیا اور اس نے چاہا کہ فلسفیانہ بحث کے ذریعہ خلیفہ کو راہ حق سے پھیر دے۔ خلیفہ کو بھی فلسفیانہ بحث کا شوق تھا۔ چنانچہ بڑی رغبت اور خواہش کے ساتھ اس فلسفی سے بات چیت کرنے لگا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو یہ سوچ کر کہ خلیفہ کہیں اس فلسفی کی طرف مائل نہ ہو جائے اٹھے اور خلیفہ کے محل میں پہنچے اور دیکھا کہ خلیفہ اور فلسفی دونوں تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے پہنچتے ہی پوچھا کس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے فلسفی نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ فلک کی حرکت طبعی ہے۔ یعنی یہ خود بخود حرکت کر رہا ہے۔ کسی دوسرے کی حرکت دینے سے حرکت نہیں ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ خود بخود حرکت نہیں کرتا بلکہ اس شکل و صورت کا ایک فرشتہ ہے جو اس کو حرکت دے رہا ہے۔ فلسفی یہ سن کر تمسخرانہ انداز میں مسکرانے لگا۔ آپ کو

غصہ آیا اور فلسفی اور خلیفہ دونوں کا ہاتھ پکڑ کر صحن میں لے آئے اور یہ دعاء کی ”یا الہی جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھا دے“ دعاء کے بعد دونوں سے کہا کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاؤ۔ نگاہ اٹھائی تو دونوں نے اپنی آنکھوں سے اس فرشتہ کو دیکھ لیا جو فلک کو حرکت دے رہا ہے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر دونوں باطل عقیدے سے تائب ہو گئے۔

قناعت پسندی

آپ بہت قناعت پسند تھے کثرت سے تحفے تحائف اور عطیات آتے تھے۔ لیکن آپ تمام کا تمام فقراء اور مساکین پر صرف فرمادیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس صرف اتنی مقدار میں پیسے بچے تھے جو آپ کی تجبیز و تکفین میں پورے ہو گئے۔ (تذکرۃ المصنفین ص: ۲۱۹/تاص:

۲۲۱۔ بحوالہ خزینۃ الاصفیاء۔ ج: ۲/ص: ۱۷)

شیخ المشائخ حضرت شیخ زکریا سہارنپوری نور اللہ مرقدہ سے لے کر شیخ الشیوخ سید الطائفہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ تک شجرہ سہروردیہ بھی وہی ہے جو شجرہ چشتیہ کے ذیل میں گذرا آگے اس طرح ہے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے اوپر سلسلہ سہروردیہ

حضرات کا مختصر تعارف

شیخ المشائخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس قدس سرہ از شیخ درویش محمد بن قاسم

رحمۃ اللہ علیہ از شیخ سید بڑھن بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ از شیخ سید اجمل بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ (ان چاروں حضرات کی تاریخ ولادت و وفات اوپر گزر چکی)

از مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۷ صفر ۶۳۰ھ بروز چہار شنبہ بوقت مغرب بمقام سندھ۔ وفات ۱۲ رذی الحجہ ۹۰۳ھ بروز چہار شنبہ بوقت مغرب مزار بخارا)

از حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱ شوال ۶۵۷ھ بروز جمعہ بوقت اشراق بمقام فیض آباد۔ وفات ۹ جمادی الاولیٰ ۷۳۵ھ بروز سہ شنبہ قبل عصر مزار ملتان)

از والد خود شیخ صدر الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۷ رجب ۷۷۷ھ بروز دو شنبہ بوقت نصف شب، بمقام لاہور، وفات ۲۳ ذی الحجہ ۶۸۲ھ بروز چہار شنبہ بعد نصف شب، بقول دیگر بروز سہ شنبہ وقت صبح۔ مزار ملتان)

از والد خود شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی عرف سید بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰ ذی الحجہ ۷۷۳ھ بروز دو شنبہ بعد نماز عصر بمقام اسفہان وفات ۱۶ رجب ۶۸۶ھ بروز چہار شنبہ قبل اشراق مزار ملتان)

از امام الطریقۃ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ ولادت و وفات اوپر مذکور ہو چکی)

از شیخ شاہ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ولادت (۱۲/رمضان المبارک ۳۸۵ھ بروز چہار شنبہ وقت بعد تہجد بمقام دمشق وفات ۱۲/جمادی الاخریٰ ۵۶۳ھ بروز یک شنبہ بوقت عصر مزار بمقام سہرورد)

از شیخ وجیہ الدین ابو حفص محمد عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴/ رجب ۳۶۵ھ بروز یک شنبہ بوقت اشراق۔ بمقام کوفہ وفات ۲۷/ شعبان ۵۲۵ھ بروز سہ شنبہ قبل مغرب مزار مبارک سہرورد)

از شیخ ابو محمد بن عبد اللہ (کذا فی ضیاء القلوب) و حضرت شیخ محمد بن عبد اللہ المعروف بعموی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ آئینہ تصوف) (ولادت ۷/ شوال ۲۰۳ھ بروز سہ شنبہ قبل بوقت فجر قبل از نماز بمقام دمشق۔ وفات ۱۶/ رذی قعدہ ۴۵۰ھ بروز پنج شنبہ بوقت عصر مزار بمقام حدیقہ کبریٰ)

از حضرت شیخ شاہ احمد اسود دینوری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۳/ رجب ۱۸۹ھ بروز دوشنبہ بوقت عصر بمقام بغداد شریف وفات ۲۷/ ذی الحجہ ۳۶۷ھ بروز جمعہ قبل مغرب مزار مبارک دینور صغریٰ میں)

از ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/ رجب ۱۹۶ھ بروز دوشنبہ بوقت مغرب بمقام کوفہ وفات ۱۴/ محرم ۳۲۰ھ بروز چہار شنبہ قبل نماز عشاء مزار دینور) از حضرت شیخ الشیوخ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ ولادت و وفات او پر مذکور ہو چکی)

از حضرت خواجہ سید الدین معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/ شوال ۱۳۳ھ بروز پنج شنبہ بوقت صبح بمقام تونس۔ وفات ۲/ محرم ۲۰۰ھ بروز یک شنبہ بعد اشراق۔ مزار بغداد کہنہ)

”ضیاء القلوب میں یہیں تک ہے۔“

”تاریخ آئینہ تصوف“ میں شیخ احمد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ممشاد علی

دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ نہیں ہے بلکہ شیخ ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ از شیخ سرسقطی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ از حضرت خواجہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ از حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ از سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مذکور ہے۔

فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم



قادری

جو سلسلہ حضرت غوث اعظم محی الدین ابو محمد سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے چلا اس کو قادریہ کہا جاتا ہے۔

حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ

ولادت اور نسب

حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی ولادت مبارکہ یکم رمضان المبارک ۷۷۰ھ یا ۷۷۱ھ بوقت تہجد بمقام گیلان ہوئی۔ حضرت نجیب الطرفین ہیں۔ (یعنی والد صاحب و والدہ صاحبہ دونوں کی جانب سے سید ہیں) والد بزرگوار کی جانب سے سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور والدہ صاحبہ کی جانب سے سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (تعارف فیوض یزدانی)

مادر زادوی

حضرت غوث اعظم قدس سرہ مادر زادوی تھے۔ جب آپ پیدا ہوئے اور رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو مطلع ابر آلود تھا چاند نظر نہیں آیا۔ حضرت کے والد بزرگوار حضرت سید ابوصالح موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صبح کے وقت لوگ تحقیق رویت کے لئے آئے انہوں نے گھر ذکر کیا۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی والدہ نے فرمایا کہ۔

آج میرے بچے نے صبح سے دودھ نہیں پیا ہے۔ اس

لئے میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ آج رمضان کی پہلی تاریخ ہے۔ حضرت کے والد بزرگوار نے لوگوں سے یہی کہہ دیا۔ سمجھوں نے روزہ رکھ لیا اور شام ہونے سے پہلے پہلے قرب وجوار کے شہروں سے چاند ہونے کی خبریں آ گئیں۔ حضرت غوث اعظم قدس سرہ نے پورے ماہ مبارک دن میں دودھ نہیں پیدا یکم شوال سے دن میں دودھ پینا شروع کیا۔ (حوالہ بالا)

علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اور قطبیت کبریٰ

حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی عمر سترہ سال شہر گیلان میں گزرے اور اٹھارویں سال والدہ محترمہ سے اجازت لے کر بغرض تحصیل علوم ظاہری و باطنی بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور مدرسہ عالیہ نظامیہ میں علامہ شیخ ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے درس لینے لگے۔ پھر قواعد و تجوید، تفسیر و فقہ، اصول و حدیث وغیرہ دوسرے اساتذہ سے پڑھا اور قرأت کے ساتوں طریقہ بھی سیکھ لئے اور معمولی عرصہ میں فارغ التحصیل ہو کر بحیثیت استاد طلبہ کو درس دینے لگے۔ اسی دوران میں مشہور بزرگ صوفی ابو الخیر محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں طریقت و تصوف کے منازل طے فرمانا شروع کئے بالآخر اپنے استاد و شیخ علامہ ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل فرمایا اور قطبیت کبریٰ کا تاج آپ کے سر مبارک پر ہی رکھا گیا۔

وعظ کی مقبولیت

۱۱۵ھ میں چالیس سال کی عمر سے وعظ فرمانا شروع فرمایا۔ وعظ کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نزدیک و دور سب حاضرین کو یکساں آواز پہنچتی تھی حالانکہ وعظ میں اسقدر مجمع ہوتا تھا کہ دس دس کوس میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ آپ کا وعظ ربانی فتوحات یزدانی الہامات اور سبحانی ارشادات ہدایات کا سمندر ہوتا تھا۔ جس وقت جوش آتا تو سامعین بیتاب ہو جاتے۔ کسی پر وجد طاری ہو جاتا کسی پر گریہ و بکاء، کوئی محو حیرت استغراقی کیفیت میں ششدر بیٹھا رہ جاتا اور کوئی مضطرب و بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑتا اور چیختا چلاتا ہوا پچھاڑیں کھایا کرتا تھا۔ اسی میں یہ حالت بھی ہوتی کہ کوئی قلب کی چوٹ کو ضبط نہ کر پاتا اور اس کا جگر شق ہو جاتا اور شمشیر محبت کا گھائل ہو کر شہادت لقاء محبوب کا شربت پی کر موت کی نیند سو جاتا۔ وعظ کے ختم ہونے پر جب حاضرین منتشر ہوتے تو مے معرفت کے متوالوں اور شہداء عشق کی نعشوں کا پتہ چلتا تھا۔ اور بعض بعض دفعہ کئی کئی جنازے اٹھانے کی نوبت آتی۔

(مقدمہ فیوض یزدانی)

ان مواعظ کے اثر کا اندازہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ”فتوح الغیب“ اور ”الفتح الربانی“ (جو حضرت کے مواعظ کا مجموعہ ہے جس کا ترجمہ ”فیوض یزدانی“ کے نام سے حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی قدس سرہ نے کیا ہے) اور ”انوار سبحانی“ کے مدالہ سے کسی قدر ہو سکتا ہے۔

حضرت غوث اعظم کی بعض انمول وصیتیں

مرض الوفات جس میں غوث اعظم نے انتقال فرمایا۔ ان کے صاحبزادہ عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔

أَوْصِنِي بِمَا أَعْمَلُ بَعْدَكَ

میں آپ کے بعد کیا عمل کروں اس کی مجھے وصیت فرمائیے۔

فَقَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَلَا تَخَفْ أَحَدًا وَلَا تَرْجُ أَحَدًا سِوَى

اللَّهِ. وَوَكِّلِ الْحَوَائِجَ إِلَى اللَّهِ وَلَا تَعْتَمِدْ إِلَّا إِلَيْهِ. وَأَطْلُبْهَا جَمِيعًا مِنْهُ وَلَا تَشِقْ بِأَحَدٍ غَيْرِ اللَّهِ التَّوْحِيدِ، التَّوْحِيدِ إِجْمَاعُ الْكُلِّ. وَقَالَ إِذَا صَحَّ الْقَلْبُ مَعَ اللَّهِ لَا يَخْلُو مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ شَيْءٌ.

حضرت غوث اعظم نے فرمایا: اللہ کے تقویٰ (خوف) کو لازم پکڑو اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی سے خوف کرنے کسی سے امید رکھ۔ اپنی تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے بس اسی پر بھروسہ کر۔ اپنی سب حاجات اسی سے طلب کر اور اللہ کے سوا کسی پر اعتماد نہ کر۔ توحید کو اختیار کر تو حید کو کہ کل کی متفقہ ہے۔ اور فرمایا! جب قلب اللہ کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے تو دل سے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی اور نہ اس سے کوئی چیز نکلتی ہے۔ (یعنی ان علوم میں سے جن کی ضرورت پیش آئے کوئی چیز نہیں نکلتی)

وَقَالَ أَنَا لُبُّ بِلَا قُشُورٍ.

اور فرمایا! میں مغز بلا پوست ہوں۔

وفات کے قبل کی حالت

وَقَالَ لَاؤَلَادِهِ ابْعَدُوا مِنْ حَوْلِي فَإِنِّي مَعَكُمْ بِالظَّاهِرِ وَمَعَ

غَيْرِكُمْ بِالْبَاطِنِ.

اور اپنی اولاد سے فرمایا۔ میرے پاس سے ہٹ جاؤ! پس بے شک میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں۔ اور بہ باطن تمہارے غیر کے ساتھ ہوں۔

وَقَالَ! قَدْ حَضَرَ عِنْدِي غَيْرُكُمْ فَأَوْسَعُوا لَهُمْ وَتَأَذَّبُوا مَعَهُمْ وَهَهُنَا رَحْمَةُ عَظِيمَةٍ وَلَا تُضَيِّقُوا عَلَيْهِمُ الْمَكَانَ وَكَانَ يَقُولُ.

اور فرمایا میرے پاس تمہارے علاوہ دوسری مخلوق آئی ہے ان کے لئے جگہ کشادہ کرو! اور ان کے ساتھ ادب اختیار کرو، اور یہاں بڑی رحمت ہے تم ان پر جگہ کو تنگ نہ کرو اور کثرت سے فرماتے رہتے تھے۔

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. غَفَرَ اللَّهُ لِي وَلَكُمْ وَتَابَ اللَّهُ عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ بِسْمِ اللَّهِ غَيْرِ مُؤَدِّعِينَ.

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ، غفر اللہ لی ولکم وتاب اللہ علی وعلیکم بسم اللہ غیر مودعین۔

وَقَالَ ذَالِكَ يَوْمًا وَلَيْلَةً.

ایک دن رات کثرت سے یہ کلمات فرماتے تھے۔

کہ جماعت ملائکہ اور مقربین کی ارواح حاضر ہو کر سلام کرتیں تو اس کے جواب میں حضرت یہ کلمات فرماتے تھے۔

وَقَالَ وَيْلَكُمْ! اَنَا لَا اُبَالِي بِشَيْءٍ لَا بِمَلِكٍ وَلَا بِمَلِكِ الْمَوْتِ.

اور فرمایا! افسوس تم پر (کہ میرے بارے میں کیا گمان کر رہے ہو) مجھے کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔ نہ کسی فرشتے کی پرواہ ہے نہ ملک الموت کی۔

يَا مَلِكِ الْمَوْتِ مَنَحْ لَنَا مَنْ يَتَوَلَّانا سِوَاكَ.

اے ملک الموت۔ عطا فرمایا ہے ہم کو اس نے جو ہم سے دوستی کرتا ہے۔ اور ہمارا کارساز ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) تیرے سواء۔

(اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور دوستی کے بعد پھر کس چیز کی پرواہ کی جائے)

وَصَاحَ صَيْحَةً عَظِيمَةً وَذَلِكَ فِي يَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِي عِشِيِّهِ.

اور ایک چیخ ماری اور یہ اس روز کا واقعہ ہے کہ اس دن کی شام کے وقت

انتقال فرمایا۔

وَآخِرُنِي وَلَدُهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَمْدُّهُمَا وَيَقُولُ

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. تَوَبُّوا وَادْخُلُوا فِي الصَّفِّ هُوَ ذَا

أَجِئْتُ إِلَيْكُمْ.

حضرت کے بیٹے عبدالرزاق نے بیان فرمایا کہ حضرت اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور دراز فرماتے اور یوں کہتے تھے۔ علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔

وَكَانَ يَقُولُ اِرْفَقُوا ثُمَّ آتَاهُ الْحَقُّ وَسَكَرَةُ الْمَوْتِ.

اور فرماتے تھے نرمی کرو، پھر ان کے پاس حق اور موت کی غشی آ گئی۔

(تکملہ فتوح الغیب ص: ۲۱۵/رتا ص: ۴۱۷)

شدت سکرات موت

شیخ اجل اکرم عبدالوہاب متقی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ۔

حضرت شیخ (غوث اعظم) کا وقت رحلت قریب پہنچا تو

ہم سے فرمایا کہ اگر کچھ سکرات کی شدت کا مشاہدہ کرو تو دل گیر نہ

ہونا۔ چونکہ شدت سکرات موت مقام قطبیت کیلئے لازم ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ۔

ظاہر یہ ہے کہ جب اس مقام عہدہ داری میں انسان جناب باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو سوال و جواب کا احتمال ہوتا ہے کہ اس منصب کی ذمہ داریوں کی ادائے گی کے بارے میں سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا؟ (اس سوال و جواب کے احتمال و خیال سے بے چینی ہوتی ہے)

(تکملہ فتوح الغیب ص: ۴۱۷)

وفات

حضرت غوث اعظم قدس سرہ نے بحر اکا نوے برس ۱۱۵۶ھ یا ۱۱۵۲ھ ۱۱ ربیع الثانی شب سہ شنبہ کو انتقال فرمایا۔

(مقدمہ فیوض یزدانی)

و "تاریخ آمینہ تصوف" میں ۱۱۵۶ھ ۱۱ ربیع الثانی قبل نماز جمعہ وفات ذکر کی ہے۔ اور اپنے ہی مدرسہ واقعہ محلہ باب الازج بغداد شریف میں مزار ہے۔

پسماندگان

حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی چار بیویاں تھیں ستائیس صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا عبد الوہاب صاحب تھے جو حضرت کے جانشین ہوئے اور روحانی اولاد جو حضرت کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئی وہ بے شمار ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات

جناب غوث الاعظم قطب عالم کہ نورش تافت از مہ تابہ ماہی ستینش کامل وعاشق تولد وصالش وان تو معشوق الہی سال ۹۱ ۱۱۵۶ھ ولادت وفات ۱۱۵۶ھ

حضرت قطب عالم شیخ المشائخ شیخ الحدیث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا یہ سلسلہ قادریہ کا شجرہ قطب الاقطاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ تک تو وہی ہے جو شجرہ چشتیہ میں بیان کیا گیا۔ اس کے آگے اس طرح ہے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ سے اوپر کے حضرات کا سلسلہ قادریہ کا مختصر تذکرہ

از قطب عالم شیخ عبدالقدوس قدس سرہ از پیر خود و ریش محمد بن قاسم اوڈھی۔ از سید بڈھن بہرائچی۔ از سید اجمل امجد ابدال رحمۃ اللہ علیہ۔ از مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ان سب حضرات کی تاریخ ولادت و وفات اوپر مذکور ہو چکی)

از شیخ عبید بن عیسیٰ (کذا فی ضیاء القلوب ص: ۲۲) روفی تاریخ آمینہ تصوف ۸۴۲ھ حضرت شاہ محمد بن عبید العشی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۳ محرم ۷۰۸ھ بروز یک شنبہ بوقت صبح صادق بمقام بلخ وفات ۱۳ محرم ۸۹۹ھ بروز جمعہ بوقت اشراق مزار حیدر آباد سندھ)

از شیخ عبید بن ابوالقاسم۔ کذا فی ضیاء القلوب و فی تاریخ آمینہ تصوف حضرت شاہ شمس الدین عبید بن محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۰ ربیع الاول ۱۱۵۵ھ بروز

چهار شنبہ بوقت عصر بمقام سہانپور وفات ۲۱/ صفر ۸۵۵ھ بروز دوشنبہ قبل چاشت۔
مزار فیروز آباد)

از شیخ ابوالمکارم فاضل رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۸/ شوال ۶۹۵ھ بروز دو
شنبہ بوقت مغرب۔ بمقام ہرات۔ وفات ۱۹/ ذی الحجہ ۸۳۹ھ بروز یک شنبہ بوقت
مغرب قبل از نماز۔ مزار وہلی کہنہ)

از حضرت شیخ قطب الدین ابوالغیث جمیل یمینی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲/
محرم ۶۰۳ھ بروز جمعہ بوقت عشاء بمقام کوفہ وفات ۶/ رجب ۶۷۷ھ بروز دوشنبہ
بعد نماز عصر۔ مزار صحرائے قندہار)

از شیخ شمس الدین علی بن الفلاح رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱/ رمضان ۵۵۸ھ
بروز دوشنبہ بوقت اشراق بمقام دمشق۔ وفات ۲۱/ جمادی الاخریٰ ۶۹۹ھ بروز سہ
شنبہ بعد نماز عشاء مزار بغداد شریف کہنہ)

از شیخ شمس الدین حداد کذا فی ضیاء القلوب و فی تاریخ آئینہ تصوف شاہ
قطب الدین علی الحداد رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۱/ رجب ۵۲۵ھ بروز دوشنبہ بعد
مغرب بمقام بغداد شریف جدید۔ وفات ۲۷/ ربیع الآخر ۶۷۷ھ بروز یک شنبہ
بوقت مغرب مزار بغداد شریف جدید)

از امام اولیاء قطب ربانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔
از شیخ ابوسعید مبارک بن علی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲/ رجب ۶۰۳ھ
بروز سہ شنبہ بوقت عصر بمقام ہنکار۔ وفات ۱۱/ ربیع الثانی ۵۱۳ھ بروز دوشنبہ بوقت
صبح۔ مزار واسط) از شیخ ابوالحسن علی بن یوسف قرشی الہنکاری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت
۲۲/ شعبان ۲۴۲ھ بروز چہار شنبہ بوقت مغرب۔ بمقام ہنکار۔ وفات ۲۵/ محرم

۲۸۶ھ بروز چہار شنبہ۔ بوقت عصر مزار، ہنکار شریف میں جانب غرب دروازہ شہر سے
۷۷/ قدم کے فاصلہ پر ہے)

از شیخ علاؤالدین ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۷/ شوال
۲۰۹ھ بروز یک شنبہ بوقت عشاء بمقام حلب قریب صحراء وفات ۵/ محرم ۴۶۱ھ
بروز شنبہ بعد نماز ظہر مزار طرطوس)

از شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز یمینی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲/ رجب
۲۲۷ھ بروز چہار شنبہ بوقت عصر بمقام یمن۔ وفات ۱۹/ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ
بروز جمعہ قبل نماز عصر، مزار بغداد کہنہ)

از شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۲/ شوال ۲۱۱ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح
صادق بعد نماز۔ بمقام دمشق۔ وفات ۲۶/ ذی الحجہ ۳۳۳ھ بروز پنج شنبہ بوقت
مغرب جمعہ کے روز دفن کئے گئے۔ مزار بغداد کہنہ)

از شیخ الشیوخ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔
از حضرت شیخ سرسقطی رحمۃ اللہ علیہ۔

از حضرت شیخ سدید الدین معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ۔
از شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ۔

از شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ۔
از حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔

از حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔
از حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین شافع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ماخذ

ان چاروں شجروں کے اکثر بزرگوں کی تاریخ ولادت و وفات اور ذکر مزار وغیرہ تاریخ ”آئینہ تصوف“ تالیف شاہ محمد حسن صاحب صابری و چشتی المتوفی ۱۳۱۲ھ (جن کا مزار رائے پور کلاں میں ہے) سے ماخوذ ہے۔

ذکر نیکو رفتگاں دارد ثواب
عاصیاں را می رها ند از عذاب
نیکوں کے ذکر کرنے میں ثواب ہے
نافرمانوں کے لئے عذاب سے رہائی ہے
چوں بہ نیکو رفتگاں درسا ختم
ہم نشینان ملائک یافتم
میں جب گزرے ہوئے نیکوں میں مشغول ہوا
تو فرشتوں کو ہم نشین پایا
ہر کہ را باشد محبت با خدا
کے بداند واصلش را جدا
جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے
وہ اس کے واصلین کو اس سے جدا نہیں جانتا
ذکر ایشاں ذکر آن یزداں بود
یاد نیکان یاد آن سبحاں بود
ان کا ذکر کرنا اس اللہ کا ہی ذکر کرنا ہے
نیکوں کی یاد اس سبحانہ، تعالیٰ کی یاد ہے
(مثنوی)

یا اللہ العالمین و یا ارحم الراحمین اس سراپا قصور و خطا کو بھی اپنے فضل و کرم سے اپنے ان اولیاء کرام کے اوصاف و خصائل میں سے کچھ حصہ نصیب فرما دے۔ اور ان حضرات کی اتباع کی توفیق عطا فرما دے اور ان سب حضرات کی قبور کو انوار سے بھر دے اور خوب خوب درجات عالیہ نصیب فرما اور خوب خوب مقامات قرب و رضاء عطا فرما۔ اور ان سب بزرگوں کی برکت سے اس ناپاک و ناکارہ کو بخش دے اور ہر قسم کی معصیت سے محفوظ فرما کر اپنی ہی رضاء و خوشنودی کے مطابق زندگی گزارنے کی

توفیق عطا فرمائے۔ اور مرنے کے بعد اپنے فضل و کرم سے ان اولیاء کرام کے طفیل و صدقہ میں ان حضرات کا قرب نصیب فرما۔

”شنیدم بداں را بہ نیکان بہ بخشد کریم“
آمین، آمین یا رب العالمین بحرمة سید المرسلین علیہ علی
آلہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین۔

خدائے پاک سب مسلمانوں کو اپنے محبوبین و مقربین اولیاء کرام کی شناخت نصیب فرما کر ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ ”آمین“۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را شناخت
دین نعمت خاص بے بہارا نہ شناخت

بس شکر نہ گفت و حب ایشاں را نگزید
میدان یقین کہ او خدا را شناخت

جس شخص نے کمال اولیاء کو نہیں پہچانا، اس نے بے بہا نعمت خاص دین کو نہیں پہچانا، اس نے نہ شکر ادا کیا جس نے ان کی محبت کو اختیار نہیں کیا یقین جان کہ اس نے خدا کو نہیں پہچانا۔



آتش عشق الہی

آتش عشق الہی در دل او شعلہ زن
چشم گریاں میچکاند روز و شب سیل رواں
ترجمہ: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں عشق الہی کی آگ شعلہ زن
ہے۔ (عشق خداوندی میں حضرت قدس سرہ کی رونے والی آنکھیں رات دن سیلاب
بہاتی رہتی ہیں۔

تشریح: ایک خط کے جواب میں (جس میں حضرت قدس سرہ کے کچھ باطنی
حالات کا ذکر تھا) حضرت قدس سرہ نے یہ شعر بھی تحریر فرمایا ہے۔
جس سے حضرت زید مجدہ کی اندرونی کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔
مرآدر ویت اندر دل اگر گویم زباں سوزد
دگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد
(میرے دل میں ایسا درد (عشق) ہے۔ اگر بیاں کروں
تو زبان جل جائے۔ اور اگر خاموش رہوں تو ہڈی کے مغز (تک)
کے جل جانے کا اندیشہ ہے)

اشکھائے نیم شب چوں قطرہائے سلسبیل
می شود شاداب زیں از ہار و اشجار جناں
ترجمہ: حضرت قدس سرہ کے اشکھائے نیم شب قطرہائے سلسبیل کی طرح
ہیں۔ ان سے جنت کے ازہار (پھول و گلی) و اشجار (درخت) پرورش پاتے ہیں۔
تشریح: حضرت قدس سرہ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں
ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا
حضرت شیخ قدس سرہ کے اسی سوز و گداز اور عشق و محبت کا ذکر حضرت مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے سوانح حضرت مولانا محمد یوسف قدس سرہ میں ان
الفاظ سے فرمایا ہے۔

شیخ کے علم، تصنیفی انہماک، وقار و سکینت اور ضبط و تحمل کے
فانوس میں عشق و محبت کا ایک ایسا شعلہ ہے جو جاننے والوں کی
نگاہوں سے مستور نہیں۔ ان کا خمیر عشق و محبت کے اس جوہر کے
ساتھ گوندھا گیا ہے اور وہ شاید ان کے خمیر کے تمام اجزاء و عناصر
سے زیادہ مقدار میں ہے۔ ان کا حال وہ ہے جو سودا نے اپنے شعر
میں بیان کیا ہے۔

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا
عشق و محبت کے اس جوہر کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے اور
اس کے شرارے اسی وقت نظر آتے ہیں جب عشق الہی، ذات
رسالت پناہی اور واصلان بارگاہ الہی کا تذکرہ ہو۔

راقم سطور نے (مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)
اپنے پہلے سفر حجاز کے موقعہ پر مدینہ طیبہ سے ایک خط لکھا جس میں

مدینہ (طیبہ) کے راستہ کی کیفیات اور بعض نعتیہ اشعار تھے جب یہ خط پہنچا تو شیخ کی عجیب کیفیت تھی جو لوگ پاس موجود تھے ان کا بیان ہے کہ ایک عزیز خادم سے جو خوش الحان بھی ہیں۔ ان اشعار کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کی فرمائش ہوئی۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ رمضان کے ایام تھے۔ اعتکاف کا موقع تھا۔ اس وقت کچھ لوگ شیخ کا بدن دبا رہے تھے۔ دیکھنے والے کا بیان ہے کہ جس وقت ان صاحب نے یہ اشعار پڑھے اس وقت شیخ فرط شوق اور شدت جوش میں بالشت بالشت بھرا چھل جاتے جو لوگ بدن دبا رہے تھے۔ ان کو محسوس ہو رہا تھا کہ شیخ کے جسم میں ایک بجلی سی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ اپنی کیفیت کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے۔

راقم سطور نے (مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ) خود بارہا دیکھا ہے کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اپنے ایک مسودہ سے حضرت رائے پوری کو سنارہا ہے۔ شیخ پاس کی چار پائی پر بیٹھے ہوئے ہیں ان پر گریہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ چار پائی ہلنے لگی۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں جو حج ہوا تو اس سے واپسی کے موقع پر اس طرح سے بلک بلک کر رونے لگے جیسے بچہ اپنی ماں کی گود سے علیحدہ کیا جائے تو وہ بے قرار ہو کر روتا اور بلکتا ہے۔

اکابر کے سوز و گداز کا نمونہ

حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کا سوز و گداز
حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری قدس سرہ کے والد محترم مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

مولانا محمد تکی صاحب عجب باغ و بہار طبیعت لے کر آئے تھے۔ ”بکاء باللیل بسام بالنہار“ (رات کو بہت رونے والے دن کو بہت مسکرانے والے) آپ کی صفت تھی۔ ادھر گریہ طاری ہے ادھر دوستوں کو اپنے نکتوں اور بذلہ سنجیوں سے ہنسا رہے ہیں دیدہ گریاں۔ روئے خنداں اور زبان گل فشاں کا پورا مجموعہ دل کے سوز و گداز اور راتوں کے راز و نیاز کی خبر بہت کم لوگوں کو تھی۔ الخ۔ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، اور ان کی دینی دعوت ص: ۵۶)

حضرت مولانا محمد تکی صاحب اور حضرت مدنی قدس سرہا کا سوز و گداز
شیخ قدس سرہ اپنے والد صاحب قدس سرہ اور حضرت مدنی قدس سرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

”میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحب اور حضرت

مدنی قدس سرہ کو اخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سنا۔ بسا اوقات ان اکابر کے رونے سے مجھ جیسے کی آنکھ بھی کھل جاتی جس کی آنکھ سونے کے بعد بڑی مشکل سے کھلتی ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ ہندی کے دوھے بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے۔ میں ہندی سے واقف نہیں۔ اس لئے مضامین کا تو پتہ نہیں چلتا تھا۔ لیکن رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے۔ جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔ اور وہ رورہا ہو“ (آپ بیتی نمبر ۳۰ ص: ۱۰۶)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کا سوز و گداز

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے بارے میں حضرت مولانا عاشق الہی صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

”اخیر زمانہ میں آپ کا اندرونی سوز و گداز اتنا زیادہ بڑھ گیا تھا کہ ضبط نہ فرما سکتے اور بات بات پر رقت و گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ بزرگوں کی عمروں کا ایک بار ذکر ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے دو سال زندہ رہا تو اپنے شیخ کی عمر کو پہنچ جاؤں گا۔ اتنا کہہ کر رو دیئے اور فرمایا سب چلے گئے میں ہی رہ گیا۔

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ حضرت ہندوستان کا کب تک ارادہ ہے تو چشم پر آب ہو گئے اور فرمایا اب تو بقیع کا ارادہ ہے۔

آخرت کا قیامت کا یا بزرگوں کا جس وقت بھی ذکر آتا تو آبدیدہ ہو جاتے اور آواز میں تغیر آ جاتا“۔ (تذکرۃ الخلیل ص: ۴۲۸)

قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہ کا سوز و گداز

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ جب رات کو ذکر فرماتے تو محسوس ہوتا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے اور اس طرح گریہ طاری ہوتا کہ پسلیاں ٹوٹی جاتیں۔ حضرت مولانا عاشق الہی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”جس وقت حضرت مخدوم بالجہر ذکر شروع فرماتے تو ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے خود پر جو حالت گذرتی ہوگی اس کی تو کسی کو کیا خبر۔

تھانہ میں امدادیہ آستانہ سے جو بات حاصل ہوئی تھی اس نے کھانے کا رکھانہ پینے کا ہر وقت تفکر و استغراق سے کام تھا۔ اور رونا سبب راحت و آرام، اکثر تمام شب روتے گزر جاتی اور سارا سارا دن کسی گہرے فکر میں غرق ہوئے تمام ہو جاتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک رضائی نیلے رنگ کی آپ کے لئے تیار کی تھی کہ شب کو مسجد آتے جاتے، خنکی سے محفوظ رکھے اور ہلکی سردی میں راحت پہنچائے گی۔ آپ کے رونے اور آنسوؤں کے اسی رضائی سے پوچھنے کی وجہ سے اس کا رنگ بھی کچھ کا کچھ ہو گیا تھا اور ہیئت ہی دوسری بدل گئی تھی“۔ (تذکرۃ الرشید ص: ۵۲)

آگے تحریر فرماتے ہیں۔

”الغرض امام ربانی کی وہ عالی اور بلند ہمت جو خدائی

خزانہ عامرہ سے فطرۃ آپ کو عطا ہوئی تھی سر تا پا تمام و کمال تحصیل قرب الہی میں صرف ہونے لگی اور آپ کی عمر عزیز کا لحظہ لحظہ جو حق تعالیٰ نے تجارت آخرت کے جواہرات بنا کر اس المال قرار دیا ہے۔ پاندار منفعت کے کسب میں گزرنے لگا۔ رات کی سنسان گھڑیوں میں آپ اپنے نجات دہندہ خدا کو پکارا کرتے۔ اندھیری شب کی سیاہ چادر اوڑھ کر اپنے پرورش کنندہ خالق کو سجدہ کرتے اس کے دربار میں حاضر ہو کر ناک رگڑتے گڑ گڑاتے اور روتے روتے بیتاب ہو جایا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الرشید ص: ۶۰)

گر یہ کے غلبہ کا عجیب واقعہ

اور حضرت مولانا میرٹھی قدس سرہ نے اپنا چشم دید واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ”نا اہل مؤلف جو حضرت قطب العالم قدس سرہ کا خود ناقد و شناس بنا رہا۔ ان وجدانی کوائف کو کسی طرح سمجھے یا زبان قلم پر لائے۔ جن کا سمجھنا وجدان سلیم اور اسی قلب کا کام ہے جس میں کچھ چمک بیدار ہوئی ہو یا اس راستہ کی ہوا لگ کر قدرے ذائقہ منہ کو لگ گیا ہو۔ نابالغ بچہ کتنا ہی کوئی سچا اور فہیم و صاحب زبان شخص بیان کرے مگر لذت جماع قبل بلوغ ہرگز سمجھ نہیں سکتا۔ پھر بھلا عشق و محبت کی وہ آگ جو کسی عاشق کے قلب میں بھڑک رہی ہو صورت دیکھنے والا اور عشق کے معنی سے ناواقف شخص کیوں کر سمجھ سکتا ہے۔“

نظر کو کیا خبر پردہ کے اندر دل لگی کیا ہے؟

کوئی آزاد کیا جانے کسی دل کی لگی کیا ہے؟

ایک مرتبہ ظہر کے بعد حجرہ شریف میں آپ تلاوت قرآن کے اندر مشغول تھے۔ بندہ نادان و نادار مولوی محمد تکی صاحب کے پاس اس طرح دبے پاؤں خاموش جا بیٹھا کہ حضرت نے آہٹ بھی نہ سنی تھوڑی دیر میں مولوی محمد تکی صاحب کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اور میں تنہا بیٹھا رہ گیا۔ چند منٹ گزرے تھے کہ حضرت قدس سرہ کے لہجہ تلاوت میں تغیر شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کا سارا جسم کانپنے لگا۔ بے اختیار آپ آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے آواز رک گئی ہر چند آپ پڑھنا چاہتے مگر گر یہ کا غلبہ حلق کو پکڑ لیتا تھا۔ خدا شاہد ہے ”و کفٰی بہ شہیداً“ جو حالت اس وقت حضرت پر طاری تھی شاید تند مزاج خون خوار شیر کے سامنے پڑ کر کسی کمزور و ناتواں، ضعیف القلب شخص کی بھی یہ حالت نہ ہوگی۔ اور نشیۃ جو اس وقت آپ پر ہویدا تھا غالباً کسی جبار و با قدرت شہنشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کسی خطا وار سے خطا وار مجرم غلام پر بھی ظاہر نہ ہوا ہوگا۔ آپ کی یہ حالت اتفاقیہ اور عمر بھر میں پہلی بار میری نظر پڑی تھی میں اب تک بھی نہیں جانتا کہ کس بات سے آپ ڈرتے تھے اور کیوں کانپ رہے تھے۔ یہی قرآن مجید ہے جس کو اول سے آخر تک مسلمان پڑھا کرتے ہیں خدا جانے وہ مضمون کون سا اور کہاں ہے جس پر خوف یا نشیۃ

ہوتا ہے۔ اس لئے دفعۃً یہ تغیر حال دیکھ کر میں تھرا اٹھا۔ اور اس درجہ پریشان ہوا کہ اب تصور آتا ہے تب بھی گھبرا جاتا ہوں۔ دل میں خوف زدہ ہو کر کہنے لگا کہ یا اللہ آج کس مصیبت میں آپھنسانہ جائے رفتن ہے نہ پائے ماندن، اگر بیٹھا رہوں تو ممکن ہے کہ حضرت کو میرے بیٹھنے کا کشف یا اور کسی طرح اطلاع ہو جائے تب معتبوب ہوا اور اٹھوں تو پاؤں کی آہٹ سے اطلاع ہونی ضرور اور اس موہوم سے یہ غالب خیال زیادہ خطرناک اس لئے خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت میرے دل کی کیا حالت تھی۔ نہ میں آسمان پر تھانہ زمین پر، ساکت و صامت بت بنا بیٹھا رہا اور وحشت زدہ دل بجائے اس کے کہ اس حالت سے مستفید ہوتا کمال الحاح اور اخلاص کے ساتھ یوں دعا، مانگتا رہا کہ ”یا اللہ کسی طرح مولوی محمد تکی جلد آویں“ دعاء حقیقت میں دل سے نکلی اور عین اضطراب و وحش میں واقع ہوئی تھی۔ اس لئے شاید چند لفظ نہ گذرے ہوں کہ مولوی محمد تکی صاحب جو حجرہ کی آمد و رفت کے ہر وقت کے مجاز تھے آگئے ان کا حجرہ کی چوکھٹ پر قدم رکھنا تھا اور حضرت کا اس حالت کو ضبط فرما کر سیدھا ہو بیٹھنا۔ خدا جانے یہ حالت عجیبہ دفعۃً پیدا کیوں کر ہوئی۔ اور اسی طرح یک لخت ضبط کس طرح ہو گئی۔

بجز اس کے کہ بالا جمال اتنا سمجھا کہ یہ بھی کوئی حالت محمودہ ہے، جو اتباع سنت نبویہ میں اولیاء اللہ پر طاری ہوتی ہے، جو جوان کو بوڑھا اور قوی کو کمزور بنا دیتی ہے اور کچھ نہ اس وقت سمجھا نہ اب سمجھ سکتا

ہوں۔“ (تذکرۃ الرشید ص: ۱۹۲/روص: ۱۹۳)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کا سوز و گداز سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس اللہ سرہ العزیز اپنا حال اپنے رسالہ ”دردنامہ غمناک“ میں بیان فرماتے ہیں اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ہزاروں غم کی لا آتش لگائی میری سب عیش کی پونجی گنوائی
گیا اس دن سے سونا اور کھانا ہوا میں غم کے تیروں کا نشانا
اجی جس کے ہو دل میں درد و فرقت اسے کب ہووے خواب و خور کی فرصت
وہ کیا جانے ہے اس درد و الم کو نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو
اٹھا چھاتی میں درد عشق جس کی اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی
پڑا جو غم کا لشکر دل پہ آٹوٹ متاع صبر و تسکین لے گیا لوٹ
تڑپ کر غم میں شب کو صبح کرنا صبح سے شام تک رو رو کے مرنا
وہ جن آنکھوں میں خار ہجر ہووے بھلا وہ عمر بھر کیوں کر نہ رووے
گیا سب بھول کھانا اور پینا پڑا مشکل مجھے اب اپنا جینا
لگی کہنے مجھے خلقت دیوانہ کسی نے درد کو میرے نہ جانا
چند اشعار کے بعد یہ اشعار ہیں۔

یوں ہی کہتے ہیں اپنی اپنی سارے نہیں واقف کوئی غم سے ہمارے
اگر ظاہر کروں حال درونی بناؤں ایک عالم کو جنونی
جو میں ظاہر کروں سوز جگر کو کروں شرمندہ دوزخ کے شر کو
دکھاؤں بیہکلی اپنی کو میں گر تو اک ہلچل پڑے عالم کے اندر

جو آئے درد دل اپنا زباں پر پڑے آفت کا ٹکڑا اک جہاں پر
حقیقت دل کی گر اپنے دکھاؤں ہنسون میں اور عالم کو رولاؤں
نہ کہہ سکتا ہوں کہ اب کیا کروں میں
نہ ہو سکتا ہے جو چپ ہی رہوں میں

مقامات قرب و ولایت بقدر عشق و محبت

غرض کہ تمام اولیاء کرام کا یہی حال ہے۔ بلکہ مقامات قرب و ولایت بقدر
عشق و محبت ہی ملتے ہیں جس درجہ عشق خداوندی ہوگا۔ اسی درجہ اس محبوب حقیقی تعالیٰ
شانہ کا اس کو قرب حاصل ہوگا۔

حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے اس عشق و محبت
سے ان کے مقامات قرب و ولایت کا بھی کسی درجہ میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر مقام عشق ماوائے تو شد
سرفراز نو فلک جائے تو شد
”اگر مقام عشق تیرا ٹھکانہ ہو جاوے (یعنی حاصل ہو جاوے) تو نو
آسمانوں سے اوپر تیری جگہ (یعنی تیرا مقام) ہو جائے۔“

اور اسی عشق و محبت کو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی
مثنوی میں فرمایا ہے۔

ہر کہ را جامہ ز عشق چاک شد
اوز حرص عیب کلی پاک شد

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما اے طیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد

جس شخص کے عشق کا جامہ چاک ہو گیا۔ وہ تمام عیب کی حرص سے پاک
ہو گیا۔ شاد باش، اے عشق، ہمارے سودائے خوش۔ اے، ہماری تمام بیماریوں کے
طیب۔ اے، ہماری نخوت و ناموس کی دوا۔ اے، ہمارے افلاطون، جالینوس۔ جسم
خاک، عشق کی وجہ سے افلاک پر جا پہنچا۔ پہاڑ رقص میں آ گیا اور چالاک ہو گیا۔



سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

گوہر حب محمد در دل او روشن است

صاف گویم قلب او روشن شدہ ہمرنگ آں

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گوہر محبت حضرت کے دل میں روشن ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ حضرت کا قلب اس گوہر کے ہمرنگ ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصل ایمان ہے

پیارے آقا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔ جس درجہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمال ہوگا اسی درجہ ایمان میں کمال ہوگا۔ اور جس درجہ اس میں نقص ہوگا۔ اسی درجہ ایمان میں نقص ہوگا۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ

وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

تم میں کوئی کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اولاد، والدین اور تمام انسانوں، دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔

خدائے پاک تعالیٰ شانہ اور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اگر کسی چیز کی محبت ہوگی تو اس پر سخت ترین وعید قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔

ارشاد پاک ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ. (پ: ۱۰ / ع: ۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو۔ اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (بیان القرآن)

محبت کے لئے اطاعت لازم ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طاعت ہوگی۔ بلکہ جس درجہ عشق ہوگا۔ جس درجہ محبت ہوگی اسی درجہ اطاعت و فرمانبرداری ہوگی۔ جب کمال عشق ہوگا تو کمال اطاعت ہوگی۔ اور گویا اطاعت ہی دلیل محبت ہے۔ بلا اطاعت دعویٰ عشق و محبت معتبر نہ ہوگا۔ جیسا کہ آج کل بہت سے مدعیان عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے کہ دعویٰ عشق تو ہے۔ مگر اطاعت کا نام نہیں بلکہ ہر حالت میں مخالفت ہے کیا خوب کہا ہے۔

تَعْصِي الرَّسُولِ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ هَذَا لِعُمْرِي فِي الْفِعَالِ بَدِيعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعْنَهُ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

قدر رسول کی نافرمانی کرنا ہے اور ان کی محبت کا بھی اظہار کرنا ہے۔ میری عمر کی قسم یہ تو کاموں میں بہت عجیب ہے۔ اگر تیری محبت صادق ہوتی تو تو ان کا مطیع ہوتا۔ اس لئے کہ بلاشبہ محبت اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔
تو کوئی شخص دعویٰ محبت تو کرتا ہے مگر اطاعت نہیں کرتا۔ برابر نافرمانی و مخالفت کرتا رہتا ہے تو اس کو محبت کون جان لے گا۔ محبت دعویٰ کی چیز ہی نہیں۔

وَجَائِزَةٌ دَعْوَى الْمُحِبَّةِ فِي الْهَوَىٰ

وَلَكِنْ لَا يَخْفَى كَلَامُ الْمُنَافِقِ

اور عشق میں محبت کا دعویٰ جائز ہے۔ لیکن، منافق کا کلام چھپا نہیں رہتا۔

بلا اطاعت کسی کا کیا منہ ہے جو دعویٰ محبت کرے بلکہ عاشق کامل تو دعویٰ کرتا ہی نہیں۔ اس کی زبان سلی ہوئی ہے زبان سے اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ زبان سے ظاہر نہ کرنے کے باوجود عشق چھپا نہیں رہتا ظاہر ہو ہی جاتا ہے اور اس کو چھپایا بھی کیسے جاسکتا ہے۔

می تو اں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن

زردی رنگ رخ و خشکی لب را چہ علاج

شاعر کہتا ہے کہ تم آدمیوں سے عشق کے تذکرہ کو تو چھپا سکتے ہو مگر چہرہ کی زردی اور لبوں کی خشکی کو کس طرح چھپا لو گے۔ غرض پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ۔

عشق و مشک رانواں نہفتن

عشق اور مشک چھپایا نہیں جاسکتا۔

بلکہ عشق بے زبان عشق زبانی سے کہیں زیادہ روشن ہوتا ہے، کیوں کہ عشق

زبانی تو صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور عشق بے زبان کے ساتھ ساتھ دلیل بھی موجود ہے۔ مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

گرچہ تفسیر زباں روشن گرسست

لیک عشق بے زباں روشن ترست

اگرچہ، زبان کی تفسیر، روشن کرنے والی ہوتی ہے۔ لیکن عشق بے زبان زیادہ روشن ہوتا ہے۔

اس لئے محققین کا ملین کا عشق اکثر بے زبان ہی ہوتا ہے اور وہ بے زبان ہو کر بھی سب کچھ کر گزرتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی کامل بھی بے قرار ہو کر بول اٹھتا ہے۔

دل میرود ز دستم صاحبداں خدا را

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

میرا دل میرے ہاتھ سے جا رہا ہے بے قابو ہو رہا ہے اے دل والو خدا کے لئے میری مدد کر ورنہ، جو درد، پوشیدہ راز تھا وہ آشکارا ہو جائے گا۔

یعنی جب ضبط انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور تاب ضبط نہیں رہتا تو بیتاب ہو کر زبان سے بھی اظہار ہو جاتا ہے تو پھر ایسے وقت میں جب کہ عشق بے زبان کو زبان لگتی ہے تو پھر عاشق پر کیا گذرتی ہے وہی خوب جانتا ہے، گویا قیامت کا سامنا ہوتا ہے۔ پھر اس کے سننے کے واسطے بھی بڑا مضبوط کلیجہ چاہئے۔ اس وقت اس کا یہ حال ہوتا ہے۔

مرادر دیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

وگر دم در کشم ترسم کہ مغزا ستخواں سوزد

میرے دل میں ایسا درد ہے اگر میں بیان کروں تو زبان جل جائے۔ اور اگر خاموش رہوں تو ڈرتا ہوں کہ ہڈیوں کا گودا جل جائے گا۔

قطب عالم عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شیخ المشائخ شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی زندگی کو جس نے ذرا قریب سے دیکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ہر حرکت و سکون، قیام و قعود، اکل و شرب، رفتار و گفتار، معاشرہ، معاملہ، شادی غمی غرض ہر حالت میں کس درجہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع و پیروی کا اہتمام ہوتا تھا اور جب سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کا نام مبارک زبان پر آتا یا کسی سے سنتے ہیں یا کسی قسم کا کوئی تذکرہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوتا تو اس وقت عاشق صادق حضرت شیخ زید مجدہ کا کیا حال ہوتا تھا۔ ادھر تو کمال ضبط اور ادھر بحر عشق میں طغیانی دونوں کی کش مکش سے جو حضرت شیخ قدس سرہ کی حالت ہوتی تھی۔ اسے بے چارہ قلم بیان نہیں کر سکتا۔ اور اس حالت کو زبان و قلم سے کسی طرح بیان نہیں کیا جاسکتا۔

قلم بشکن، سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم درکش
حسن این قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد
قلم، توڑ دے، سیاہی گرا دے، کاغذ، جلا دے، اور سانس بند کر لے۔ حسن، یہ قصہ عشق ہے جو دفتر میں نہیں سما سکتا۔

اور قیام ہند کے زمانہ میں مدینہ منورہ زاد ہا اللہ شرفاً و کرامۃً اور وہاں کے سفر مبارک کا ذکر ہوتا تھا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہی حال ہوتا تھا جس کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنے قصیدہ میں اپنا حال بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے قصیدہ کے اشعار
تَصَوَّرْتُ الدِّيَارَ فَهَامَ قَلْبِي
وَهِيَجَ ذِكْرُهَا مِنِّي بُكَائِي
میں نے دیار حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کیا تو میرا دل دیوانہ بن گیا۔

اور اس دیار کی یاد نے مجھ سے تیرے رونے کو ہیجان میں ڈال دیا۔ یعنی گریہ بے حد جوش مارنے لگا۔

رَوْتُ عِنْدِي شَمَائِلَ عَنْ حَبِيبٍ
فَأَبْكَتُنِي وَزَادَتْ مِنِّي عَنَائِي

اس دیار نے محبوب کی خوبیاں میرے نزدیک بیان کیں تو مجھے خوب رلا لیا۔ اور روایت شائل کے بیان میں میری محنت کو بڑھا دیا۔

یعنی کتاب شائل کی روایت کرنے میں (جو ایک مشہور کتاب ہے) میری کوشش اور میرا شوق بڑھ گیا یا حبیب کی عادات و خصائل کی روایت میں میری محنت و کوشش زیادہ ہو گئی۔

أَيَا قَلْبِي بِأَخْزَانِي تَقَطَّعَ
فَلَا سُلُوانَ لِي بَعْدَ النَّوَاءِ

اور اے میرے دل میرے حزن و غموں کے سبب پارہ پارہ ہو جا۔
کیوں کہ فراق محبوب کے بعد کوئی دوا میرے لئے تسلی بخشنے والی نہیں ہے۔

وَيَا صَدْرِي بِأَلَامِي تَشَقَّقُ
فَلَا أَرْضَى لِنَفْسِي بِالْبَقَاءِ

اور اے میرے سینہ میرے دردوں کی تکلیف سے پھٹ جا۔
اس لئے کہ مجھے خوش نہیں آتا کہ میرے نفس کی ہستی باقی رہے اور میں زندہ رہوں۔

فَهَلْ مِنْ مُشْتَرِي رُوحِي بِرُوحِي
يُرَوِّحُنِي بِوَعْدٍ مِنْ لِقَاءِ

کیا کوئی میری جان کا آسائش و تازگی کے بدلہ میں خریدار ہے کہ دیدار

محبوب کا وعدہ کر کے مجھے آسائش پہنچا دے۔

یعنی مجھ کو لذت دیدار کے وعدہ سے آرام دے کر میری جان کو غلام بنالے۔

يُشِيرُنِي بِنَعْمٍ بَعْدَ يُؤْسٍ

وَأَسْعَادٍ لَهَا بَعْدَ الشَّقَاءِ

مجھ کو بعد مشقت فراق راحت دیدار کی خوش خبری دے۔

اور اس کی کہ فراق کی بدبختی کے بعد جان کو سعادت دیدار ملے گی۔

وَقَالُوا أُخْرِجْ تَنْزَهُ فِي مُرُوجٍ

لِتَسْلُوَ مِنْ تَبَارِيخِ الْبَلَاءِ

اور مجھے میرے نصیحت کرنے والوں نے کہا کہ چل گھر سے نکل کر سبزہ

زاروں کی سیر کرتا کہ تجھ کو بلائے عشق کی مشقتوں سے تسلی حاصل ہو۔

شعر آئندہ میں ناصحوں کا جواب ہے۔

وَمَا عَذْرُ الْمُشَوِّقِ إِذَا تَلَهَّى

خَلَّى الْقَلْبَ فِي شَرْعِ الْوَفَاءِ

کہ شرع وفا میں عاشق کو کیا عذر ہوگا جب کہ اس کا دل

بیغم ہو کہ بازی و کھیل کر رہا ہو۔ یعنی طریق وفا میں عاشق کو بازی

و کھیل میں مشغول ہونا ایسا بڑا گناہ ہے جس کا عذر ہی نہیں ہو سکتا۔

يُحِبُّ الْجُبَّ قَدْ أَمْسَى رَهِينًا

فَمَا بَالُ الْحَدَائِقِ وَالْفَضَاءِ

چاہ عشق میں جس نے در ماندہ ہو کر شام کی ہو تو باغوں اور

وسیع میدان کا کیا حال ہے۔ اس کو تو چاہ عشق ہی محبوب ہے یعنی جو

غریق عشق ہو کر صبح سے شام کر چکا ہو اس کے لئے باغ اور وسیع

میدان کس کام کے ہیں۔

وَمَنْ قَاسَى أَذَى مِنْ مَاءٍ عَيْنٍ

فَهَلْ يُغْنِيهِ شَيْئًا عَيْنُ مَاءٍ

اور جس نے آنسو بہا کر محنت کھینچی ہو کیا اس کو کسی پانی کے

چشمہ کے فائدہ دینے سے فائدہ پہنچے گا۔ یعنی جس کسی نے رو کر دریا

بہائے ہوں اس کو پانی کا ایک چشمہ دیکھنا کیا فائدہ دے گا۔

خواجہ دوست محمد اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے پورے قصیدہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا

ہے اسی سے ان اشعار کا ترجمہ بھی نقل کرتا ہوں۔

ترجمہ اشعار

دیکھتا کیا ہوں سما آنکھوں میں سارا بھر گیا

دل مرا بیکل ہوا ہے جوش شورش اور بکاء

خوبیاں محبوب کی اک اک بیل ہونے لگیں

اشک تر آنکھوں سے جاری اور ہجوم ذکر تھا

پادہ پاہ کیوں نہیں ہوتا ہے اس دل حزن سے

اب تسلی ہے کہاں محبوب ہے تجھ سے جدا

کیوں نہ ہو آلام سے سینہ مرا بچاک چاک

جان سے بیزار ہوں بھاتی نہیں مجھ کو بقاء

کوئی ایسا مشتری ہے وعدہ دیدار پر

جان لے آرام دے تو دیکھوں روئے ملقا

مزدہ راحت ملے یام محنت کا صلہ

کہتے ہیں تفریح کر چل سبزہ زاروں کی ذرا

بدلے تسکین غم سے دل ہے عشق محنت اور بلا

پائے تسکین غم سے اور لہو میں ہو مبتلا

دل ہو بے غم فکر سے اور لہو میں ہو مبتلا

عذر عاشق کیا کرے طرز وفا میں اس گھڑی

پھر فضا و باغ سے مطلب ہی اس کو کیا رہا

جس نے چاہ عشق میں کاٹی ہو شام غم بھلا

جس نے چاہ عشق میں کاٹی ہو شام غم بھلا

جس نے آب چشم سے دریا بہائے ہوں سدا

چشمہ خوش سے اسے کیا لطف حاصل ہو بھلا

حضرت اقدس قدس سرہ کی مدینہ طیبہ زادہ اللہ شرفاً و کرامۃً حاضری کس شوق کے ساتھ ہوتی تھی اس کا اندازہ ذیل کی تحریر سے ہوگا۔ بعد میں تو اسی تمنا اور شوق میں مستقل قیام ہی مدینہ طیبہ میں فرمایا تھا۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اور اکثر مراقبہ و استغراق کی کیفیت رہتی ہے۔

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن

بیٹھا رہوں تصور جاننا کئے ہوئے

جب بھی دربار عالیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری ہوتی، تو حضرت کا حال بالکل اسی شعر کا مصداق ہوتا۔

چوری بکوائے دلبر ہسار جان مضطر

کہ مباد بار دیگر نرسی بدیں تمنا

جب تو کوئے دلبر میں پہونچے تو جان مضطر کو قربان کر دے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ تو دوسری مرتبہ اس تمنا کے ساتھ نہ پہونچ سکے۔

فراق دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت شیخؒ کی حالت

ایک سفر کا حال حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نور اللہ مرقدہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اس سرزمین مقدس اور دیار حبیب سے ان کی روح اور

قلب کو جو تعلق اور وابستگی ہے اور اس کے چھوٹنے پر ان کے دل پر

جو کچھ گزر رہی تھی اس کا کچھ اندازہ ان سطور سے ہوگا جو ان کے

ایک مخلص خادم نے ان سطور کے راقم (حضرت مولانا سید ابوالحسن

علی ندوی کو) اپنے ایک مکتوب میں لکھی ہیں۔

طائف سے واپسی پر عمرہ کر کے یعنی حجرا نہ سے احرام

باندھا تھا۔ دوسرے روز جدہ روانگی ہو گئی۔ حدود حرم کے ختم پر جو

کنواں ہے وہاں مغرب کا وقت ہوا۔ نماز کے بعد سوار ہونے کے

وقت حضرت پر گریہ طاری ہوا۔ پھر جدہ پہنچ کر محمد علی خاں صاحب

کے مکان پر رات قیام تھا۔ ساری رات عجیب بے چینی میں

گذری۔ حضرت کی خدمت میں صرف محترمی ابوالحسن صاحب اور

بندہ موجود تھے باقی خدام اور حضرات حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے

ساتھ دوسرے کمروں میں تھے۔ حضرت بار بار اٹھ کر بیٹھتے اور ہم

لوگ بھی آہٹ پا کر اٹھ جاتے اور کسی وقت سوئے بنے رہتے اور

دیکھتے رہتے۔ بندہ کو بائیس سال سے کئی دفعہ کافی کافی عرصہ کے

لئے حضرت کی خدمت میں رہنا ہوا۔ سفر، حضر، عزیزوں بزرگوں

کی اموات، رمضان مبارک کی راتیں، حج کا سفر عرفات وغیرہ

مختلف اوقات و حالات میں حاضری نصیب ہوئی مگر ایسی حالت

کبھی نہ دیکھی تھی، کبھی کھڑکی سے منہ نکال کر گلی میں، راستوں کو

دیکھ رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں ابو الحسن آج اور عرب کی زمین دیکھ لے، صبح کو جانا ہی ہے۔ دوسرے روز ہوائی اڈہ پر انتظار میں ویٹنگ روم میں بیٹھنا ہوا موسم حج اور اپنے ساتھ پاکستان جانے والوں کا کثیر مجمع اور جدہ میں رخصت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے کافی وقت بیٹھنا ہوا۔

بندہ نے حضرت کو روتے ہوئے پہلے بھی بہت کثرت سے دیکھا ہے۔ اکثر اوقات تو ایسا کہ اجنبی کو تو ظاہر نہ ہوتا تھا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت رورہے ہیں اور بعض وقت دیکھنے والوں کو محسوس ہو جاتا تھا کہ نماز تلاوت وغیرہ میں حضرت رورہے ہیں لیکن آنسوؤں کی کثرت کا دستور نہ تھا اور یہ قانون تھا کہ ایسی حالت میں جب کوئی ملنے والا آگیا یا کوئی دوسرا موضوع سامنے آیا جس میں کسی سے ہنسی مذاق اور خندہ پیشانی کی ضرورت ہوتی یا کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی تو ظاہری طور پر حضرت کی وہ حالت فوراً ختم ہو جاتی اور آنے والے کو کچھ محسوس نہ ہوتا وقت کے حق کے مطابق حالت ہو جاتی۔

اس رخصتی والے دن کی حالت بالکل زالی تھی۔ حضرت تشریف فرما تھے۔ ارد گرد کافی مجمع تھا لیکن حضرت ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے کہ بالکل اکیلے ہوں۔ کوئی بات، کلام، توجہ نہ تھی

بے تحاشہ رورہے تھے۔ آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے، کرتہ تر بتر ہو رہا تھا۔ چہرہ مبارک سرخ اور آنسوؤں کے پانی سے ایسا دھل رہا تھا جیسا کہ کوئی نل کے نیچے بیٹھا ہو بس آواز تو نہیں تھی۔ حضرت ہاتھ ڈھیلے کئے بیٹھے تھے۔ لوگ چپ چاپ مصافحہ کرتے جاتے تھے ایک دہشت سی تھی اس حالت میں رخصتی ہوئی۔ چونکہ اس قسم کی حالت ہمیشہ مخفی رکھنے کی عادت تھی اس لئے اگر خود نہ دیکھا ہوتا تو مجھے بھی یقین نہ آتا۔ بیان کو مبالغہ سمجھتا۔ اور اب بیان کو نا کافی سمجھ رہا ہوں۔

درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں تاثیر عشق

اسی محبت و اخلاص نے ان کے درس ان کی تصنیفات ان کے ساتھ بیعت و ارادت کے تعلق میں وہ تاثیر اور کیفیت پیدا کر دی جو اہل عشق کے ساتھ مخصوص ہے۔ (سوانح مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ص: ۱۲۲/ص: ۱۲۳)

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی قدس سرہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے درس حدیث کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اس درس کی کیفیت بھی دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی حدیث کا احترام سنت سے شغف اور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی کیفیت کا اثر تمام حاضرین پر پڑتا ہے۔ اور بعض مرتبہ تو ساری مجلس پر ایک بجلی سی کوند جاتی ہے۔ خصوصاً ختم کتاب اور دعا کے

موقع پر تو یہ پیمانہ ہزار وسعت و عالی ظرفی کے باوجود جھلک پڑتا ہے اسی طرح وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے آنکھیں بے اختیار اور آواز گلوگیر ہو جاتی ہے۔ (حوالہ بالا ص: ۱۰۹/۱۱۰)

کمال عشق و محبت کا اندازہ

حضرت اقدس قدس سرہ کے کمال عشق و محبت کمال تواضع و عبدیت اور کمال فنائیت کا کچھ اندازہ حضرت قدس سرہ کے اس گرامی نامہ سے ہوگا جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ کو ان کے حجاز کے دوران قیام میں تحریر فرمایا تھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

ہمارا نام لے کر آہ بھی ایک کھینچو قاصد

جو وہ پوچھیں تو کہہ دینا یہ پیغام زبانی ہے

بعد سلام مسنون! کراچی سے دو گرامی نامے پہنچے اول

مفصل لفافہ اور پھر مختصر کارڈ مگر وہاں جواب کا وقت نہ تھا۔ آپ

نے اس ناپاک کی معیت و رفاقت کی آرزو لکھی مگر یہ نجس العین اس

پاک خطہ کے قابل کہاں۔ دو مرتبہ حاضری ہوئی مگر ایک طاہر و مطہر

ہستی تھی جس کے پیچھے قطمیر بھی لگ لیا۔ بلکہ حکماً لگا لیا گیا۔ اب کوئی

پاک ہستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس میں ہر قسم کی غلاظت مغلوب

ہو جائے۔ فیا حسرتا۔

آپ نہ معلوم کس مغالطہ میں ہیں۔ اپنی حالت یہ ہے۔

كَانَ ظَنِّي بِأَنَّ الشَّيْبَ يُرْشِدُنِي إِذَا أَتَى فَأَذْغِي بِهِ كَثْرًا
كُنْتُ امْرَأً مِّنْ جُنْدِ إِبْلِيسَ فَأَرْتَقِي بِي اللَّهْرُ حَتَّى صَارَ إِبْلِيسُ مِنْ جُنْدِي
فَلَوْ مَاتَ قَبْلِي كُنْتُ أَحْسَنُ بَعْدَهُ طَرِيقُ فَسَقٍ لَّيْسَ يُحْسِنُهَا بَعْدِي

اسی تعلق اور محبت کے واسطہ سے جو آپ کو اللہ رب

العزت کی ستاری کی وجہ سے اس ناپاک سے محض مغالطہ کی وجہ سے

رہا ہے۔ درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں مبارک راتوں میں،

مبارک جگہ میں اگر دعا سے دست گیری فرمادیں تو وہ پاک ذات وہ

مقلب القلوب قادر مطلق جو چلیج کو عمر بنادے اس کیلئے کیا مشکل

ہے کہ ایک ناپاک کو پاک بنادے اور بدکار کو نیک کار بنادے۔

چشمہ فیض سے گر ایک اشارہ ہو جائے

لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

عمر ختم ہوتی جا رہی ہے ظاہری طور پر وقت قریب ہی آتا

جارہا ہے، اور حالت یہ ہے۔

آئی تھی کچھ لین کو اور بھول چلی کچھ اور

کیا دکھاؤں اپنے پیا کو میرے خالی دونوں ہاتھ

۱۔ میرا گمان تھا کہ بڑھاپہ مجھ کو رہنمائی کرے گا لیکن جب بڑھاپا آتا تو میری گمراہی اور زیادہ ہو گئی

میں ابلیس کے لشکر کا ایک شخص تھا بس زمانہ نے مجھ کو بلند کیا یہاں تک کہ ابلیس میرے لشکر سے ہو گیا پس

اگر وہ مجھ سے قبل مر گیا تو اس کے بعد فق کے راستوں کو ایسا سنواروں گا کہ میرے بعد کوئی ایسا

نہیں سنوار سکتا۔

دیتے ہیں موئے سفید افسوس پیغام اجل
نفس سنتا ہی نہیں ہر چند کہتا ہوں سنبھل
اپنی حالت کو کہاں تک روؤں اور اس منافقانہ تحریر سے
آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک ضائع کروں۔ یہ سطریں اس
امید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر کچھ چوٹ لگے تو آپ اس پاک
در بار میں کچھ عرض کر سکیں۔ جس کی پاک جوتیوں کے ذرے۔ ”لو
اقتم علی اللہ لابرہ“ کے مصادیق ہیں، بہت ادب سے صلوٰۃ و سلام
کے بعد عرض کر دیں کہ اس ناپاک کا سلام اس پاک دربار کے ہر گز
لائق نہیں، لیکن تم رحمۃ للعالمین ہو اس ناپاک کے لئے تمہاری نظر
رافتہ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

نہ آخر رحمۃ للعالمین
زحمر ومان چرا غافل نشینی

یہ بھی عرض کر دیں کہ کچھ عرض کرنے کا منہ نہیں اس لئے کیا عرض کروں۔

فقط والسلام زکریا۔ مظاہر علوم

۲۲ شعبان ۶۶ھ (حوالہ بالا ص: ۱۲۶ تا ۱۲۸)

مکتوب گرامی بنام سید ابوالحسن علی ندویؒ

ایک گرامی نامہ میں مولانا موصوف ہی کو تحریر فرمایا۔

بہر حال اگر ملاقات نہ ہو سکے تو اولاً اپنی تمام تقصیرات اور

بے عنوانیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ ثانیاً۔

جاتے ہو تو جاؤ پر اتنا تو سن جاؤ
یاد جو آجائیں مرئے کی دعا کرنا
بارگاہ رسالت پر پہنچ کر اگر یاد آجائے تو یہ الفاظ بھی عرض
کر دینا ایک روسیہ ہندی کتے نے بھی سلام عرض کیا تھا۔ اگر ایک
دو طواف بھی اس ناکارہ کی طرف سے کر دیں تو آپ جیسے کریم
جفاکش حضرات سے امید ہے کہ بار نہ ہوگا یہی چیزیں اس ناکارہ
اور نا اہل کے لئے اعلیٰ تبرکات ہیں۔ کسی تبرک کے لانے کا ہر گز
ہر گز ارادہ نہ کریں۔ اس کا نعم البدل میں نے تعلقات کی قوت کے
زور میں خود ہی تجویز کر دیا کہ مجھے کھجور، زمزم وغیرہ تبرکات کی بہ
نسبت دعا اور طواف کی مسرت ہی زیادہ ہوگی۔ اور احتیاج بھی
زیادہ ہے۔ فقط والسلام زکریا۔ مظاہر علوم

۲۳ رجب ۶۶ھ (حوالہ بالا ص: ۱۲۳/ص: ۱۲۵)

”خدائے پاک اپنے فضل و کرم اور حضرت شیخ
نور اللہ مرقدہ کے طفیل اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی محبت کا کچھ حصہ اس ناپاک و ناکارہ اور نا اہل کو بھی نصیب
فرمادے۔ آمین، آمین، اللہم آمین، یا رب العالمین“۔



اقدام عالیہ کی جانب عاشقانہ بیٹھنا

عاشقانہ می نشیند، سمت اقدام حبیب

مشفقانہ می نواز د، سرور پیغمبراں

ترجمہ: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ عاشقانہ انداز میں (تواضع اور عاجزی و تذلل

کے ساتھ) حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی جانب بیٹھتے ہیں۔

اور سرور پیغمبراں (حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت کو اپنے قرب

خاص اور دیگر مقامات عالیہ سے) مشفقانہ طور پر نوازتے اور سرفراز فرماتے ہیں۔

پانچویں حج کا واقعہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں۔

پانچویں بار آپ کا سفر حج (۱۳۸۹ھ) غایت درجہ اشتیاق

و شوق حضوری کے ساتھ ہوا اس نعمت عظیم کے شکرانہ کے طور پر

آپ نے دو ماہ کے روزہ اور ہمہ وقت بحالت وضو رہنے کی نذرمانی

تھی اللہ تعالیٰ نے راقم کو اس سفر حج میں ہمرکابی کی توفیق نصیب

فرمائی۔ اور آپ کے علو ہمت، قوت ارادی، بارگاہ نبوی میں آپ

کے آداب ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عشق و شفیقتگی،

علو استعداد نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قیام میں جن مراتب عالیہ

اور دولت قرب و اختصاص سے نوازا اور سربلند و سرفراز فرمایا اس

کے عجیب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اسلاف کرام اور اولیاء

مقدمین کی یاد تازہ ہوئی آپ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے

اقدام عالیہ کے پاس مسلسل گھنٹوں ایک حالت میں مراقب رہتے

اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب بھی آپ کی سیری نہیں ہوئی یہ تمنا فرماتے

کہ اسی پاک سرزمین میں آپ کو مستقل قیام کا موقع مل جائے

واپسی کا ذکر تک آپ کو بہت شاق ہوتا۔ (حیات خلیل بحوالہ مقدمہ

اوجز ص: ۶۱۱)

روئے انور از جمال مصطفیٰ شد تابناک

روح اطہر باکمال وبا وقار و شادماں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا روئے انور جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ

سے تابناک ہو گیا۔ اور روح اطہر باکمال باوقار اور شادماں ہو گئی۔

سید المرسلین حبیب رب العالمین (فداہ ابی وامی) صلی

اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر ام معبد کے خیمہ کے پاس سے

گذرے اور ایک کمزور و لاغر بکری (جو جنگل میں چرنے کے لئے

بھی نہیں جاسکتی تھی جس کے تھن بالکل خشک تھے برائے نام بھی

دودھ نہ تھا) کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک

کی برکت سے دودھ دینے کا معجزہ پیش آیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے وہاں سے تشریف لے جانے کے بعد جب ام معبد کا

شوہر گھر آیا تو اس نے دودھ سے بھرے ہوئے برتن اور خاص

انوارت محسوس کئے جس کی وجہ سے ام معبد سے حالت دریافت

کی، تو جب خیمہ کے پاس گذر جانے کی وجہ سے بعد تک انوارات

محسوس کئے جائیں تو جس جگہ وہ ذات اقدس وہ صاحب جمال

و کمال صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ آرا و آرام فرما ہوں۔ وہاں اس جمال
جہاں آراء کے انوارات کا کیا حال ہوگا۔

اور جو عاشق صادق اپنے آپ کو ان کے عشق میں فنا
کر کے ان کے دربار گہر بار پر جا پڑے اور ان کے تصور و مراقبہ میں
اکثر وقت گزارے۔ ان کی یاد ان کی غذا اور قلب و روح کے لئے
سکون و سرور کا باعث ہو جائے اور جو اپنے کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ
کے تصور میں اپنے آپ کو فنا کر دے اور محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کا
جمال جہاں آراء کی شعائیں جس پر ہر وقت پڑیں اور اس کو
جگمگائے رہیں اس کے حسن کا کیا پوچھنا وہ کتنا حسین ہو جائے گا۔
خود اندازہ لگا لیا جائے شعر مذکور میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

روشن تیرے نور سے سورج بھی قمر بھی
دیکھے تیرا جلوہ تو تڑپ جائے نظر بھی

خاک طیبہ

خاک طیبہ نزد وے محبوب از عیش نعیم
قلب او از ماسواء فارغ شدہ در شوق آل

ترجمہ: خاک طیبہ (زاد ہا اللہ شرفاً و کرامتاً) حضرت قدس سرہ کو عیش نعیم سے
زیادہ محبوب ہے۔ (یہاں تک) کہ حضرت کا قلب مبارک اس کے شوق میں اس کے
ماسواء سے فارغ ہو گیا ہے۔ (کہ ہر وقت اسی کے شوق میں مشغول و مستغرق رہتے ہیں)

کمال اتباع

خلق و فعل و نطق از سنت منور سر بسر

معدن ایثار و شفقت راحت دل خستگان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا خلق (عادت) و فعل اور نطق (گفتگو) سب
سنت (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) سے منور ہے۔ یعنی سب سنت کے مطابق ہے اور
سنت میں نور ہوتا ہی ہے۔ اس لئے حضرت کے یہ سب کام سنت کے نور سے منور
ہیں۔ اور..... مقصود یہ ہے کہ حضرت کا ہر عمل سنت کے مطابق ہے جو ہزار کرامتوں
سے کہیں بڑھ کر ہے۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

سعدی یہ مت سمجھ کہ تو راہ صفا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر
چل سکتا ہے۔

معدن ایثار و شفقت راحت دل خستگان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ ایثار و شفقت کی کان اور خستہ دلوں کی راحت ہیں۔

تشریح: یہ بھی محبوب کبریا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اتباع ہے۔ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اپنے ادنی امتی کے ساتھ محبت ہے پوری دنیا کی محبت بھی اس کے
برابر نہیں ہو سکتی۔

قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا

عَنْتُمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ.

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے۔ جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں۔ (بیان القرآن)

نیز ارشاد فرمایا گیا۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۖ الْآيَةُ.

نبی مؤمنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ (بیان القرآن)

”گلدستہ سلام میں السلام اے بر خلائق اور رؤف است و رحیم“ کے ذیل میں لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت و رحمت پر شاہد ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو طرح طرح ایذا دیتے تھے۔ جن کے سننے سے ہی دل دہلتے اور کلیجے پھٹتے ہیں اور آنکھیں روتی ہیں مگر ان لوگوں پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس درجہ مہربانیوں کی بارش برسائی ہیں۔ قاتلین کو (بدلہ لینے پر پوری قدرت کے باوجود) معاف ہی نہیں کیا بلکہ الٹا انعامات سے نوازا جس سے پیارے حبیب صلی اللہ

علیہ وسلم کی پوری زندگی بھر پور ہے۔ یہ صرف پیارے آقا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حصہ تھا حدیث و سیر اور تاریخ کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ امت کے لئے ہر وقت بے چین رہنا، راتوں کو رونا، اتنے لمبے لمبے سجدے کر کے کہ لوگوں کو وفات ہو جانے کا احتمال ہونے لگے اور اتنی لمبی لمبی نقلیں پڑھ کر (کہ پیروں پر ورم آجائے) امت کے لئے دعائیں مانگنا، اور پتھر تک کھا کر اور (احد میں) زخمی تک ہو کر ہدایت کی دعائیں فرمانا یہ ایک رحمۃ للعالمین ہی کا منصب ہو سکتا ہے اور بس۔

(گلدستہ سلام ص: ۳۹)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس امت سے اس درجہ محبت تھی اس سے محبت رکھی جائے۔ اور جو حضرات سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ امت کی رحمت و شفقت بھی کمال درجہ عطا فرماتا ہے۔

حضرت شیخؒ کی امت پر رحمت و شفقت

حضرت قطب عالم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی رحمت بر حال امت سے بھر پور ہے امت کے لئے درد مند رہنا، رات کی تنہائیوں میں رب العالمین کے حضور میں پیشانی رکھ کر امت کے لئے دعائیں مانگنا یہ حضرت کا محبوب مشغلہ ہے۔ بلکہ امت کے لئے دوسروں سے دعائیں کرانا بھی۔ چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ کو ان کے سفر حجاز کے موقع پر ایک مکتوب گرامی میں یہ بھی تحریر فرمایا۔

اب آپ سے انتہائی لجاجت سے درخواست ہے کہ ملتزم پر اور مواجہ پر اس ناپاک کے لئے جو کچھ کر سکتے ہوں کر دیجئے اللہ جل شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور یہاں کے مسلمانوں کے لئے کیا کہنا ہے یہ تو آپ کا دل مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہوگا۔
(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ص: ۱۲۶)

قیام مدینہ منورہ کا ایک مقصد

اسی طرح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے قیام مدینہ پاک زاد ہا اللہ شرفاً و کرامۃ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

یہ قیام بھی دراصل اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کی اقبال مندی کی دعاء کے لئے ہے۔ اور آپ کے شب و روز کا بڑا حصہ ان مسائل کی فکر و دسوزی اور اللہ تعالیٰ کے باب کرم کو کھلوانے کے لئے مسلسل دعاء اور توجہ الی اللہ میں گذرتا ہے۔
یہ شعر آپ کے بالکل حسب حال ہے۔

بایں پیری رہ یثرب گر فتم
نوا خواں از سرور عاشقانہ
چو آں مرغی کہ در صحراء سر شام
کشاید پر بہ فکر آشیانہ

(حیات خلیل ص: ۶۱۲)

حضرت شیخ کے مراتب عالیہ

حضرت قطب عالم شیخ الحدیث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی امت کے حال پر رحمت و شفقت اور امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں اور ہر قسم کی صلاح و فلاح کی دعائیں مانگنے اور امت کی زبوں حالی سے درد مند و فکر مند رہنے سے خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب عالیہ کا بھی کسی درجہ میں اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے۔

مَنْ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً
أَوْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً أَحَدُ الْعَدَدَيْنِ كَانَ مِنَ الَّذِينَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ
وَيُرْزَقُ بِهِمْ أَهْلُ الْأَرْضِ.

جو مومن مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہر دن ستائیس یا پچیس مرتبہ استغفار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ان لوگوں میں شمار فرماتے ہیں۔ جن کی دعاء قبول ہوتی ہے اور جن کی برکت سے زمین والوں کو روزی ملتی ہے۔

(فی فضل الاستغفار ص: ۱۱ بحوالہ حصین ص: ۵۳)

شیخ محمد آفندی عابدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ”اجابة الغوث ببيان النقباء والنجباء والابدال والافاتار والغوث“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وفى الحلية لا بى نعيم من قال كل يوم عشر مرات اللهم
اصليح امة محمد اللهم فرج الكرب عن امة محمد اللهم ارحم امة
محمد كُتِبَ مِنَ الْاَبْدَالِ انتهى. رسائل ابن عابدین ص: ۲۷۴

جو شخص ہر دن دس دفعہ یوں کہے گا ”اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

امت کی اصلاح فرمادے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی تکلیف و مصیبت دور فرمادے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما، تو اس کو ابدال میں سے لکھ دیا جائے گا۔

”یعنی ابدال کے مثل ہو جائیگا۔ کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کا ابدال کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔“ (حوالہ بالا)

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی صحبت کیمیا اثر

صحبت او اے برادر کیمیائے بے مثال
ہر کہ آید حسب استعداد یابد بہرہ زان
ترجمہ: حضرت دام مجدہ کی صحبت اے بھائی بے مثال کیمیا ہے۔ جو آتا ہے
اپنی استعداد کے موافق اس سے حصہ پاتا ہے، (اپنی استعداد صلاحیت کے بقدر فیض حاصل کرتا ہے)

ایسے ہی حضرات کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے۔
صحبت نیکان اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است
نیکوں کی صحبت اگر ایک ساعت ہی ہو۔ سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔
نیز کیا خوب کہا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر است از صد سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ جو اولیاء کی صحبت میں گزرے۔ سو سال کی مخلصانہ عبادت سے

بہتر ہے۔

نیز

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند با حضور اولیاء
جو شخص خدا کے ساتھ ہم نشینی چاہے۔ چاہے کہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے۔
نیز کیا خوب کہا ہے۔

آنانکہ بنظر خاک را کیمیا کنند
آیا بود گوشہ چشمی بما کنند
جو حضرات نظر سے خاک کو کیمیا کر دیتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر کچھ توجہ
ہماری طرف فرمادیں۔

ماہ صیام میں بارش الطاف کی زیادتی

می فزاید بارش الطاف در ماہ صیام
اعتکاف خلوتی در انجمن این راز داں
ترجمہ: (حضرت قدس سرہ) کے کرم و الطاف کی بارش ماہ صیام میں اور بڑھ
جاتی ہے۔ حضرت دام مجدہ کا اعتکاف خلوت در انجمن کا مصداق ہوتا ہے اس راز کو
جان لے۔

خلوت در انجمن

”خلوت در انجمن“ سلسلہ نقشبندیہ میں اصطلاح تصوف کا لفظ ہے سید
الطائف، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر

فرماتے ہیں۔

”خلوت در انجمن“ آں است کہ بظاہر باخلق بیطاطن باحق تعالیٰ بود، یعنی باہر حال متوجہ الی اللہ بودہ باشد۔

”خلوت در انجمن“ یہ ہے کہ بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بیاطن حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ رہے یعنی ہر حال میں متوجہ الی اللہ رہے۔

خواجہ مجذوب مرحوم و مغفور نے کیا خوب اس مضمون کو ادا فرمایا ہے۔

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے
توجہ باطنی

می نشیند در مجالس بہر تنویر ظلم
می رساند آفتابے در قلوب خادماں
ترجمہ: حضرت قدس سرہ مجالس میں ظلمتوں (اندھیروں) کو منور کرنے کے لئے تشریف فرما ہوتے ہیں اور (اپنی توجہ باطنی کا) ایک آفتاب خادموں کے قلوب میں پہنچا دیتے ہیں۔ (جس سے خادموں کے قلوب جگمگا اٹھتے ہیں۔)

پر نور چہرہ

چہرہ پر نور او روشن تراز شمس و قمر
لیک ظاہری شود مقدار تاب طالباں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا پر نور چہرہ شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے۔ لیکن اس کا نور طالبین کی قوت کے بقدر ظاہر ہوتا ہے۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

دید لیلیٰ کے لئے دیدہ مجنوں ہے ضرور
کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تماشا ان کا

نیز ارشاد ہے۔

جہاں سارا تو چھان مارا بتاؤ انصاف سے خدا را
کہیں بھی اے مہرہ و ماہہ دیکھا جمال ایسا کمال ایسا
بھلا وہ سمجھے تو کیسے سمجھے، بھلا وہ جانے تو کیسے جانے
جو قلب اور عقل کا ہوا نہ تھا جمال ایسا کمال ایسا
مضمون سابق کی دلیل

سطح ظاہر را منور می نماید آفتاب
از شعاع روئے او روشن شود خلق نہاں
ترجمہ: آفتاب تو بس ظاہری سطح کو منور کرتا ہے اور حضرت قدس سرہ کے روئے انور کی شعاعوں سے پوشیدہ اخلاق روشن ہو جاتے ہیں۔

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھے تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

مقبولیت عامہ

کاسہ گیران جاوہ پیاں سوئے آن مینا نواز
در دلش خمخانہ عشق و محبت ایں زماں

ترجمہ: طالبین کا سہ طلب لئے ہوئے اس شراب عشق بخشنے والے کی طرف

جادہ پیاں ہیں (چنانچہ مختلف شہروں مختلف ملکوں سے طالبین پروانوں کی طرح آتے اور شراب عشق پی کر اور بقدر وسعت ظرف حصہ پا کر واپس لوٹتے ہیں)

اس وقت حضرت قدس سرہ کے دل ہی میں تو عشق و محبت کا نغمہ ہے۔ جس طرح بجلی کا پاور ہاؤس ہوتا ہے کہ وہیں سے بجلی تقسیم کی جاتی ہے اور جس طرح کسی شئی کا گودام ہوتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں خدائے پاک نے حضرت قدس سرہ کے دل کو عشق و محبت کا گودام اور پاور ہاؤس بنایا ہے، طالبین آتے ہیں اور بقدر طلب و ظرف حصہ پاتے ہیں۔ تو گویا لوگوں کے دلوں میں حضرت شیخ قدس سرہ کی طرف کشش اور طبیعتوں کی میلان کی وجہ یہی ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق کمال درجہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت اور مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور پھر اس بندہ سے محبت کرنے کا حکم حضرت جبریل علیہ السلام کو ہوتا ہے اور پھر یکے بعد دیگرے تمام آسمان والوں کو یہ حکم ہوتا ہے۔ پھر دنیا میں اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھا دی جاتی ہے (جیسا کہ یہ مضمون حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے) اس کے بعد بے اختیار لوگوں کے قلوب اس کی طرف کھینچتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن میں سلامتی نہیں۔

اس صورت میں مصرعہ ثانیہ مصرعہ اولیٰ کے لئے علت ہوگا۔

مجلس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نقشہ

مجلس او معرفت را بحر ناپیدا کنار

بر لا حسب طاقت ہر کسے غوطہ زناں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس معرفت کا ناپیدا کنار دریا ہے ہر شخص حسب

طاقت اس میں معرفت کی موتیوں پر غوطہ زن ہے۔

تشریح: یعنی شرکاء مجلس میں سے ہر شخص اپنی اپنی استعداد و صلاحیت اور

طاقت کے اعتبار سے رموز معرفت سے واقف اور بہرہ ور ہوتا ہے۔

مجلس او آبشارے کشت دل سیراب ازو

مجلس او رود بارے برکنارش تشنگاں

ترجمہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ایسا آبشار ہے کہ جس سے دل کی کھیتی

سیراب ہوتی ہے۔

تشریح: ”دل کی کھیتی“ ایمان و یقین اللہ کے وعدوں پر اعتماد اور اس بیچوں

ویشل تعالیٰ شانہ کی معرفت ہے حضرت قدس سرہ کی مجلسوں سے یہ کھیتی سیراب ہوتی

ہے اور تروتازگی و افزونی پیدا ہوتی ہے۔

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس (علوم و معرفت کی) ایسی نہر ہے جس کے

کنارہ پر پیاسے جمع رہتے ہیں۔

تشریح: اس لئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہند میں ہوں یا عرب میں وہیں دور

دراز افریقہ، امریکہ، لندن، برما، ہندوستان، پاکستان اور دوسرے ممالک عرب و عجم

کے طالبین پروانہ دار حضرت قدس سرہ کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔

مجلس اودلگدازے گرد او دلہا چوموم

مجلس اود لنوازے گرد اودل داد گاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسی دل گداز (دل پکھلا دینے والی) ہے

جس کے پاس دل مثل موم (نرم) ہو جاتے ہیں۔

حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسی دل نواز (دلوں کو علوم و معرفت بخشنے والی)

ہے۔ جس کی وجہ سے دلدادہ (عشاق) اس کے پاس جمع رہتے ہیں۔

مجلس او باغبانے گرد او انواع گل

مجلس او سائبانے زیر او دل تفتگان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسا باغبان ہے۔ جس کے پاس مختلف قسم کے پھول ہیں۔

حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسا سائبان ہے جس کے نیچے تڑپتے دل (پناہ گزین) ہیں۔

مجلس او ہر زبانے وقف بر ذکر و درود

مجلس او پاسبانے بر قلوب سالکان

ترجمہ: حضرت کی مجلس ایسی مجلس ہے کہ جس میں ہر زبان ذکر و درود پر وقف ہے۔ (یعنی شرکائے مجلس میں ہر شخص ذکر، درود وغیرہ میں مشغول رہتا ہے)

حضرت قدس سرہ کی مجلس سالکین کے قلوب پر ایک محافظ ہے کہ خطرات و وساوس سے دلوں کی حفاظت کرتی ہے۔

مجلس او نزد بانے بہر تیسیر وصول

مجلس او مہر بانے برہمہ آئندگان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایک سیڑھی ہے وصول کو آسان کرنے کے لئے۔

حضرت قدس سرہ کی مجلس ہر آنے والوں پر مہربان ہے۔

تشریح: یعنی جس طرح سیڑھی کے ذریعہ مکان کے اوپر چڑھا جاتا ہے اسی

طرح حضرت قدس سرہ کی مبارک مجلس کی مدد سے وصول الی اللہ میسر آتا ہے اور

حضرت قدس سرہ کی مجلس میں ہر آنے والوں پر مہربانی کی جاتی ہے ہر کسی پر توجہ ہوتی

ہے۔ جس سے ہر شخص بقدر ہمت و وسعت ظرف فیضیاب ہوتا ہے۔

مجلس او آسمانے از کواکب زینش

مجلس او راہ دانے گرد او سیار گان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسا آسمان ہے جو ستاروں سے مزین ہے۔

تشریح: یعنی حضرت قدس سرہ کی مجلس میں علماء کرام (جو مثل ستاروں کے

ہیں) جمع رہتے ہیں جن سے مجلس کو زینت ہوتی ہے۔

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسا راہ داں (راستہ سے واقف و باخبر) ہے

کہ جس کے گرد قافلے جمع رہتے ہیں۔

تشریح: یعنی حضرت قدس سرہ وصول الی اللہ کے راستہ سے ایسے واقف اور

باخبر ہیں کہ راہ سلوک و طریقت طے کرنے والوں کے قافلے کے قافلے حضرت کی

خدمت میں حاضر ہو کر رہنمائی حاصل کرتے ہیں کہ کسی پر قبض کی کیفیت غالب ہوتی

ہے، کسی پر بسط کی، کسی پر گریہ و بکاء ہے۔ کسی پر سرور و انبساط، کسی پر کوئی وارد پیش آتا

ہے، کسی کو کوئی ہر شخص اپنا اپنا حال بیان کر کے رہنمائی اور ہدایت حاصل کرتا ہے۔

مجلس او شمع روشن گرد او پروانہ ہا

مجلس او شاہ گل گردش عنادل در فغاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسی روشن شمع ہے جس کے گرد پروانے جمع ہیں۔

تشریح: یعنی حضرت قدس سرہ کی مجلس میں لوگ ایسے جذبہ و شوق کے ساتھ

شریک ہوتے ہیں جیسے پروانے شمع کے پاس۔

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسا شاہ گل ہے جس کے گرد بلبلیں آہ

و فغاں میں رہتی ہیں۔

تشریح: یعنی جس طرح بلبلیں شاہ گل پر عاشق ہیں۔ اس سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتیں۔ یہی حال لوگوں کا ہے حضرت قدس سرہ کے عشق میں حضرت قدس سرہ کی مجلس سے جدائی ان پر بڑی شاق گذرتی ہے۔

مجلس او غم گسارے گرد او دل پارہا

مجلس او تاجدارے گرد او فرزانه گاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی مجلس ایسا غم گسار ہے جس کے گرد دل پارہ لوگ جمع رہتے ہیں۔

تشریح: یعنی جن کے دل غموں سے پارہ پارہ ہو چکے ہیں چونکہ حضرت شیخ قدس سرہ ان کی غم گساری تسلی و دل جوئی فرماتے ہیں اس لئے حضرت کے گرد جمع رہتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس ایسی تاجدار ہے جس کے گرد فرزانه جمع رہتے ہیں۔

تشریح: یعنی حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں شرکت سے رذائل دور ہو کر فضائل سے انسان آراستہ ہو جاتا ہے۔ اور اسکو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ اسکے سر پر مقبولیت و محبوبیت اور رشد و ہدایت کا تاج رکھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے عقلمند انسان حضرت قدس سرہ کے پاس جمع رہتے ہیں۔

توکل و اعتماد

مایہ او اعتماد وعد ہائے ذات حق

تاج فقرش با توکل روکش چتر شہاں

ترجمہ: ان کی پونجی اور سرمایہ ذات حق تعالیٰ شانہ کے وعدوں کا اعتماد ہے۔

ان کا فقر با توکل بادشاہوں کے چتر کو شرمندہ کرنے والا ہے۔

درس حدیث پر تنخواہ قبول نہ فرمانا

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی ہی حق تعالیٰ شانہ کے وعدوں پر اعتماد کی روشن مثال ہے۔ یہ تو پہلے گذر چکا ہے کہ تقریباً نصف صدی تک و مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں درس حدیث دیا مگر کبھی تنخواہ قبول نہ فرمائی اور جو اکابر کے اصرار پر قبول فرمائی تھی بعد میں اس کو بھی واپس فرما دیا تھا اس قسم کے واقعات سے حضرت قطب عالم قدس سرہ کی پوری زندگی بھری ہوئی ہے۔ بطور نمونہ کے چند واقعات عرض کرتا ہوں جن سے حضرت قطب عالم قدس سرہ کا خالق کائنات تعالیٰ شانہ کے وعدوں پر اطمینان و اعتماد کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

پہلا واقعہ

حضرت مولانا محمد تکی صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد گھر کا سب خرچ حضرت قدس سرہ کے سر پر آ پڑا والدہ صاحبہ، ہمیشہ صاحبہ اور دیگر اہل خانہ کی کفالت ادھر ظاہری طور پر کوئی سرمایہ نہیں جائداد نہیں، تنخواہ نہیں کتب خانہ کی بکری بہت کم اور کتب خانہ کا کام والد صاحب قدس سرہ فرماتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تجارت کا تجربہ بھی نہ تھا یہ ساری چیزیں کس طرح پریشان کن تھیں۔ مگر والد صاحب قدس سرہ کے انتقال کے تیسرے روز جب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ (جن کی شفقت و محبت کے واقعات اوپر گذر چکے

ہیں) نے ان سب چیزوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

یہ امور بالا بہت قابل فکر ہیں۔ تم ابھی بچے ہو تجارت سے واقفیت نہیں۔ مولانا عاشق الہی میرٹھی کو تجارت میں بہت مہارت ہے۔ اس لئے تم اپنا کتب خانہ لے کر میرٹھ منتقل ہو جاؤ اور مولانا عاشق الہی کی زیر نگرانی تجارت کرو تو ان شاء اللہ قرضہ بھی جلد ادا ہو جائے گا اور متعلقین کی کفالت کا انتظام بھی سہولت سے ہو جائے گا۔ حضرت قدس سرہ نے بہت ہی شفقت اور طویل تقریر سے یہ مضمون ارشاد فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ میں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضرت! اگر حکم ہے تو سر آنکھوں پر اور اگر مشورہ ہے تو میری تمنا تو یہ ہے کہ حضرت سہارنپوری ان شاء اللہ تشریف لے ہی آئیں گے (حضرت سہارنپوری اس وقت نینی تال جیل میں بلا تفتیش محبوس تھے)

حضرت اقدس رائے پوری نے میرا جواب سن کر فرمایا کہ بس، بس اور انتہائی مسرت اور انتہائی اخلاص کے ساتھ مجھے اس قدر دعائیں دیں کہ آج بھی وہ دعائیں میرے لئے انتہائی موجب لذت ہیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ میری بھی یہی خواہش تھی۔ مگر مولانا عاشق الہی صاحب نے بہت اصرار کیا تھا کہ زکریا میرے کہنے کو تو مانے گا نہیں آپ اس کو حکم فرما دیں کہ وہ میرٹھ منتقل ہو جائے۔ اور جو وجوہ مولانا نے بتلائی تھیں وہ ظاہر تھیں۔ اس

لئے میں نے مشورہ دیا تھا یہ سن کر اللہ مجھے معاف کرے، مجھے مولانا عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا غصہ آیا کہ حد نہیں۔ اگرچہ مولانا میرٹھی نے ازراہ شفقت فرمایا تھا۔ مگر میری حماقت کہ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، اور میں نے واقعی مولانا کی شفقت کا بدلہ بہت ہی گرانی کے ساتھ دیا۔ اگر اس وقت کوئی لفظ گستاخی کا مولانا مرحوم کی شان میں نکل گیا ہو تو اللہ ہی معاف فرمائے۔ اور مولانا کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ (ولی کامل ص: ۸/ ص: ۹ بحوالہ آپ بیتی)

اسی نوع کے دو واقعے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ نے تحریر فرمائے ہیں۔ پہلا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

دوسرا واقعہ

شیخ کے خاندان کا تعلق مدرسۃ العلوم، علی گڑھ سے (جو بعد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام سے مشہور ہوا) بہت قدیم اور گہرا تھا علی گڑھ تحریک کے بانی سر سید احمد خاں مولانا نور الحسن صاحب کاندھلوی کے شاگرد تھے اور انہوں نے اس تلمذ کا ہمیشہ بڑا احترام کیا۔ جس کے نتیجے میں اس خاندان کے ذہین اور شریف نوجوان مختلف دوروں میں علی گڑھ سے استفادہ کرتے رہے ان میں بیسویں صدی کے ابتداء میں دو بھائی مولوی بدر الحسن صاحب (جو سب ججی کے عہدہ سے رٹائر ہوئے) اور مولوی علاؤ الحسن (جو دپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے) خاص طور پر ممتاز و نامور

ہوئے۔ شیخ کے اکثر ہم عمر اور قریبی عزیز علی گڑھ میں تعلیم پاتے تھے مولوی بدر الحسن صاحب نہ صرف علی گڑھ کے اولڈ بوائے تھے، بلکہ کالج کے ٹرسٹی اور اسکے اہم ارکان میں سے تھے شیخ کی تنخواہ پندرہ روپیے ماہانہ تھی۔ آئندہ کی ترقیات کا بھی حال معلوم تھا۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ خاندان کا معیار زندگی زمینداری اور اعلیٰ سرکاری عہدوں کی وجہ سے خاصا بلند تھا۔ مولوی بدر الحسن صاحب نے ازراہ شفقت یہ منصوبہ بتایا کہ شیخ جن کی ذہانت اور محنت خاندان میں مشہور اور مسلم تھی۔ پرائیویٹ طریقے پر علوم مشرقیہ کے دو امتحانات دے دیں اسکے بعد کالج میں تین سو روپے کی ملازمت یقینی ہے۔ خاندان کے بزرگوں کی طرف سے اس بارے میں نہ صرف تائید تھی، بلکہ اصرار تھا جو ناراضگی کی حد تک پہنچ گیا۔ لیکن شیخ نے ادب مگر شدت کے ساتھ اس سے انکار کیا اور فرمادیا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس میں کمی اور بیشی کا تعلق صرف مقدر سے ہے اگر اللہ کو کشائش اور روزی کی فراخی منظور ہے تو یہیں، بیٹھے بیٹھے حاصل ہوگی۔ وہ حاصل ہوگی، ورنہ ہزار جتن کرنے کے بعد بھی اس کی کوئی ضمانت نہیں۔ شیخ کا یہ جواب سن کر خاندان کے ایک بزرگ مولوی شمس الحق صاحب نے جو شیخ کو سمجھانے آئے تھے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور بڑی داد دی۔

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ص: ۹۱، ۹۲)

تیسرا واقعہ

دوسرا واقعہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

اس سے بڑا امتحان چند دنوں کے بعد پیش آیا کرناٹک میں نواب عظمت علی خاں مظفر جنگ کے مشہور وقف کی جانب سے ایک بڑا تبلیغی دارالعلوم قائم کیا گیا جس کی خصوصی غرض وغایت یہ تھی کہ اسلام کی تبلیغ اور اس کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے نیز جدید شبہات اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے، جو اس وقت اپنی تبلیغی کوششوں میں بہت سرگرم تھے، ایسے فضلاء تیار کئے جائیں جو عربی و انگریزی دونوں سے واقف اور علوم قدیم و جدید دونوں کے جامع ہوں اس کے لئے یہ تجویز ہوئی کہ بڑے وظائف دے کر مستند عربی مدارس کے فضلاء کو انگریزی اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغین کو عربی پڑھائی جائے۔ مولانا سر رحیم بخش صاحب مرحوم جو ریاست بھاوپور کے صدر کونسل اور اکیڈمیٹ تھے اس تحریک کے بڑے سرپرستوں میں سے تھے، ان کا تعلق گنگوہ، رائے پور اور سہارنپور سے خادمانہ تھا اور مخلصانہ تھا اور وہ مظاہر العلوم کے بھی سرپرستوں میں تھے، انہوں نے ابتدائی مدرس حدیث کیلئے شیخ کا انتخاب کیا اور اس کے لئے سہارنپور کا مستقل سفر کیا۔ ضابطہ کے تین سو ماہانہ تنخواہ کے علاوہ

انہوں نے زیادہ سے زیادہ سہولتیں دینے کا وعدہ فرمایا مثلاً رمضان کی چھٹی حضرت کی خدمت میں رہنے کے لئے ہر سال تین ماہ کی چھٹی بلا وضع تنخواہ، اجناس کی سہولت، ان سب کے ساتھ ان کی صرف شرط یہ تھی کہ حضرت پر ظاہر نہ ہو کہ یہ تحریک ان کی ہے۔ اس لئے کہ مظاہر العلوم کے ایک سرپرست کی حیثیت سے ان کیلئے یہ مناسب نہیں تھا کہ مدرسہ کے مدرس کو کسی اور جگہ کے لئے آمادہ کریں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دو سال کی چھٹی لیلو اور یہ کہو کہ قرض کا بار زیادہ ہے، شادی بھی ہو چکی ہے اور بچے بھی ہیں مدرسہ کی تنخواہ میں گزارا نہیں ہوتا۔ اس وقت شیخ کی تنخواہ بیس روپے تک پہنچی تھی۔ مولانا سرجم بخش صاحب کے دیرینہ تعلقات ان کی بزرگانہ مخدومانہ حیثیت ان کا پر خلوص اصرار، قرض کا بار، تنخواہ کی قلت اور ترقی کے امکانات کا فقدان یہ سب وہ حقائق تھے جو اس پیش کش کو قبول کرنے کی ترغیب بھی دیتے تھے، اور ان کے لئے شرعی، اخلاقی و علمی دلائل بھی پیش کرتے تھے یہ ایک نوجوان عالم کے لئے جو ذہانت کے جوہر سے آراستہ اور حدیث ادب میں شہرت یافتہ تھا۔ ایک بڑی آزمائش تھی شیخ اس وقت حقیقتاً ایک دورا ہے پر کھڑے تھے۔ اگر وہ اثبات میں فیصلہ کرتے تو ان کی زندگی کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔ اور آج شاید ان سطور کے لکھنے کی نوبت نہ آتی، کہ عرصہ ہوا کہ وہ اسکیم فیل ہو چکی، مدرسہ کا

نام و نشان باقی نہیں رہا اس کے لائق مدرسین کچھ تو پیوند خاک ہو گئے اور کچھ گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ نظربہ اسباب ظاہر شیخ کا معاملہ اس سے کچھ مختلف نہ ہوتا۔

لیکن توفیق الہی نے دست گیری فرمائی اور جس کو شیخ الحدیث کے لقب سے مقبول خاص و عام ہونا تھا۔ اور جس سے خدا کو حدیث کی خدمت طلبائے علوم دینیہ کی تربیت اور ایک عالم گیر دینی تحریک و تبلیغ کی سرپرستی اور مشائخ عصر کی جانشینی کا اہم کام لینا تھا۔ اس کو اس معاملہ میں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی گئی۔ شیخ کے الفاظ ہی میں سنئے فرماتے ہیں۔

”اس ناکارہ نے مولانا مرحوم سے کہا کہ آپ کے مجھ پر احسانات بہت زیادہ ہیں۔ ان احسانات کے مقابلہ میں مجھے آپ معذرت کرنی نہایت نامناسب ہے، لیکن اس سب کے باوجود آپ تو مجھ سے یہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سے اجازت لوں۔ لیکن آپ کے براہ راست کہنے پر۔ اگر حضرت مجھے حکم بھی فرمائیں گے تو میں عرض کر دوں گا کہ اس حکم کی تعمیل سے معذور ہوں۔“

عزیمت کا یہ جواب سن کر مولانا رحیم بخش صاحب جو بڑے جوہر شناس اور جہاندیدہ تھے کبیدہ خاطر نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے جواب کی بڑی قدر کی اور فرمایا کہ۔

”میں تمہارا معتقد پہلے سا تھا لیکن اس جواب سے میں

اور زیادہ معتقد ہو گیا۔“ (حوالہ بالا ص: ۹۲ تا ۹۴)

چوتھا واقعہ

عزیمت اور توکل علی اللہ کا ایک اور واقعہ قطب عالم قدس سرہ کی زبانی سنئے۔ میرے مخلص دوست مولوی عادل قدوسی گنگوہی نے ۱۲۲ھ میں مظاہر علوم میں دورہ سے فراغت حاصل کی اور یہاں سے فراغت کے بعد وہ دائرۃ المعارف حیدرآباد میں تصحیح کے کام پر ملازم ہو گئے، اور وہاں کے مطبع کے اکابر میں وہ اونچی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ انہوں نے نہ معلوم اہل مطبع کو کیا جھوٹی سچی باتیں سنائیں کہ دو تین سال بعد ان کا ایک بہت ہی طویل خط یاد پڑتا ہے کہ ساتھ آٹھ ورق کا بہت ہی دل لبھانے والا پہنچا جس میں لکھا تھا کہ ”دائرہ“ میں ”بیہقی“ کے اسماء رجال کی تالیف کا مشورہ طے ہوا اور یہاں کی مجلس نے صرف دو آدمیوں کا انتخاب کیا ہے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور تیرا۔ اور ان دو میں بھی تجھے ترجیح ہے، اس لئے کہ کام بہت لمبا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب کی شیخیت و ضعف و پیری اور تیرے شباب و جوانی کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں پوری نہ ہو سکے۔ تنخواہ آٹھ سو روپے ماہانہ اور ایک موٹر تیرے استعمال کے لئے سرکاری جس کا پٹرول اور ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ جملہ چیزیں سرکاری ہوں گی۔ تاکہ تو جہاں جس وقت جانا چاہے جاسکے۔ مکان بھی سرکاری ہوگا۔ ان میں سے تو کوئی چیز اللہ کے احسان

سے دل لبھانے والی نہیں تھی جس کو میں نے دل لبھانا لکھا وہ یہ تھی کہ ”دائرہ“ کی ملازمت صرف چار گھنٹہ ہوگی۔ باقی میں تو مختار ہوگا کہ جو چاہے کرے ”دائرہ“ کے کتب خانہ پر تو تیرا اختیار ہو ہی گا کہ جس وقت چاہے تو آئے اور جس وقت چاہے لکھے کتب خانہ ”آصفیہ“ کے اوپر تجھے اختیار ہوگا کہ جتنی دیر چاہے بیٹھ کر کتابیں دیکھے اور جو چاہے کتابیں منگالے، اور تو چونکہ ”اوجز المسالک“ لکھ رہا ہے اس لئے اس کی تالیف میں جتنی آسانی یہاں ہو سکتی ہے۔ وہ مظاہر علوم میں نہیں اور ”دائرہ“ تجھ سے جو کام لینا چاہتا ہے وہ بھی علم حدیث ہی کا ہے اور بہت ہی ”اوجز“ کی تالیف کی سہولتیں لکھی تھیں جس کے جواب میں اس ناکارہ نے صرف ایک کارڈ لکھا تھا کہ جس میں نہ القاب نہ آداب۔

مجھ کو جینا ہی نہیں بندہ احسان ہو کر۔

فقط۔ زکریا۔

صرف یہ مصرعہ لکھا تھا، اس کے بعد دوبارہ عزیز کا خط آیا اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نے بہت ہی محبت و شفقت سے لکھا تھا کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر ”اوجز“ کی تالیف جتنی بہتر یہاں ہو سکتی ہے۔ سہارنپور میں نہیں ہو سکتی، لیکن اس وقت تو مجھ پر ملازمت سے وحشت کا ایسا اثر مسلط تھا کہ نظر ثانی کی بالکل گنجائش نہ تھی مگر بعد میں کبھی کبھی اس ابتلاء کے متعلق اب تک یہ خیال آتا رہا کہ معلوم نہیں اچھا کیا یا برا کیا۔ اس زمانہ میں ملازمت

سے طبیعت کو وحشت ہی بہت تھی لیکن ”اوجز“ کی تالیف میں بہت ہی سہولتیں اور مواد ملتا۔ (ولی کامل ص: ۹۰ تا ۱۱۱ بحوالہ آپ بیتی)

پانچواں واقعہ

اس نوع کا ایک اور واقعہ قطب عالم قدس سرہ کی زبانی سنئے۔
اس کے بعد پانچواں ابتلاء تقسیم ہند سے دو تین سال پہلے پیش آیا۔ وہ یہ کہ اسی ابوداؤد شریف کی برکت سے بنگالی طلباء جن کی تقسیم ہند سے پہلے تک بہت ہی کثرت سے آمد تھی۔ ان میں سے اب بھی بہت سے مشرقی پاکستان کے مدارس میں صدر مدرس یا شیخ الحدیث ہیں نہ معلوم کیا کیا اور کس کس سے کہا۔ وہاں سے چاٹگام یا ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ کے منتظمین کا ایک بہت لمبا خط آیا۔ نام میں اس وقت تردد ہے، جس میں وہاں مشیخت حدیث کے لئے اور صرف ترمذی، بخاری شریف پڑھانے کے لئے بارہ سو روپے تنخواہ پر اس ناکارہ کو بہت ہی اصرار سے بلایا تھا۔ ایک تار ارجنٹ اس مضمون کا کہ خط کے جواب کا شدت سے انتظار ہے۔ مگر اس وقت تک ابھی خط نہیں پہنچا تھا اور دو روز بعد دوسرا رجنٹ تار خط کے جواب کا سخت انتظار ہے ملا۔ اس وقت خط پہنچ چکا تھا۔ تار کا جواب تو میں نے یہ لکھ کر کہ معذوری ہے، مفصل خط میں ان کو میں نے لکھا کہ جن دوستوں نے آپ سے میرا نام لکھا ہے، انہوں نے محض حسن ظن سے غلط روایات پہنچائی ہیں۔ یہ ناکارہ نہ اس کا اہل ہے اور نہ متحمل۔ (حوالہ بالا ص: ۱۲، ۱۱)

بطور نمونہ کے یہ چند واقعات ذکر کئے جن سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دوسرے اوصاف عالیہ کے ساتھ ساتھ استغناء توکل و اعتماد علی اللہ کا بھی پتہ چلتا ہے، اسی توکل علی اللہ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

توکل و اعتماد سے متعلق حضرت شیخ قدس سرہ کا عجیب و غریب مضمون

اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے کہ یہ مضمون ذہن میں راسخ ہو جائے کہ دینے والی ذات صرف مالک کی ہے وہی رازق ہے وہی رب العالمین ہے اور باقی سارے ذرائع چاہے وہ مدرسہ ہو یا ملازمت ہو، تجارت ہو یہ سب مالک کے قاصد ہیں۔ مالک کے یہاں سے جو مقدر ہے وہ ضرور پہنچ کے رہتا ہے۔ چاہے وہ مہتمم مدرسہ کے ذریعہ سے پہنچے یا تجارت کے ذریعہ سے پہنچے یا کسی کے ذریعہ ہدیہ پہنچے، اگر آدمی یہ غور سے سوچا کرے کہ مجھے اس ماہ میں کیا ملا پھر اس کا اس پر اصرار کہ وہ مدرسہ کی تنخواہ سے ملا ہے یا کسی ہدیہ سے یا کسی اور ذریعہ سے حماقت کے سوا اور کیا ہے زبان سے تو یہ چیزیں ہم لوگ بھی کہتے رہتے ہیں۔ لیکن اگر دل میں جگہ کر لیں تو دین دنیا دونوں کی راحت ہے، اور اس ناکارہ کو تو اس کے ذاتی تجربے بارہا ہوئے۔ ہزاروں سے بھی کہیں زیادہ کہ جب بھی کسی جگہ سے آمد کا ذریعہ کوئی بند ہوا۔ مسبب الاسباب مالک نے دوسرا دروازہ ہاتھ کے ہاتھ کھول دیا۔ آدمی اپنی کمائی

سے عمدہ غذائیں کھائے۔ یادوستوں کے اصرار و ہدایاں سے عمدہ غذائیں کھائے دونوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ غذا جو مقصود تھی وہ ہر حال میں ایک ہی سی پہونچی۔ پھر یہ سوچنا کہ فلاں کے ہاتھ سے آئی، فلاں کے ہاتھ سے نہیں آئی، یا فلاں کے ذریعہ آئی فلاں کے ذریعہ سے نہیں آئی بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک رئیس زادہ کا قصہ

بچپن میں اپنے والد صاحب قدس سرہ ایک قصہ سنا تھا کہ ایک رئیس زادہ تھا۔ باپ مرچکا تھا۔ ماں بہت ہی لاڈ و پیار سے (رکھتی تھی) اول تو باپ کے مرنے کے بعد اولادیں ویسے ہی ماؤں کے قبضہ میں نہیں آیا کرتیں۔ اور رئیسوں کی اولاد تو ماؤں کے قبضہ میں کبھی نہیں آتیں۔ وہ رئیس زادے فارسی پڑھا کرتے تھے۔ جب اس میں یہ مضمون گذرا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو آدمی کے مقدر میں ہو ضرور کھاتا ہے۔ خوشی سے نہ کھاوے تو جبر سے کھانا پڑتا ہے۔ وہ منچلے صاحبزادے اس پر پہنچ کر استاد سے جھگڑ پڑے کہ میں نہیں کھاتا ہے کسی کے باوا کی مجال جو مجھے کھلائے اور یہ کہہ کر کتاب بند کر کے چلے آئے کہ آئندہ سبق جب پڑھوں گا کہ جب کوئی اپنی ماں کا لال مجھے جوت مار کر کھلا کر دیکھے اور جا کر ماں پر بھی برس پڑے، کتاب بھی پھینک دی کہ میں ایسی جھوٹی کتاب نہیں پڑھوں گا میں عہد کر کے آیا ہوں کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ میں بھی دیکھوں کہ کون یوں توں کرنے والے مجھے کھلا سکے۔ ماؤں کی

شفقت تو ضرب المثل ہے دن بھر بیٹے کی خوشامد منت سماجت سب کچھ کر لی مگر اس پر تو ریاست کا سور چڑھ رہا تھا۔ وہ لڑکا دن بھر تو اپنی ضد پر رہا۔ رات کو اس کو خیال ہوا کہ بھوک بھی لگے گی اور ماں کا اصرار بھی ہوگا کہیں بات نہ گر جائے اس لئے آبادی سے قریب ایک تکیہ (قبرستان) میں چلا گیا ماں کو تو تڑپ لگ رہی تھی، اس نے بچہ کے دوستوں سے پوچھا کہ ارے وہ تو گھر سے چلا گیا کہیں تلاش کرو، تمہیں انعام دوں گی بچوں نے تلاش کر کے بتایا کہ وہ تو قریب ہی تکیہ میں ہے۔ ماں نے ایک دیگچی میں بہت ہی نفیس پلاؤ پکایا، جس میں سونف گرم مصالحہ وغیرہ بھی بہت ڈلوایا جس کی خوشبو دور تک جا رہی تھی اور اس خیال سے کہ یہ بچے ضرور ساتھ کھاویں گے۔ ایک بڑی سی دیگچی میں پلاؤ پکا کر ان لڑکوں سے یہ کہا کہ میں تمہیں انعام دوں گی یہ دیگچی تکیہ میں اس کے قریب رکھ دو اس کو خبر نہ ہو وہ ضدی ہے، اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ بالکل نہیں کھانے کا جب رات کو بھوک لگے گی ادھر ادھر پھرے گا اس کے پاس آئے گا تو کھا ہی لے گا۔ لڑکے انعام کے شوق میں وہ دیگچی عشا کے قریب اندھیرے میں اس تکیہ میں رکھ آئے اتفاق سے رات کو کچھ ڈاکو اس بستی میں ڈاکہ ڈالنے کو آ رہے تھے جب اس تکیہ میں پہنچے تو ایک نے دوسرے سے کہا ارے یار پلاؤ کی خوشبو آ رہی ہے ایک نے دوسرے سے کہا وہ خوب مہک رہی تھی دیکھا تو دیگچی میں گرم گرم پلاؤ رکھا تھا، اور اس کے قریب ہی ایک لڑکا چادر اوڑھے پڑا

ہے۔ لڑکے کو ٹھوکر مار کر اٹھایا کہ یہ پلاؤ کیسا رکھا ہے اول تو اس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں تو خوب پٹائی ہوئی اور کہا جھوٹ بولتا ہے یہ ہمارے مارنے کے واسطے زہر ملا کر یہاں رکھا ہے، اس لڑکے نے کہا اس میں زہر وغیرہ کچھ نہیں سارا قصہ سنایا تو دو جوت پھر کھائے کہ بات ملتا ہے۔ اگر زہر نہیں تو پہلے تو کھا پھر ہم کھا دیں گے۔ اور جوت بازی شروع کر دی، وہ اکیلا تھا یہ کئی تھے، پلاؤ کھانا شروع کر دیا اور جہاں سے یہ لڑکا کھاتا وہاں سے چار لقمے وہ جلدی کھا کر اس لڑکے سے کہتے کہ اب ادھر سے کھا تجھے خبر ہے کہ کدھر ملایا ہوا ہے او وہ جوتے کھاتا رہا اور پلاؤ کھاتا رہا اور جب وہ دیگی صاف ہو گئی تو ڈاکو تو آگے چلے گئے لڑکا تھا تو ضدی مگر تھا سعادت مندان ڈاکوؤں کے جانے کے بعد دیگی اٹھا کر گھر آ لیا۔ کیواڑ کھلوائے اور ماں سے کہا کہ ماں جوتے بھی کھائے اور پلاؤ بھی کھایا اور سارا قصہ سنایا۔ صبح کو کتاب لیکر استاد کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ استاد جی جو شعر لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ میں جوتے بھی کھا آیا اور پلاؤ بھی کھا آیا۔ اور سارا قصہ سنا دیا خود اس ناکارہ کے ساتھ بھی کئی واقعے اس نوع کے پیش آئے۔ واقعات تو کئی یاد ہیں اس وقت تو ایک ہی واقعہ لکھواتا ہوں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

تقریباً بیس سال کا قصہ ہے۔ میرے مخلص دوست جناب حافظ محمد اسحاق صاحب سہارنپوری بیمار ہوئے کہ مایوسی کی

حالت ہو گئی۔ میں اپنے مخلص دوست قاری سعید احمد صاحب مرحوم کے ساتھ ان کی عیادت کو گیا۔ اس زمانہ میں ایک جذبہ اس سیہ کار پر غالب ہو رہا تھا کہ فضول چیزیں پھل مٹھائی وغیرہ نہیں کھانی چاہئے جو کہیں سے آئے احباب کو دینی چاہئے کئی دن سے یہ جذبہ غالب ہو رہا تھا ہم دونوں کے پہنچنے پر حافظ صاحب کو اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ یا تو بغیر سہارے کے کروٹ بھی نہیں لے سکتے تھے یا فرط خوشی میں ایک دم بیٹھ گئے اور اپنے بچے کو آواز دے کر جو پھل انگور، انار وغیرہ ان کے لئے آئے رکھے تھے وہ منگا کر اصرار کیا کہ اس میں سے کچھ کھالے میں نے ان سے بہت ہی اصرار کیا کہ میں اپنا حصہ لیجاؤں۔ انہوں نے اصرار کیا کہ حصہ تو میں ضرور دوں گا۔ مگر میرے سامنے اگر کچھ انگور اور فلاں فلاں چیز کھالے تو میرا بہت ہی جی خوش ہو میں نے بہت ہی خوشامد کی کہ میرا حصہ دے دو خیال تھا کہ بچوں یا دوستوں میں سے کسی کو دیدوں گا مگر انہوں نے اس قدر بری طرح اصرار کیا کہ ان کی خاطر میں کھانا ہی پڑا۔ جوانی میں تو اس قسم کے جذبے وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے مگر اب ضعف و پیری میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے۔

يُشِيبُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِيبُ فِيهِ خَصْلَتَانِ الْحِرْصُ وَطُولُ الْأَمَلِ.

آدمی جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے دو عادتیں اس میں جوان ہوتی رہتی ہیں ایک حرص دوسری لمبی امیدیں۔

اس ناکارہ پر تو آج کل حدیث پاک کے دونوں اجزاء کا بہت ظہور ہو رہا ہے۔ پہلے جن چیزوں کے کھانے کی طرف التفات و خیال بھی نہیں ہوتا تھا بلکہ اصاعت وقت سمجھتا تھا۔

اب ہر کھانے کی چیز کا شوق ہے، پہلے اپنی موت اس قدر قریب معلوم ہوتی تھی کہ ضروری کام بھی اور ضروری تعمیرات اس جذبہ سے ملتوی کر دیتا تھا کہ زندگی کتنے دن کی ہے اور اب تعمیرات وغیرہ کا تو اللہ کے فضل سے شوق نہیں ہوا مگر قرض سے بڑی بڑی کتابیں چھپوانے کا جذبہ غالب ہو رہا ہے، میرے حضرت قدس سرہ کی شرح ابو داؤد "بذل المجہود" جو تقریباً تیس سال سے نایاب ہے اس کو ہندی اور عربی رسم الخط میں دو جگہ طباعت شروع کر رکھی ہے۔ مصر میں "اوجز المسالک" شرح "موطأ امام مالک" جس کے ٹائپ پر طبع کرانے کا کبھی واہمہ بھی نہیں گذرا اب وہ مصر میں طبع ہو رہی ہے میرے قدیم اور ناقص مسودات میرا نواسہ عزیز شاہد سب کے طبع کرنے پر تل رہا ہے۔

بہیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

(آپ بیتی نمبر: ۶: ص ۴۳۶: رتا ص: ۴۴۰)

غرض کہ جب یہ مضمون دل میں راسخ ہو جائے کہ رزاق اللہ تعالیٰ ہیں اور تجارت ملازمت سب ذرائع واسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے بغیر بھی پالنے پر قادر ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی تمام ضرورتوں کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں کہ پہلے سے اس کا گمان بھی نہ تھا۔ خود قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ

شَيْءٍ قَدْرًا.

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ (بیان القرآن)

اور اس یقین کا راسخ فی الذہن ہو جانا اصل ہے جس کے لئے سخاوت کا ہونا، طمع و بخل کا نہ ہونا، استغناء کا ہونا لازمی ہے۔ پھر جب طمع ختم ہوگئی نفع و ضرر کی کسی سے امید نہ رہی۔ تو اب شاہ و گدا اس مرد حقانی کی نظر میں برابر ہوتے ہیں ایسے شخص سے کوئی رئیس و امیر یا شاہ زمانہ کا چاچا پوسی کی امید رکھنا فضول ہے، اس کا تو حال یہ ہوتا ہے۔

از خدا داں خلاف دشمن و دوست

کہ دل ہر دو در تصرف اوست

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

”دوست و دشمن کا اختلاف خدا کی طرف سے جان، اس

لئے کہ دونوں کے دل اس کے تصرف میں ہیں۔ یعنی دوست کے دل میں دوستی اور دشمنی کے دل میں دشمنی اسی نے رکھی ہے۔“

نیز

گر گزندت رسد زخلق مسرنج

کہ نہ راحت رسد زخلق نہ رنج

”اگر تجھے مخلوق کی جانب سے تکلیف پہنچے تو رنجیدہ نہ ہو

اس لئے کہ مخلوق سے نہ راحت پہنچتی ہے نہ رنج۔ یعنی تکلیف و

راحت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مخلوق تو محض الہ ہے۔

تاج فقر اور سخاوت کی نرالی شان

تاج فقرش باتوکل روش چتر شہاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کے فقر باتوکل کا تاج بادشاہوں کے چتر کو شرمندہ

کرنے والا ہے۔

کہ کوئی شاندار تجارت نہیں، جائداد نہیں، ملازمت نہیں او پھر داد و دہش،

جو دوسخاوت کا یہ عالم کہ اگر یہ شعر پڑھا جائے تو مناسب ہے۔

هُوَ الْبَحْرُ مِنْ آيِ النَّوَاحِي أَيْتُهُ فَلَجَّتْهُ الْمَعْرُوفُ وَالْجُودُ سَاحِلُهُ
جَوَادٌ إِذَا مَا جِئْتَ لِلْجُودِ طَالِبًا حَبَاكَ بِمَا تَحْوِي عَلَيْهِ أَنَا مِلَّةُ
وَلَوْ لَمْ تَكُنْ فِي كُفِّهِ غَيْرُ رُوحِهِ لَجَادَ بِهَا فَلَيْتَقِ اللَّهَ سَائِلُهُ

ترجمہ: وہ ایسا دریا ہے کہ جس کنارہ سے بھی تو اس کے

پاس آوے، تو احسان اس کی موج ہے اور سخاوت طلب کرنے

کیلئے اس کے پاس جاوے، تو اپنی مٹھی کی چیز بھی تجھ کو بخش دے۔

اور اگر اس کے ہاتھ میں اس کی جان کے سوا کچھ نہ ہو تو

اسی کو بخش دے، اس لئے اس سے مانگنے والے کو جان کا سوال

کرنے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

جو دوسخاوت سے متعلق صوفی اقبال صاحب کا بیان

حضرت قدس سرہ کی جو دوسخاوت کا ہلکا سا اندازہ حضرت قدس سرہ کے خادم

و مجاز صوفی اقبال قدس سرہ کی اس تحریر سے ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں۔

﴿ب﴾ دوسری بات حضرت والا کی مالی حالت ہے کہ

آپ کو ہمیشہ مقروض ہی سنا ہے زکوٰۃ تو کبھی فرض ہوئی ہی نہ ہوگی

کیوں کہ حضرت اقدس دینی کاموں میں خفیہ بھی اور علانیہ بھی بڑی

بڑی رقمیں خرچ فرماتے ہیں۔ مال ادھر آتا ہے ادھر جاتا ہے، آپ

کے پاس کبھی بھرتا نہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو۔

﴿ج﴾ تیسری بات حرمین شریفین کی خصوصیت ہے،

حرمین شریفین میں اور لوگ بھی بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے رہتے

ہیں۔ لیکن ان حضرات میں مذکورہ بالا خصوصیت تو سرے سے

ہوتی ہی نہیں ہاں ایک اور خصوصیت مستزاد ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ

و صدقہ اور خیرات دینے کے لئے زیادہ سے زیادہ محتاج اور

ضرورت مند تلاش کرتے ہیں۔ باقی رہے تحفے اور ہدیے تو وہ ان

لوگوں کو دئے جاتے ہیں جن سے ذاتی تعلقات یا شناسائی ہو۔

حضرت والا بھی کافی رقمیں محتاجوں ضرورت مندوں کو یا

مدارس و مساجد اور دینی اداروں میں دیتے رہتے ہیں اور اپنے

خدا م متوسلین اور علماء و مشائخ نیز احباب کو تحفے اور ہدیے بھی

دیتے رہتے ہیں۔

غرض اس قسم کے اخراجات کا تو عام رواج ہے ہی بندہ

یہاں ان میں سے صرف ایک قسم یعنی ہدایا کی کچھ تفصیلات بیان

کرنا چاہتا ہے جس سے حضرت والا کی سخاوت کا کچھ اندازہ ہو سکتا

ہے۔ اور یہ کہ حب خدا و حب رسول کے تحت خرچ کرتے وقت اس

طرح بے پروائی کے ساتھ دیتے ہیں جیسے مال کی ان کی نظر میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لاکھوں کے مالک ہوں گے۔

کئی ہزار ریال تو حضرت والا حرم شریف کے شریعوں، مؤذنوں اور اغواٹ کے لئے مدینہ طیبہ پہنچتے ہی بندہ کے حوالہ فرماتے ہیں شریعوں مؤذنوں اور اغواٹ کے لئے عموماً پانچ پانچ سو ریال کی رقمیں ہوتی ہیں لیکن اغواٹ کے لئے ایک مرتبہ دو ہزار ریال (ہندی روپے چھ ہزار) اور ایک مرتبہ ایک ہزار کی رقم سپرد کی حالانکہ ہر شخص جانتا ہے، اور حضرت اقدس کو بھی معلوم ہے کہ ان اغواٹ کے خانگی اخراجات کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ تنخواہیں بھی حکومت سے ملتی ہیں شہر میں بے شمار اوقاف ان کے نام ہیں جن کی آمدنی ان کو ملتی ہیں۔ حجاج و زائرین بھی جو لاکھوں کی تعداد میں ہر سال آتے ہیں وہ بھی عموماً کچھ نہ کچھ ان کو پیش کرتے ہیں غرض وہ کسی طرح بھی ضرورت مند اور محتاج نہیں ہوتے، حضرت والا تنہائی میں رقمیں دے کر یہ بھی فرما دیا کرتے ہیں کہ ان کو میرا نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہہ دینا ایک ہندی حاجی نے دیئے ہیں۔ یہ اغواٹ حضرات سارے دن صفہ کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں۔ صرف شب جمعہ میں جالی شریف کے اندر جا کر روضہ شریف کا گرد و غبار صاف کر دیتے ہیں۔ حضرت یوں فرمایا کرتے ہیں کہ ان کی نسبت خدام بارگاہ نبوت کی ہے میں ان کو یہ رقمیں زکوٰۃ صدقہ کی تو

دیتا نہیں یہ تو ہدیہ ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے ساتھ ہی حضرت والا کو بہت زیادہ اہتمام نہی ہدایا کے پیش کرنے کا ہوتا ہے۔ جس کی شاید بندہ کے سواء کسی کو بھی خبر نہ ہو کہ مدینہ منورہ کے ہر سفر میں روضہ شریف پر حاضری سے پہلے اغواٹ کے لئے اور مدینہ منورہ کے فقراء کے لئے کچھ نہ کچھ رقم بندہ کے حوالے ضرور فرما دیتے ہیں۔ اور یوں ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا
بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ.

اے ایمان والوں جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو سرگوشی کرنے سے پہلے صدقات پیش کیا کرو۔

اس کے بعد تو دوران قیام مدینہ فقراء اور بیوگاں کے حالت کی تحقیق تو مجھ سے اور دوسرے لوگوں سے چپکے چپکے کرتے ہی رہتے ہیں مگر روضہ اقدس پر حاضری سے پہلے ہدایا و صدقات کا کچھ نہ کچھ حصہ تقسیم کرنے کے لئے بندہ کو ضرور دے دیتے ہیں تاکہ اتنے حضرت غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر روضہ اقدس پر حاضر ہوں اتنے کچھ نہ کچھ ضرور تقسیم ہو جائے۔ (چند سبق آموز واقعات)

حضرت قدس سرہ کا اپنے اقارب، احباب، اکابر زندہ اور وفات پانے والوں کی طرف سے قربانی کرنے کا دستور پہلے گزر چکا۔ اسی طرح مشائخ سلسلہ، ائمہ فقہ، حضرات محدثین نیز زبردس کتاب کے مصنف کی جانب سے بھی قربانی کرنے کا

دستور ہے (جیسا کہ حضرت اقدس سید و مرشد حضرت مفتی صاحب زید مجدہ نے بیان فرمایا) اس وجہ سے متعدد جانوروں کی قربانی کرنے کی نوبت آتی ہے۔
اسی طرح مفید کتابیں ہزاروں کی تعداد میں وقفاً فوقتاً خرید کر تقسیم کرنے کا بھی معمول ہے۔

اس سب کے ساتھ سینکڑوں کی تعداد میں مہمانوں کا ہجوم اور ماہ مبارک میں تو یہ تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہوتی ہے اور سب مہمانوں کے لئے مختلف الانواع کھانوں کا انتظام جس میں مریضوں کم مرچ کھانے والوں زیادہ مرچ کھانے والوں تک کی رعایت ہوتی ہے یہ ساری چیزیں بڑے بڑے دولت مندوں، رئیسوں، بادشاہوں کو شرمندہ کر دینے والی ہیں۔

اس مصرعہ کے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقر و فاقہ کے باوجود حضرت قدس سرہ کو عزت و عظمت، محبوبیت و مقبولیت بخشی ہے۔ وہ بادشاہوں کو شرمندہ کر دینے والی ہے ان بے چاروں کو اس کا عشر عشر بھی حاصل نہیں اور ان کے مال و دولت، ریاست و بادشاہت کی طرف حضرت قدس سرہ کو ذرا التفات بھی نہیں۔

حضرت غوث الاعظم کا واقعہ

جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب جیلانی نور اللہ مرقدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، کہ ان کے پاس بادشاہ ملک نیمروز کا خط آیا تھا کہ میں ملک نیمروز کا ایک حصہ آپ کو خرچ خانقاہ کے لئے دینا چاہتا ہوں۔ حضرت غوث الاعظم نے جواب تحریر فرمایا۔

چوں چتر سنجری رخ ختم سیاہ باد
در دل بود اگر ہوس ملک سنجرم
”یعنی اگر میرے دل میں تیرے ملک کی ہوس تک بھی ہو
تو خدا کرے میرا بخت سیاہ رو ہو جائے۔ جیسا کہ تیرا چتر سیاہ
ہے۔“ (اس زمانہ میں سلاطین کا چتر سیاہ ہوا کرتا تھا)
آگے اس کی بے رغبتی کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بہ یک جو نمی خرم
”کہ جب سے مجھے نیم شب یعنی آدھی رات کی
بادشاہت کی خبر ملی ہے اس وقت سے میں ملک نیمروز کو ایک جو کے
بدلہ بھی نہیں خریدنا چاہتا۔“

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو یہ دولت بخش دی پھر اس کی نظر میں دنیا کی سلطنت
و بادشاہت کی کوئی وقعت نہیں رہتی بلکہ اس کا یہ حال ہوتا ہے۔
آن کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند
فرزند و عیال و خانماں راچہ کند
”جس نے تجھے پہچان لیا وہ جان کو کیا کرے۔ فرزند
و عیال اور خانماں کو کیا کرے۔“



نگاہ میں حب رسول اور اس کی تاثیر

قلب طالب از نگاہش می کشد حب رسول

تابع سنت شود ہر قول و فعلش آں زماں

ترجمہ: طالب کا دل حضرت قدس سرہ کی نگاہ سے حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل کرتا ہے۔

تشریح: یعنی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نگاہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ٹپکتی ہے، چونکہ حضرت کے رگ و ریشہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھری ہوئی ہے، مگر اس کو طالب کا دل ہی محسوس کرتا ہے۔ اور حضرت قدس سرہ کی برکت سے اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: جس کی وجہ سے اس کا ہر قول و فعل سنت کے تابع ہو جاتا ہے۔

جان کے عوض مے دوڑ رہی تھی وہ دیکھا کئے مجھے مخمور نظر سے

از مودت ہر کراہند نگاہ لطف او

قلب او گردد مطیب مثل گل در گلستاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی نگاہ لطف جس کو محبت سے دیکھ لیتی ہے۔ اس کا

قلب ایسا مطیب (مہک دار) ہو جاتا ہے۔ جیسے گلستاں میں گلاب۔

وہ لوٹ پوٹ ہی دیکھا نگاہ کی جس پر

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

وہ حضرات جو کہ خاک کو اپنی نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں۔

در نوافل در تلاوت در دعاء و در بکاء

حسب حالت ہر کسے یابد سکون قلب و جاں

ترجمہ: کوئی نوافل میں کوئی تلاوت میں کوئی دعاء میں کوئی آہ و بکاء میں۔

ہر شخص اپنی حالت کے مطابق قلب و جاں کا سکون حاصل کرتا ہے۔

تشریح: یعنی چونکہ ذوق جدا جدا ہوتا ہے اس لئے کسی کو نوافل میں کسی کو

تلاوت میں، کسی کو دعاء میں کسی کو آہ و زاری میں سکون ملتا ہے۔ نیز سالک کی حالت

بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے کبھی نوافل کے شوق کا غلبہ ہوتا ہے کبھی تلاوت کا کبھی دعاء کا

کبھی آہ و زاری کو جی چاہتا ہے۔

ساغر عینش کسے نوشد شود مست و خراب

سینہ بریاں دیدہ گریاں اللہ ورد زباں

ترجمہ: ان کے چشم کا ساغر جو شخص پیتا ہے وہ مست ہو جاتا ہے۔

اس کا سینہ بریاں ہو جاتا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور اس کی زبان پر

بس اللہ، اللہ کا ورد ہوتا ہے (اور سب کچھ بھول جاتا ہے)

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

ہم نے جو کچھ پڑھا تھا وہ سب فراموش کر دیا۔ مگر دوست کی بات کہ ہم اس کا

تکرار کر رہے ہیں۔

جگر میں داغ، کلیجے میں ٹیس، دل میں تڑپ

یہ چند باتیں ضروری ہیں عاشقی کے لئے

سوخته گردد رزائل دل مجلی می شود

کیف احساں حاصل آید خوش نصیب دوستان

ترجمہ: رزائل جل کر ختم ہو جاتے ہیں اور اخلاق حمیدہ سے دل مجلی ہو جاتا ہے۔

اخلاق حمیدہ اور اخلاق رذیلہ

اخلاق حمیدہ اور اخلاق رذیلہ کو ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم

ترجمہ: اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مقام قرب خداوندی میں مقیم ہو۔

نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم

ترجمہ: تو نو چیزیں اپنے نفس کو تعلیم کر۔

صبر و شکر وقاعت و علم و یقین

ترجمہ: صبر اور شکر اور قناعت اور علم اور یقین۔

تفویض و توکل و رضاء و تسلیم

ترجمہ: تفویض اور توکل، رضاء اور تسلیم۔

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ

ترجمہ: اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تیرا دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہو جاوے۔

وہ چیز بروں کن از درون سینہ

ترجمہ: تو دس چیزوں کو اپنے سینہ سے نکال دے حرص و امل و غضب و دروغ

و غیبت حرص (لاچ) اور طول امل (لمبی لمبی امیدیں) اور غضب اور جھوٹ اور غیبت۔

حسد و بخل و ریاء و کبر و کینہ

ترجمہ: حسد اور بخل اور ریاء اور تکبر اور کینہ۔

کیف احساں حاصل آید خوش نصیب دوستان

ترجمہ: اور خوش نصیب دوستوں کو کیف احساں حاصل ہو جاتا ہے۔

تشریح: یعنی جب قلب اخلاق رذیلہ سے پاک ہو کر اخلاق حمیدہ سے مزین

ہو جاتا ہے۔ تو اب اس کو کیفیت احسان حاصل ہو جاتی ہے۔ جو کہ عین مقصود ہے اور

تمام ریاضات و مجاہدات اور عبادات کا منتہی ہے۔

سالمک کا واصل و مجاز ہونا

روح سالمک را بروح خود گرفته می برو

پیش وے بعدے نباشد از زمیں تا آسمان

ترجمہ: (حضرت قدس سرہ) سالمک کی روح کو اپنی روح کے ساتھ پکڑ کر

(بارگاہ قدس کی طرف) لے جاتے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک زمین سے آسمان تک

کوئی بعد و حجاب نہیں ہے یا نہیں رہتا۔

نیز از ہفت آسمان تا عرش اعظم می رسد

با ادب داخل شود در بارگاہ لامکاں

ترجمہ: نیز ساتوں آسمانوں سے گذر کر عرش اعظم تک پہنچتے ہیں۔ اور بارگاہ لا

مکاں میں با ادب داخل ہو جاتے ہیں۔

ہم شفاعت می کند محبوب رب العالمین

وا شود آغوش رحمت باہزاراں عز و شان

ترجمہ: محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شفاعت فرماتے ہیں

(جس کی وجہ سے) آغوش رحمت محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ ہزاروں عز و شان کے ساتھ

کھل جاتا ہے۔

در سرا پردہ چشامی نواز دلف حق

قلب گوید گر بگوید سر او سوز د زباں

ترجمہ: حق تعالیٰ شانہ کا لطف ان کو سراپردہ میں کس طرح نوازتا ہے۔

کہ قلب کہتا ہے اگر زباں نے اس کو بیان کر دیا تو جل جائے گی۔

تشریح: یعنی اس کیفیت کو بیان کرنے کی زباں میں طاقت نہیں ہے۔

اگر گویم زباں سوز

سالک وارفہ عارف می شود از وصل دوست

خود خدا حافظ شود از ابتلائے دشمنان

ترجمہ: سالک وارفہ وصل دوست سے عارف ہو جاتا ہے۔

اور خود خدائے پاک دشمنوں (نفس و شیطان) کے ابتلاء سے اس کا محافظ

ہو جاتا ہے۔

در چنین مشہد اگر خواہد خدا گردد مجاز

قلب او آئینہ گردد بہر فیض عارفان

ترجمہ: اس جیسے مقام شہود میں پہنچ کر اگر خدا چاہتا ہے تو وہ (سالک) مجاز ہو

جاتا ہے۔

تشریح: یعنی خدائے پاک شیخ کے دل میں القاء فرماتے ہیں۔ اور شیخ اس کو

اجازت سے نوازتا ہے۔

ترجمہ: اور اس کا دل عارفین کی فیض رسانی کے لئے آئینہ بن جاتا ہے۔

تشریح: یعنی شیخ کے قلب پر انوار و تجلیات معرفت ربانی کی بارش ہوتی ہے۔

اور قلب شیخ سے (جو مثل آئینہ کے ہوتا ہے) ان کی شعاعیں طالبین کے قلوب پر پڑتی

اور ان کو جگمگاتی ہیں۔

اجازت کا نہ ہونا عدم قبولیت کی دلیل نہیں

گر کسے را راز مخفی داشتن خواہد خدا

در حجابے داردش مثل عوام سالکان

ترجمہ: خدائے پاک اگر کسی کا راز مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس حجاب میں

رکھتے ہیں۔ عوام سالکین کے مثل کہ باوجود اہل اور قوی النسبت ہونے کے لوگ ان کو

جانتے بھی نہیں اور ایک عامی آدمی سمجھتے ہیں۔

حاجی عبدالرحمن میواتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی عبدالرحمن نور اللہ مرقدہ جو میوات کے ایک

غیر مسلم بنیا گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں خواب میں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرت ہوئے اور

مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام لائے نظام

الدین کے مدرسہ میں حضرت مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

قرآن پاک اور دین کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہ سے بیعت کی اور مولانا محمد

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ان کے معتمد خاص اور ان کے

دست راست رہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے تمام دینی

کاموں میں ان کے قدیم ترین رفیق و معاون تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ ان کے بارے میں نہایت بلند کلمات فرماتے تھے۔ اور اپنی تحریک کا روح رواں سمجھتے تھے۔ اہم مقامات پر ان کو بھیجا جاتا تھا۔ میوات کے حکیم و عارف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی دو لتیں نصیب فرمائی تھیں غیر مسلموں میں تبلیغ کا خاص ملکہ تھا۔ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ (مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت)

مگر اس سب کے باوجود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان کو اجازت بیعت نہیں دی، آخر وقت میں جب کئی حضرات کو اجازت مرحمت فرمائی تو تنہائی میں حضرت مولانا قدس سرہ نے حاجی صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ حاجی صاحب جس طرح آج تک اللہ نے پردہ میں رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ پردہ میں رہیں۔ اس لئے آپ کو اجازت نہیں دی۔ (روایت حضرت اقدس فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ)

اس لئے سالک کو چاہئے کہ اپنی طرف سے اجازت کی طلب و خواہش نہ کرے بلکہ یہ مزاج رکھنا چاہئے۔

احمد تو عاشقی بہ مشیخت ترا چہ کار دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد ”احمد تو عاشق ہے تجھ کو مشیخت سے کیا کام (اس لئے کہ مشیخت طلب کرنا عاشقی کے خلاف ہے) اس لئے تو تو دیوانہ ہو جا،

تجھ سے چلے جب بھلا نہ چلے جب بھلا۔ جیسا اللہ کو منظور ہوگا۔ ہو جائے گا۔“

مجمع ماہ مبارک

بارک اللہ مجمع ماہ مبارک در سلوک
ہر کسے در طے منزل رہر وانست و دواں
ترجمہ: اللہ تعالیٰ ماہ مبارک کے مجمع میں سلوک کے اندر برکت عطا فرمائے۔
کہ ہر شخص منزل قرب الہی کے طے کرنے میں حسب استعداد چلنے والا اور دوڑنے والا ہے۔

یک ایشے بد زبانی بد نگاہے بد عمل
ہم امید بغفو دارد در طفیل دیگران
ترجمہ: ایک گنہگار، بد زباں، بد نگاہ، بد عمل بھی دوسروں کے طفیل میں معافی کی امید رکھتا ہے۔

تشریح: یعنی بڑا سے بڑا گنہگار بھی اس مبارک ذاکرین شاعلیں عارفین کے مجمع میں ان حضرات کی برکت سے معافی کی امید رکھتا ہے اور خود بھی اس کو اپنی حالت پر شرمندگی ہوتی ہے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

دعاء

اے خدائے قادر و قیوم، رحمٰن و غفور
بہر فیضان ہر کسے کو آیدش کن کامران
ترجمہ: اے خدائے قادر و قیوم اور اے رحمٰن و غفور، جو شخص ان کے پاس فیض

حاصل کرنے کے لئے آئے تو اس کو کامیاب فرما۔

یا الہی روح وقلب شیخ ماسرور باد

فیض اولاد و تلامیذ بہ عالم در رساں

ترجمہ: یا الہی ہمارے شیخ کی روح وقلب خوش ہو جیو۔ حضرت کی اولاد اور تلامذہ کے فیض کو عالم میں پہنچا دے۔ اس لئے کہ شیخ قدس سرہ کی روح وقلب کو اصل سرور اسی سے حاصل ہوگا۔

از شرور جملہ مخلوقات خود محفوظ دار

علم، عزت، حلم، عفت کن عطا خرد وکلاں

ترجمہ: اپنی تمام مخلوق کی شر سے ان کو محفوظ رکھ۔ علم، عزت، حلم، عفت ہر چھوٹے بڑے کو عطا فرما۔

جود و سخاوت

مظہر جود و سخاوت دست دولت بخش او

ابر نیساں بر عطایش از مسرت درفشائ

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا دست دولت بخش (دولت بخشنے والا ہاتھ) حضرت قدس سرہ کی جود و سخاوت کا مظہر ہے۔ (کہ اس سے حضرت کی جود و سخاوت ظاہر ہوتی رہتی ہے)

ابر نیساں حضرت قدس سرہ کی عطا و بخشش پر مسرت کی وجہ سے درفشائ ہے۔

کرم میں دوں اسے نیساں سے کس طرح تشبیہ

کروں میں جان کے کیوں کر ترقی معکوس

سفرہ اش را دیدہ حیراں می شود مرد کریم

حق تعالیٰ می رساند رغبت ہر مہمان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کے عام دسترخوان کو دیکھ کر ہر سخی سے سخی آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ حضرت قدس سرہ کے دسترخوان پر ہر مہمان کی رغبت کا سامان پہنچاتے ہیں۔

تشریح: حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حال دسترخوان پر متنبی کے اس شعر کا مصداق ہے۔

يَسْتَصْغِرُ الْخَطَرَ الْكَبِيرَ لَوْ فِدِهِ

وَيَظُنُّ دِجْلَةَ لَيْسَ تَكْفِي شَارِباً

”وہ بڑے سے بڑے مال کو اپنے مہمانوں کے لئے معمولی اور حقیر سمجھتا ہے، اور نہر دجلہ کو بھی گمان کرتا ہے کہ وہ پینے والے کے لئے کافی نہ ہوگی۔“

اور عجیب بات کہ حاضرین کی تو عمدہ عمدہ مختلف الانواع لذیذ کھانوں سے مسرت و تلطف کیساتھ ضیافت کی جاتی ہے، اپنے متعلقین کو دور دور بستیوں میں آنے جانے والوں کے ہاتھ اور بعض دفعہ مستقل آدمی بھیج کر کھانا بھیجنا حضرت قدس سرہ کے معمول میں داخل ہے۔ متنبی کے اس شعر سے کیا خوب ترجمانی ہوتی ہے۔

كَالْبَحْرِ يَقْدِفُ لِلْقَرِيبِ جَوَاهِرًا

جَوْدًا وَيُبْعَثُ لِلْبَعِيدِ سَحَابًا

”وہ مثل دریا کے ہے کہ پاس والے کے لئے سخاوت کی وجہ سے جواہر (موتی) پھینکتا ہے۔ اور بعید کیلئے بادلوں کو (پانی سے

بھر کر) بھیجتا ہے۔

كَالشَّمْسِ فِي كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْءُهَا

يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبًا

”اور وہ ممدوح سخاوت میں مثل سورج ہے کہ سورج

آسمان کے درمیان ہے اور اس کی روشنی تمام شہروں کو مشرق

و مغرب کو بھرے ہوئے ہے۔“ (اسی طرح ممدوح کی سخاوت

مشرق و مغرب کو بھرے ہوئے ہے)

اگلے شعر میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔

ہر کہ آید می خورد از سفرہ اش مرغوب خویش

می برد با خود طعام و میوه بہر دو دماں

ترجمہ: جو شخص آتا ہے حضرت قدس سرہ کے دسترخوان سے اپنا مرغوب

(کھانا) کھاتا ہے۔ اپنے ساتھ کھانا اور پھل خاندان کے لئے لے جاتا ہے۔

چوں کہ ناید رسد مقسوم او بر جائے او

پرورش یابند طفل و پیر و بیوہ نوجوان

ترجمہ: جب کوئی شخص نہ آوے تو اس کا مقسوم (قسمت کا لکھا ہوا) اس کی جگہ

پر پہنچتا ہے (اس طرح) بچے، بوڑھے، اور بیوہ نوجوان پرورش پاتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تشنگاں گر آب جویند در جہاں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں

”پیاسے آدمی اگر دنیا میں پانی تلاش کرتے ہیں۔ تو پانی

بھی عالم میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔“

بریتیم و بر ضعیف و بر مسافر بر فقیر

سایہ افکن ابر جودش بر مثال خاندان

ترجمہ: یتیم و ضعیف اور مسافر و فقیر پر، ان کی سخاوت کا بادل خاندان کے

طریق پر سایہ افکن (برستار ہوتا ہے)

تشریح: یعنی خاندان کے دوسرے حضرات حضرت مولانا محمد یوسف صاحب

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا محمد تکی صاحب، حضرت مولانا محمد

صاحب حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب،

حضرت مولانا نور الحسن صاحب، حضرت مولانا ابوالحسن صاحب، حضرت مولانا مفتی

الہی بخش صاحب نور اللہ مراقدہم و برد اللہ مضاجعہم، اور خاندان روحانی خاندان

چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و قادریہ نور اللہ مراقدہم و برد اللہ مضاجعہم، کی جود و سخاوت،

داد و دہش کے مثل (ان حضرات کی جود و سخاوت اور دیگر حالات ان کی سوانحات میں

دیکھے جاسکتے ہیں)

یایہ مطلب ہے کہ ضعیف، مسکین بیوہ وغیرہ پر اس طرح بخششیں کرتے ہیں

جیسا کہ اپنے خاندان والوں پر۔

رأفت بر خلقت

گر خلد در پائے کس خارے شود قلبش ملول

بہر خلقت رأفتے دارد دلے او بیکراں

ترجمہ: اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو حضرت قدس سرہ کا دل رنجیدہ

ہوتا ہے۔ حضرت قدس سرہ کا دل مخلوق کے لئے بے انتہاء شفقت و محبت رکھتا ہے۔

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حدیث شریف میں ہے۔

(ابن عمر و بن العاص) رَفَعَهُ الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ
إِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. (للترمذی و ابی
داؤود ص: ۱۷۲ / جمع الفوائد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رحمن
و تعالیٰ شانہ رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم
کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لَا تُنَزَّعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ. (لابی داؤد و الترمذی بلفظہ)
رحمت نہیں نکالی جاتی مگر بد بخت (کے قلب) سے۔

ایک روایت میں ہے۔

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ.

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ضعف پیری کثرت امراض گردش مضحل

لیک بہر محنت دیں ہمتے دارد جوان

ترجمہ: ضعف پیری اور کثرت امراض نے حضرت قدس سرہ کو مضحل بنا دیا۔

لیکن اس کے باوجود دین کی محنت کے لئے ہمت جوان رکھتے ہیں۔

تشریح: کہ بڑے بڑے جوان وہ محنت نہیں کر سکتے جو حضرت قدس سرہ اس

ضعف و پیری میں فرماتے ہیں۔

اس وقت حضرت قدس سرہ کی عمر چوراسی سال ہے۔ ضعف کا حال یہ ہے کہ

پیر بھی نہ خود پھیلا سکتے ہیں نہ سکوڑ سکتے ہیں۔

ہر چند کہ پیر خستہ و ناتواں شدم

چوں روئے تو دیدم جوان شدم

ترجمہ: میں ہر چند کہ پیر خستہ و ناتواں ہو گیا۔ مگر جب تیرے چہرہ کو دیکھا تو

جوان ہو گیا۔

کمال اطاعت اور فانی الرسول ہونا

کرد اوقات عزیزش بر اشارت منقسم

گاہ او در طیبہ آید گاہ در ہندوستان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ نے اپنے اوقات عزیز کو اشارہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم پر تقسیم فرما دیا۔ کبھی (شوق زیارت میں) مدینہ طیبہ زادہ اللہ شرفاً و کرامۃ پہنچتے

ہیں اور کبھی طابین و سالکین اور عام بندگان خدا کے افادہ اور رہبری و رہنمائی کی خاطر

ہندوستان تشریف لاتے ہیں۔

بے اجازت نقل و حرکت وصل ہجرت بیچ نیست

شد فنا قصدش بہ قصد سید پیغمبراں

ترجمہ: محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نقل

و حرکت وصل و ہجرت کچھ نہیں ہے۔

تشریح: یعنی حضرت قدس سرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں فرماتے حتیٰ کہ کوئی نقل و حرکت خود مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) حاضری اور وہاں سے واپسی کچھ بھی بلا اجازت نہیں فرماتے۔ اس کی وجہ دوسرے مصرعہ میں بیان فرماتے ہیں۔

شد فنا قصدش بہ قصد سید پیغمبراں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا قصد (ارادہ) سید پیغمبراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قصد میں فنا ہو گیا۔

تشریح: جب اپنا ارادہ فنا ہو گیا تو جو کچھ بھی فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادہ کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ بقول شاعر۔

خواہشیں قربان کردے سب رضائے دوست پر

پھر میں دیکھوں دل کا چاہا کیوں نہ ہو

یہ ناکارہ بتلائے خواہشات نفسانی اس حقیقت کو کیا سمجھے، اور کیا بیان کرے، بقول شاعر تنبی۔

لَا تَعْذِرِ الْمُشْتَاقَ فِي أَشْوَاقِهِ

حَتَّى تَكُونَ حَشَاكَ فِي أَحْشَائِهِ

”تو عاشق مشتاق کو اس کے اشواق میں معذور نہ سمجھے گا۔ (یعنی اس کی کیفیت عشق سے واقف نہیں ہو سکتا) جب تک کہ تیرا دل اس کے دل میں نہ ہو۔ (یعنی جب تک تیرے دل میں وہ عشق حاصل نہ ہوگا اس کی کیفیت کو نہ جان سکے گا)“ اسی کی فارسی شعر میں کسی نے ترجمانی کی ہے۔

تا ترا حالے نباشد ہم چو من
حال من باشد ترا افسانہ پیش
”جب تک تیرا حال مجھ جیسا نہ ہوگا۔ میرا حال تیرے نزدیک افسانہ ہوگا۔“

حضرت گنگوہیؒ کا مقام

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا۔

”میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا۔ اس کے بعد اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگوں رہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی اجازت کے بغیر نہ حرکت ہوتی ہے نہ سکون۔“ (تذکرۃ الرشید ص: ۱۹۷)

شیخ قدس سرہ کا فیض عام

خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جا بجا

تربیت کردہ فرستد کارواں در کارواں

ترجمہ: جگہ جگہ خانقاہ و مدرسہ قائم فرمائے۔ اور تربیت فرما کر قافلے کے قافلے بھیجتے ہیں۔

مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسیدہ فیض او

ساخت زمبیا، رنگون، لندن، انڈیا

ترجمہ: مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) پاکستان افریقہ (اور

دوسرے ملکوں میں) حضرت کا فیض پہنچا ہے۔ اور حضرت قدس سرہ نے زمبیا، رنگون، لندن، انڈمان (ایسے مقامات کو جو علم دین سے بالکل خالی تھے، دین و سنت کی اشاعت کے لئے) مرکز بنایا ہے۔

تشریح: کہ حضرت قدس سرہ کے خلفاء و خدام ان مقامات پر خدمت دین میں مشغول ہیں۔ جن کی وجہ سے بڑے بڑے مدارس ان مقامات پر قائم ہو گئے۔ اور بڑا فیض پہنچ رہا ہے۔

خلق احسن

خلق احسن شد عطائش بہر تسخیر قلوب

نرمی و گرمی بہم حسب مزاج طالبان

ترجمہ: تسخیر قلوب کے لئے خلق احسن حضرت قدس سرہ کو عطا ہوا ہے۔ نرمی و گرمی دونوں ملی ہوئیں طالبین کے مزاج کے موافق۔

تشریح: اچھے اخلاق، اچھے عادات، نرمی و محبت ہی ایسی چیزیں ہیں جس سے انسانوں کے قلوب مسخر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بد سلوکی کرے بد معاملگی برتے تو بھی اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ۔
آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے پھر یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے۔ (بیان القرآن)

بدی را بدی سہل باشد جزاء

اگر مردی احسن الی من اساء

”برائی کا بدلہ برائی سے دینا سہل ہے، لیکن اگر تو مرد (بہادر) ہے تو برائی

کرنے والے کے ساتھ اچھائی کر۔“

خود سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ الْآيَةِ۔

بعد اس کے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند و سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کر دیجئے۔ اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ (بیان القرآن)

دوسری آیت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلق عظیم پر ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمایا۔

إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ۔

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ (بیان القرآن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ سَيُذَرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ۔ (لابی

داؤد ص: ۱۴۹ / ج: ۲ جمع الفوائد)

بے شک مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے صائم قائم (دن کو روزہ رکھنے والا

رات کو عبادت میں جاگنے والا) کے درجہ کو پالیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مرفوعاً روایت ہے۔

إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَالْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ۔ (حوالہ بالا)

مؤمنوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو ان میں زیادہ اچھے اخلاق والے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش گوار سلوک کرنے والے ہیں۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِي. (حوالہ بالا)

مؤمن کی میزان عمل میں قیامت کے روز اچھے اخلاق سے زیادہ بھاری کو عمل نہ ہوگا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ بد اخلاق، بد خو شخص کو ناپسند رکھتے ہیں۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (الحديث)

بے شک مجھے تم سب میں زیادہ محبوب اور تم میں مجھ سے زیادہ قریب درجہ والے قیامت کے دن تم میں اچھے اخلاق والے ہوں گے۔

حسن اخلاق کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔

انه قال يا معاذ احسن خلقك للناس.

بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ لوگوں کے لئے اپنے اخلاق اچھے کر۔

ایک روایت میں ہے۔

عن مالک بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بُعِثْتُ لِأَتَمَّ حُسْنِ الْأَخْلَاقِ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے حسن اخلاق کو کامل کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(رواہ فی المؤطا ورواہ احمد عن ابی ہریرۃ ص: ۴۳۲ مشکوٰۃ شریف)

ایک روایت میں فرمایا گیا ہے۔

”انسان کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان سب میں اچھی چیز حسن اخلاق ہے۔“

عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْإِنْسَانُ، قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ. (رواہ البیہقی فی شعب، الايمان ص: ۴۳۱ مشکوٰۃ شریف)

قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے اس میں سب سے اچھی کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھے اخلاق۔

غرض کہ اچھے اخلاق کو دین میں بڑی اہمیت ہے۔ بڑی کثرت سے یہ مضمون احادیث پاک میں بیان کیا گیا ہے مگر افسوس کہ آج یہ وصف بھی ہم سے رخصت ہو گیا۔ خدائے پاک اپنے فضل و کرم سے اپنے نیک بندوں کے صدقے حسن اخلاق کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب فرماوے۔

حضرت قطب عالم اطلال اللہ بقاۃ کے حسن اخلاق ہی کو اگلے دو شعروں میں بیان فرمایا گیا ہے۔

در گذر در طبع عالی از حقوق ذات خویش

در حقوق شرع جاری دار و گیر رہبران

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی طبع عالی میں اپنے ذاتی حقوق سے در گذر کرنا

و دیعت ہے۔ اور ر حقوق شرع میں دارو گیر رہروں کی طرح (بلا کسی کی پرواہ و خوف کئے ہوئے) جاری فرماتے ہیں۔

اس میں بھی بعینہ سید الکونین محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا خَيْرَ رَسُولٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَكُمْ يَكُنْ إِنْ مَاءٌ فَإِنْ كَانَ إِنْ مَاءٌ كَانَ أَبَعْدًا لِلنَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ بِهَا (بخاری شریف ص: ۵۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دو امور میں اختیار دیئے جاتے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے (تا کہ امت کو سہولت رہے) تا وقتیکہ اس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو اگر کوئی معصیت ہوتی تو اس سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور رہتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کا ہتک کیا جاتا۔ (یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا جاتا) تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محض اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا بدلہ لیتے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ بادوستانت خلاف است و جنگ
”مردان رہ خدا اولیاء کرام کو میں نے سنا ہے کہ دشمنوں کے دل کو بھی تنگ

نہیں کرتے تجھ کو یہ مقام کب میسر ہو سکے گا، جب کہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ ہی اختلاف و جنگ میں مشغول ہے۔

کس نشود از زبانش فقرہ ناگفتنی
کس نہ بیند در کتابش جملہ زولید گان
ترجمہ: حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے کوئی ناگفتنی کلمہ نہیں سن سکتے۔
اور کوئی حضرت کی کتاب میں بیہودہ لوگوں جیسا جملہ نہیں دیکھ سکتا۔

قلب پر غم چشم پر غم خندہ بر لب بر ملا
آب و آتش دیدہ حیراں واردان و صا دران
ترجمہ: دل پر غم، آنکھ پر غم، لب پر ہنسی ظاہر رہتی ہے۔ آب و آتش کو یکجا جمع دیکھ کر آنے جانے والے حیران ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔
”آپ میانہ قد و جیہہ اور خوبصورت ہیں، رنگ سرخ و سفید ہے، رخسار، انار کی مانند بہت سرگرم و نشیط، سستی آپ کو چھو کر نہیں گذری، باغ و بہار طبیعت کے مالک، خوش اخلاق اور مہمان نواز، مجلس میں مہمانوں سے ہنسنے ہنسانے کی دلچسپ باتیں کرتے ہی، چشم پر آب رہتی ہیں اور جب حضور صل اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام یا اولیاء امت کا تذکرہ یا کوئی مناجات اور شوقیہ اشعار پڑھے جاتیں تو اس وقت ضبط و اخفاء حال کی کوشش کے باوجود آپ کے آنسو چھلک پڑتے اور آپ کی اس اندرونی کیفیت اور سوز و فرقت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔“ (حیات خلیل ص: ۶۱۰ بحوالہ مقدمہ و جز)

اوراد مبارکہ

ورد پاک او درود و ذکر قرآن وحدیث

روز و شب شام و سحر ازیں ہمہ رطب اللسان

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا ورد پاک (اور وظیفہ) درود، ذکر قرآن، حدیث

ہے۔ رات دن صبح و شام ان سب سے رطب اللسان رہتے ہیں۔

فضائل ذکر

(عبدلہ بن بسر) إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبْوَابَ الْخَيْرِ كَثِيرَةٌ وَلَا أَسْتَطِيعُ الْقِيَامَ بِكُلِّهَا فَأَخْبِرْنِي عَنْ شَيْءٍ أَتَشَبِّثُ بِهِ وَلَا تَكْثُرُ عَلَيَّ فَأَنْسِيَ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللَّهِ. (جمع الفوائد ص: ۲۴۹ ج: ۲)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خیر کے دروازے بہت ہیں اور سب کو قائم کرنے (سب پر عمل کرنے کی) میں طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے آپ ایسا عمل بتا دیجئے جسے میں مضبوط پکڑ لوں۔ اور وہ عمل زیادہ نہ ہو کہ کہیں بھول جاؤں بلکہ مختصر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ اللہ کے ذکر کے ساتھ رطب اللسان رہو۔ (ہمیشہ زبان ذکر خداوندی سے تر رہے)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت

میں کون لوگ افضل اور بلند درجے والے ہوں گے ارشاد فرمایا۔

کثرت سے ذکر کرنے والے۔ سوال کیا گیا کہ کیا اللہ کے راستہ

میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل اور بلند درجے ہوں گے۔

ارشاد فرمایا۔ کہ وہ غازی فی سبیل اللہ جو اپنی تلوار چلاتا رہے یہاں

تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون آلود ہو جائے۔ اللہ کا ذکر

کثرت سے کرنے والا اس سے بھی افضل درجہ والا ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ۔

”کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص

اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے کہ ذکر کرنے والا مثل زندہ اور

ذکر نہ کرنے والا مثل مردہ کے ہے۔

ایک روایت میں ذکر کے حلقوں کو جنت کے باغیچے فرمایا گیا ہے۔

(انس) رفعہ۔ إِذَا أَمَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا قَالُوا وَمَا رِيَاضُ

الْجَنَّةِ قَالَ خَلَقَ الذِّكْرُ. (حوالہ بالا).

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے

باغیچوں سے گذرا کرو تو کچھ چر لیا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت جنت کے باغیچے

کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ذکر کے حلقے۔

”اس حدیث سے اجتماعاً حلقہ بنا کر ذکر کرنے کا بھی ثبوت ہو گیا۔“

ایک روایت میں ہے کہ۔

”آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ

ایسی اقوام کو جن کے چہروں میں نور ہوگا موتیوں کے منبروں پر بٹھائیں گے، جن پر

لوگ رشک کریں گے۔ اور وہ لوگ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہداء ایک اعرابی کے سوال

کرنے پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ هُمْ الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ قَبَائِلِ شَتَّى وَبِلَادٍ شَتَّى يَجْتَمِعُونَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ يَذْكُرُونَهُ لَا كَبِيرٍ. (حوالہ بالا)

وہ مختلف قبیلوں مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے جو اللہ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں اور اللہ کے ذکر پر جمع ہو جائیں کہ اللہ کا ذکر کریں۔

”اس سے بھی اجتماعاً ذکر کرنے کا ثبوت ہوا۔“

ایک روایت میں ہے۔

(ابن مسعود) رفعه، إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحُ لِذِكْرِ اللَّهِ إِذَا رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ لِلْكَبِيرِ.

بعض لوگ اللہ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں کہ جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آ جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ۔

”میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اگر وہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس کی جماعت سے اچھی جماعت (فرشتوں کی جماعت) میں کرتا ہوں۔“

”اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت چاہئے۔“

ایک روایت میں ہے۔

غافلین کی ذکر کرنے کی فضیلت

(مالک) بالغه. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ

اللَّهُ فِي الْغَافِلِينَ كَالْقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِسِ، وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ كَغُصْنٍ أَخْضَرَ فِي شَجَرٍ يَابِسٍ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ مِثْلَ مُصْبَحٍ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يُرِيهِ اللَّهُ مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ حَيٌّ وَذَاكِرُ اللَّهِ فِي الْغَافِلِينَ يُغْفِرُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيحٍ وَأَعْجَمٍ وَالْفَصِيحُ بَنُو آدَمَ وَالْأَعْجَمُ الْبَهَائِمُ. (حوالہ بالا)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا جنگ سے بھاگنے والوں کے پیچھے قتال کرنے والے کے مثل ہے، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے تر شاخ سوکھے درخت میں، اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغا اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی ہی میں اس کا جنت میں ٹھکانہ دکھا دیں گے اور غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والے کی ہر فصیح و اعجم کی تعداد کے موافق مغفرت ہوگی۔ اور فصیح سے مراد اولاد آدم اور اعجم سے مراد بہائم ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو تمہارے اعمال میں سب سے بہت کی خبر نہ دیدوں اور جو تمہارے درجات میں سب سے بلند ہو تمہارے مالک (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک سب اعمال سے عمدہ ہو اور جو تمہارے لئے کھانا، سونا صدقہ کرنے سے اور اس سے کہ تم اپنے دشمن (کفار) سے ملو اور تم ان کی گردنیں مارو، وہ تمہاری گردنیں ماریں (یعنی جہاد کرو) اس

سب سے افضل ہو۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ذکر اللہ“

ایک روایت میں ہے۔

(ابو سعید) رفعہ۔ اَکْثَرُوا ذِکْرَ اللّٰهِ حَتّٰی یَقُولُوا مَجْنُونٌ۔

لاحمد۔ (حوالہ بالا)

اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔

ایک روایت میں ہے۔

(معاذ) ما عمل ابن آدم من عمل انجی له من عذاب اللہ من

ذکر اللہ۔ لمالک و الترمذی (حوالہ بالا)

ابن آدم نے اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا کوئی

عمل نہیں کیا۔

چونکہ ذکر، درود قرآن و حدیث سب کو شامل ہے اس لئے مختصراً چند حدیث

ذکر سے متعلق عرض کر دیں ورنہ تو درود قرآن و حدیث ہر ایک کی فضیلت سے قرآن

و حدیث پر ہیں۔ حضرت قطب عالم شیخ سہارنپوری اطال اللہ بقاۃ نے ان میں سے ہر

ایک کی فضیلت پر مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا۔

حضرت قدس سرہ کے ذکر کی کیفیت کو ہی اگلے تین شعروں میں بیان

فرمایا ہے۔

یک نفس از ذکر خالی نیست اوراے عزیز

ذکر قلبی، ذکر روجی، ذکر سری ہم رواں

ترجمہ: پیارے حضرت قدس سرہ کا ایک سانس بھی ذکر سے خالی نہیں ہے ذکر

قلبی، ذکر روجی، ذکر سری سب جاری ہیں۔

پاس انفاس اور ذکر قلبی وغیرہ

تشریح: صوفیاء کے یہاں ”پاس انفاس“ کی مشق کرائی جاتی ہے کہ اندر جانے

والے سانس میں اللہ اور باہر آنے والے سانس میں ”ہو“ کہا جائے۔ یہ کہنا سانس کے

ذریعہ ہوتا ہے زبان کو حرکت دئے بغیر جس سے سانس کے ساتھ ذکر جاری ہو جاتا ہے

کہ کوئی سانس بھی سوتے، جاگتے کسی بھی حالت میں ذکر سے خالی نہیں رہتا۔

ذکر قلبی، ذکر روجی، ذکر سری کے جاری ہونے سے لطائف ستہ کے جاری

ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لطائف ستہ

لطائف ستہ کے بارے میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب

نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

”باید دانست کہ لطائف شش اند، یعنی شش

موضع اندر جسم انساں کہ پر فیوض و پر انوار۔

و مشتمل بسیار برکات اند۔

اول لطیفہ قلبی کہ مقام او دو انگشت فروتر از

پستان چپ است و نور او سرخ است۔

دوم لطیفہ روجی کہ مقام او دو انگشت فروتر از

پستان راست است و نور او سفید است۔

سوم لطیفہ نفس کہ موضع آن زیر ناف است

پستان کے دو انگشت نیچے ہے اس کا نور

جاننا چاہئے کہ لطائف چھ ہیں یعنی جسم

انسان میں چھ جگہ ہیں جو پر فیض و پر

انوار اور برکات بسیار کے مشتمل ہیں۔

اول لطیفہ قلبی اس کا مقام بائیں پستان

کے دو انگشت نیچے ہے اور اس کا نور

سرخ ہے۔

دوم لطیفہ روجی ہے۔ اس کا مقام دائیں

پستان کے دو انگشت نیچے ہے اس کا نور

سرخ ہے۔

و نور زرد است۔

سفید ہے۔

چہارم لطیفہ سری مقام آن مابین سینہ و نور
و سبز است۔ سوم لطیفہ نفس ہے۔ اس کی جگہ زیر ناف
ہے۔ اور اس کا نور زرد ہے۔

پنجم لطیفہ خفی مقام آل بالائے ابرو و نور
اونیلگوں است۔ چہارم لطیفہ سری ہے اس کا مقام سینہ
کے درمیان ہے اور اس کا نور سبز ہے۔

ششم لطیفہ اخفی محل آل ام الدماغ است
نور او سیاہ است مثل سیاہی چشم (ضیاء
القلوب ص: ۳۶)

ششم لطیفہ انھی ہے اس کا محل ام الدماغ
ہے۔ اور اس کا نور سیاہ ہے مثل سیاہی چشم۔

جب طالب شغل لطائف ستہ کے طریق پر اپنے شیخ کی ہدایت کے موافق
عمل کرتا ہے تو اس کے لطائف ستہ ذکر ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کو لطائف ستہ کا جاری
ہونا کہا جاتا ہے۔

جب یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ اس کو مجھ جیسا بے بہرہ،
کیا بتائیے۔ اگلے شعر میں اجمالی طور پر اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کی تفصیل کو
زبان سے بتایا نہیں جاسکتا بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی کیفیت قلب ہی
جانتا سمجھتا ہے۔ اس کیفیت کو زبان سے بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

ذاکر و مذکور کے درمیان ربط بے قیاس

درمیان ذاکر و مذکور ربط بے قیاس

گر بگویم مرغ جانم بر پردہ بر آشیان

ترجمہ: ذاکر و مذکور کے درمیان ربط بے قیاس ہے (جس کو کسی چیز پر قیاس

نہیں کیا جاسکتا نہ اس کو بیان کیا جاسکتا) اگر میں (اس ربط بے قیاس) کو بیان کروں تو
میری جان کا پرندہ آشیانہ پر اڑ جائے۔ یعنی جان جاتی رہے۔

لوہا جب آگ کی بھٹی میں آگ کے انگاروں کے درمیان ڈالا جاتا ہے تو وہ
لوہا آگ کے ہمرنگ ہو جاتا ہے۔ اس کا رنگ اس کی صورت آگ کے رنگ
و صورت سے تبدیل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس وقت لوہے کے خواص اس سے
رخصت ہو کر آگ کے خواص اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور مکمل آگ میں فنا ہو کر
آگ ہی بن جاتا ہے کہ آگ و لوہے کے مابین کوئی فرق و امتیاز باقی نہیں رہتا۔ مگر
اس کیفیت کو کوئی بیٹا و دانا انسان ہی جان سکتا ہے اس اندھے کو (جس نے عمر بھر نہ
آگ کو دیکھا نہ لوہے کو نہ دونوں کے خواص سے واقف، نہ لوہے کو آگ میں ڈال
دینے سے جو اس کی کیفیت ہوتی ہے اس کو کبھی مشاہدہ کیا) نہیں یا سمجھایا، اور کتنا ہی
اس کو سمجھایا جائے اس کو سمجھنا ممکن نہیں۔

اس طرح کوئی انسان نفس کی خواہشات اور طبیعت کے تقاضوں کو فنا کر کے
اپنے آپ کو ذکر اللہ کی بھٹی میں ڈال دے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ کیا کیفیت اس
پر گزرے گی؟ اس کو کوئی دانا و بیٹا بھی کیا بیان کرے؟ اور کس سے بیان کرے؟ اور کس
طرح بیان کرے؟ بجز اس کے کہ۔

کہ چوں ماشوی بدانی

کہ تم جب مجھ جیسے ہو جاؤ گے تو پہچان لو گے



غیر انسان اور غیر حیوان پر ذکر کا اثر

خشت و چوب حجرہ او مثل ناطق ذا کر اند

از لحاف و تکیہ و بستر شنو ذکر نہاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کے حجرہ کی اینٹ اور لکڑی مثل ناطق ذا کر ہیں۔

تو لحاف، تکیہ اور بستر سے پوشیدہ ذکر سن۔

تشریح: ان سب چیزوں کا ذکر کرنے میں کوئی اشکال نہیں قرآن پاک

میں ارشاد ہے۔

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا.

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم

لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو، وہ حلیم ہے بڑا غفور ہے۔ (بیان القرآن)

مگر اس کے ساتھ ساتھ جس جگہ کثرت سے ذکر ہوتا ہو ہر آن و ہر لمحہ

ذاکرین ذکر میں مشغول رہتے ہوں تو ان کے ذکر کا اثر بھی ان چیزوں میں آتا ہے۔

عارفین اس کا ادراک و احساس بھی کرتے ہیں۔

اور ذکر کا اثر ان چیزوں پر کیوں نہ ہو۔ جس جگہ آگ دھکائی جاتی ہے اسکے

ملحق آس پاس کے حصہ میں بھی وہ تپش اور گرمی سرایت کر جاتی ہے کہ آگ ختم

ہو جانے کے بعد بھی وہ حصہ تپتا رہتا ہے۔ اسی طرح ذاکرین کے ذکر کا اثر آس پاس

کی چیزوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعد میں بھی وہاں انوار و برکات اہل دل

حضرات محسوس کرتے ہیں۔ لوہاری میں جہاں حضرت میانجی نور محمد صاحب

نور اللہ مرقدہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ گنگوہ حضرت قطب الاقطاب

رحمۃ اللہ علیہ جس جگہ ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے، رہائے پور میں حضرت رائے

پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں اور دیگر اہل اللہ حضرات کی جگہوں پر آج بھی ارباب

نظر انوارات و برکات ذکر محسوس کرتے ہیں۔

حضرت میانجی نور محمد قدس سرہ کا واقعہ

حضرت میانجی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہ لوہاری

وچر تھاول کے درمیان ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہو کر

مراقب ہوئے تھے وہ درخت بھی مراقبہ کی کیفیت میں تمام جھک

گیا اور اخیر تک جب تک وہ درخت رہا اسی کیفیت پر رہا۔

حضرت نانوتویؒ کے ذکر کا سانپ پر اثر

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے ذکر کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

”کہ حضرت نانوتوی اپنے بند حجرہ میں ذکر میں مشغول

تھے تو ہر ضرب کے ساتھ دھماکہ کی آواز بھی آتی تھی۔ لوگ مشوش

ہو گئے کہ یہ کیا قصہ ہے، حجرہ کے کیواڑ اتارے گئے چونکہ اندر سے

زنجیر بند تھی، اندر جا کر دیکھا تو حضرت کے برابر یک سانپ ہے

اور جب حضرت ضرب لگاتے ہیں تو وہ بھی اپنا سر زمین پر دے

مارتا ہے۔ حضرت گردن اٹھاتے ہیں تو وہ بھی سر اٹھا کر کھڑا ہوتا

ہے اور جب حضرت ضرب لگاتے ہیں تو وہ بھی زور سے زمین پر سر

پٹختا ہے، یہ دھماکہ اسی کا تھا لوگ اسے مار کر باہر لائے لیکن حضرت

کو کچھ خبر نہیں ہوئی۔ قاری طیب صاحب نے بیان کیا کہ یہ واقعہ

میں نے امیر شاہ خاں اور متعدد لوگوں سے سنا ہے۔

آپ بیتی نمبر ۶: ص ۱۲۵ بحوالہ سوانح قاسمی ص ۳۰۲: ج ۱)

بذکرش ہر چہ بنی در خروش است

ولے داند دریں معنی کہ گوش است

نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانیست

کہ ہر خارے را بہ تسبیح زبانیست

جس چیز کو تو دیکھے اس کے ذکر میں مشغول ہے۔ لیکن اس کو وہ جانتا ہے جس کے کان ہیں۔ گلشن میں بلبل ہی تسبیح خواں نہیں۔ بلکہ ہر کانٹے کو بھی اس کی تسبیح کی زبان ہے۔

غرض کہ ذکر کا اثر قرب و جوار کی چیزوں پر ہونا ایک ظاہر چیز ہے۔

مثل ناطق میں تشبیہ صرف مطلق ذکر میں ہے جس میں من کل الوجوه مماثلت و مشابہت ضروری نہیں، آگے ذکر نہاں میں اس کی تصریح فرمادی جس کا ادراک ارباب بصیرت کو ہی ہوتا ہے ”إِلَّا نَادِرًا“۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا سجدہ

سجدہ اش گویا نہد سردر بر محبوب خویش

ایں چنین قرۃ کجا حاصل شود در ایں وائ

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کا سجدہ گویا سر اپنے محبوب کی گود میں رکھتے ہیں۔

تشریح: یعنی سجدہ میں وہ سرور و کیف حاصل ہوتا ہے جو محبوب کی گود میں

حاصل ہوتا ہے۔

ترجمہ: اس جیسی (یعنی سجدہ جیسی) لذت اس کے علاوہ (کسی اور چیز میں)

کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔

تشریح: اور کیسے حاصل ہو حدیث شریف میں بیان فرمایا گیا ہے۔

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ. (ابو

داؤد شریف ص: ۱۲۳)

بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس

لئے (سجدہ میں) کثرت سے دعا مانگا کرو۔

تو بھلا پھر اس سے زیادہ سرور و کیف کا اور کون وقت ہوگا۔

سر اپنا ان کے زیر پائے ہے

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

نیز ”ایں چنین قرۃ“ میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف۔

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ. (الحديث)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک

نماز میں کردی گئی ہے۔

جو امتی جس درجہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرے گا اس کو اسی

درجہ یہ دولت بھی میسر آئے گی۔

بر سجودش در ملائک رشک پیدا می شود

مجمع کر وہیاں انگشت حیرت در دہاں

ترجمہ: حضرت قدس سرہ کے سجدوں پر فرشتے رشک کرتے ہیں۔ اور حضرت

قدس سرہ کے سجدہ کی حالت میں (محبوب حقیقی شانہ سے قرب کے اعلیٰ درجہ کو دیکھ کر) مقررین فرشتے حیرت کی وجہ سے انگلی منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔

تشریح: کہ خاکِ انسان جس کے متعلق رائے ظاہر کی تھی۔

اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ.

کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اس میں اور خونریزیاں کریں گے۔ (بیان القرآن)

اس کو قرب خداوندی کا یہ اعلیٰ مقام نصیب ہو۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اعتماد

اے عزیز القدر بہر خاطرت کردم رقم

خامہ ایں جادر شکست و سار بانم شد رواں

ترجمہ: اے عزیز القدر تیری خاطر اتنا لکھ دیا۔ یہاں پہنچ کر قلم ٹوٹ گیا اور میرا

سار بان روانہ ہو گیا۔

تشریح: یعنی اس سے زائد اور اوصاف عالیہ، مقامات قرب و اختصاص کو

بیان کرنے کی قلم میں طاقت نہیں۔ چونکہ اسرار خفیہ کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

گل چیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

”دامان نگہ تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول بے شمار ہیں۔ آپ کی بہار

کے گل چیں کو دامن کی تنگی کا گلہ ہے۔“

سیدی و مرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ان اشعار کی جامعیت و عمدگی اور لطافت و پاکیزگی پر بے اختیار کہنے کو جی چاہتا ہے۔

کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی

یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی

ساقی تیرا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا

جب تو نے یہ مئے و اصف شیشہ میں بھری ہوگی

جس قلب کی گرمی نے دل پھونک دیئے لاکھوں

اس دل میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

خدائے پاک ہر دو حضرات کو درجات عالیہ اور بیش از بیش اپنے قرب کی

دولت سے نوازے اور ہر دو حضرات کی برکت اور طفیل میں اس ناکارہ و ناپاک کو بھی

اپنی محبت و معرفت اور اپنے قرب خاص کا کچھ حصہ نصیب فرمائے آمین۔

داد وے را قابلیت شرط نیست

بلکہ قابلیت شرط داد ویت

خدائے پاک ان سطور کو دونوں بزرگوں کی نسبت و برکت سے قبول

فرمائے۔ اور مخلوق کے لئے نافع بنادے اور اس میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس کو

معاف فرمادے۔

۱۔ اصل شعر میں ظالم کا لفظ ہے مگر اس کا یہاں لانا سوء ادبی تھا اس لئے اس کو ترک کر کے و اصف لایا

گیا ہے جو اس لئے بھی مناسب ہے کہ شروع اشعار میں لفظ وصف ”وصف شیخ“ میں آیا ہے۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برجت
کند درکار این مسکین دعائے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِ
الرُّسُلَيْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ
وَعَلٰی اَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ
فقط

محمد فاروق غفرلہ

دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ

۱۳۱۷/۹۹ھ

نظر ثانی مع حذف و اضافہ

۱۳۳۳/۲۹ھ



نذر عقیدت

بخدمت گرامی حضرت الحاج مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم

اے شہنشاہ ولایت صاحب عالی دماغ
اے مفسر اے محدث اے امام الاتقیا
پیر دانا جس کو کہتے ہیں وہ تیری ذات ہے
تیری خدمات جلیلہ بے نظیر و بے مثال
بحر عرفانی کا بیشک دریک دانہ ہے تو
جو ہزاروں سال میں پیدا ہو وہ گوہر ہے تو
آج حاتم بھی ہے نادم تیرے خوان عام پر
تیری ذات پاک پر اللہ کا انعام ہے

تجھ سے روشن خانقاہ و مدرسہ کی انجمن

ہر ہو سنا کے نہ داند جام و سنداں باختن

(من ہدیہ عثمانی)

ہماری اہم مطبوعات

۱	قادی محمودیہ مکمل (۳۱ جلدیں)	۳۱	شاہد قدرت
۲	خطبات محمود ۳ جلدیں	۳۲	ملک علانیہ دیوبند اور حب نبی ﷺ
۳	حیات محمود (سوانح) مکمل ۲ جلدیں	۳۳	حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۴	ترتیب الطالبین	۳۴	صلوٰۃ و سلام مع! کام حج
۵	ترجمہ عمل المیوم والمیلۃ اردو	۳۵	افریقہ و خدمات فقیہ الامت
۶	محمود الاعمال	۳۶	اسباب مصائب اور ان کا علاج
۷	تحفہ اسکوت لینڈ	۳۷	وصف شیخ
۸	ملفوظات فقیہ الامت ۳ جلدیں	۳۸	نغمہ توحید
۹	معاشرت پر ایک نظر	۳۹	ذکر محمود (یعنی مختصر سوانح حضرت فقیہ الامت)
۱۰	تذکرۃ الاحباب، بعد وفات قطب الاقطاب	۴۰	غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
۱۱	رفیع یدین اور قرآن فاتحہ خلف الامام	۴۱	عقائد الشیعہ
۱۲	آسان قرآن	۴۲	کام کی باتیں
۱۳	نعت محمود، وصف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳	تذکرہ رفیق الامت
۱۴	ارمغان اہل دل (کلام محمود)	۴۴	خطبات رفیق الامت ۲ جلدیں
۱۵	معمولات یومیہ مع شجرہ مبارکہ	۴۵	تذکرہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
۱۶	لطائف محمود	۴۶	تذکرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۷	غیر مقلدیت	۴۷	حیات ابرار
۱۸	روشیت	۴۸	مسنون و مقبول دعائیں
۱۹	مناقب العثمان (امام ابو حنیفہ)	۴۹	سلوک واحسان
۲۰	سرکاری سودی قرضے	۵۰	اصول حدیث منظوم نافع (ترجمہ تشریح)
۲۱	اسباب لعنت	۵۱	اصول حدیث منظوم نافع
۲۲	اسباب غضب	۵۲	جناب گرو نانک جی اور اسلام (ہندی)
۲۳	مکتوبات فقیہ الامت ۳ جلدیں	۵۳	جناب گرو نانک جی اور اسلام (اردو)
۲۴	آئینہ مرزا بیت	۵۴	تذکرہ سلطان پویشید
۲۵	رضا خانیت	۵۵	تقلید کی شرعی حیثیت
۲۶	حقیقت حج	۵۶	غیر مقلدین ایک تعارف
۲۷	حدود اختلاف	۵۷	الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح (۶ جلدیں)
۲۸	گلدستہ سلام بدرگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم	۵۸	
۲۹	شوری و اہتمام	۵۹	
۳۰	مشائخ احمد آباد	۶۰	

